عمران سیریز
علی عمران ہینگ ٹل ڈیتھ
www.urdufanz.com
محمد جبران
ایم فل اسکولر
دھنک پبلیشر گروپ
اُردو فینز ڈاٹ کام
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

علی عمران ہینگ ٹل ڈیتھ

مکمل ناول

محمد جبران

ایم فل اسکولر

مُصنف کی خصوصی درخواست پر
پاک سوسائٹی پر پبلش کیا جا رہا ہے

دھنک پبلیشر گروپ

اُردو فینز ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب کا نام : علی عمران ہینگ ٹل ڈیتھ

مصنف : محمد جبران

ناشر : دھنک پبلیشر گروپ

www.urdufanz.com

ڈیزائنگ : س ن مخمور

سن اشاعت : نومبر ۲۰۱۵ء

پہلا سلام

پیش لفظ

پہلا باب

گرفتار کرلوا سے ———— ۱۲

دوسرا باب

شہہ مات ———— ۲۱

تیسرا باب

بریکنگ نیوز ———— ۳۳

چوتھا باب

گمشدہ فوٹیج ———— ۴۴

پانچواں باب

سر بلیک کوبرا اِن ایکشن ———— ۵۵

چھٹا باب

بھول بھلیاں ———— ۷۰

ساتواں باب

موت کی فائٹ ———— ۸۳

آٹھواں باب

علی عمران ہینگ ٹل ڈیتھ ———— ۱۱۰

نواں باب

دی ڈیڈلی اسٹریٹ فائٹ ———— ۱۳۴

دسواں باب

علی عمران ہم شرمندہ ہیں ———— ۱۶۷

پہلا سلام

محترم اور ہر دل عزیز ابن صفی مرحوم کا تخلیق کردہ کردار علی عمران کے سحر سے پڑھنے والا اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر پایا ہے، اور چاہے پڑھنے والا ہو، چاہے لکھنے والا، وہ جب اپنے اردگرد پھیلی معاشرتی برائیوں پر نگاہ ڈالتا ہے اور اپنے ملک میں ہونے والے مظالم کو سمجھتا ہے تو لاچار کچھ نہ کر پانے کا احساس اس کو پریشان کرتا ہے اور اپنی زمین سے محبت اس کو ایسی دنیا میں بعض اوقات لے جاتی ہے جہاں اس کا تخلیق کردہ کردار زمانے بھر کے ظالموں سے تن تنہا ہی نبرد آزما ہوتا ہے۔ اور یوں خواب ہو یا قرطاس معاشرے کا درد رکھنے والا ہر شخص کہیں ناں کہیں، کبھی ناں کبھی ایسے کرداروں کو تراشتا رہتا ہے جو معاشرے میں جاری ناانصافی کے سلسلے کو روک سکے۔ اس ہی سوچ کے ہاتھوں کئی کردار قرطاس پر جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ جن میں مقبول ترین کرداروں میں علی عمران کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ابن صفی مرحوم سے مظہر کلیم صاحب اور ان سے لیکر فاروق سلیم صاحب تک ہر ایک نے اپنے ذہن اور سمجھ کے حساب سے اس کردار 'علی عمران' کو معاشرے کے ظالموں کے خلاف استعمال کیا ہے۔ اور اس ہی سوچ کے ساتھ ہمارے فورم اردو فینز کے ایک ہونہار لکھاری محمد جبران نے بھی اپنے

تیئں کوشش کی ہے۔

ایک نئے لکھنے والے کی حیثیت سے لکھاری کو یقیناً قاری بہتری کی جانب لیجانے کے لئے اپنے مفید مشوروں اور رائے سے نوازیں گے۔ دھنک گروپ کو اس لکھاری کی جس بات نے متاثر کیا وہ اس لکھاری کے لکھے میں وطن کے غداروں کی علامتی نشاندہی تھی جو اس وقت غفلت میں ڈوبے ہمارے معاشرے کی عین ضرورت ہے۔ عزیز محمد جبران نے بہت کمال کے ساتھ ملک عزیز میں ہونے والے واقعات کا علامتی تذکرہ کیا ہے۔ اور وطن کا درد رکھتے ہوئے ظالموں کے سدباب کرنے کا جو راستہ دکھایا ہے، کاش وہ نہیں تو اتنا تو ضرور ہو جائے حقیقت میں کہ اس ملک کا ہر جوان جاگ جائے۔

دھنک گروپ امید کرتا ہے کہ قاری اور لکھاری کا رشتہ اٹوٹ رہے گا، اور قاری لکھاری کو اپنا سفر جاری رکھنے میں مدد فراہم کرے گا۔ اس عزم کے ساتھ اجازت کے طلبگار ہیں کہ دھنک گروپ کی یہ کاوش بھی ہمیشہ کی طرح جہاں نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی میں معاون کا کردار ادا کرے گی وہاں قاری کو بھی نئی سوچ اور نئے جذبے سے روشناس کرائے گی۔

دعا گو

دھنک پبلیشر گروپ

پیش لفظ

محترم قارئین، یہ میرا اردو جاسوسی ادب میں پہلا ناول ہے، جواب کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ناول کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے قبل، میں اس کا بیک گراؤنڈ بتانا بہت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ وہ تمام حالات قارئین کی نظروں سے بھی گذریں جو میں نے اس ناول کی تکمیل میں دیکھے ہیں۔

یہ ناول سوشل میڈیا کے ایک مقبول ترین فورم ''اردو فینز'' پر باقاعدہ قسط وار پوسٹ ہوا۔اس ناول کی سب سے منفرد بات یہ ہے کہ ناول کا اشتہار یا جھلکیاں پہلے پوسٹ ہوئیں اور ناول بعد میں تحریر ہوا۔ناول کا ٹائٹل اور جھلکیاں اس قدر منفرد تھیں کہ اس نے سب کو ایک بار تو متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔اس کے بعد یہ قسط وار پوسٹ ہوا اور رفتہ رفتہ پورے اردو فینز کی جان بن گیا کیونکہ اردو فینز کے محترم ممبرز اگر ایک دو دن قسط لیٹ ہو جاتی تو بے صبری سے شاؤٹ باکس میں آ کر ناول کی اگلی قسط کا مطالبہ کر دیتے اور بہت سوں نے شکوے بھی کیئے کہ اگر ناول ختم نہ ہوا تو ہم ناراض ہو جائیں گے۔

اس حوالے سے میں خاص طور پر اردو فینز کی انتظامیہ کا بہت شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری بے پناہ حوصلہ افزائی کی اور مجھے یہ پلیٹ فارم دیا کہ میں کھل کر ناول تحریر کروں اور پھر اسے آزادی کے ساتھ پوسٹ بھی کروں۔

میں ایم فل اسکالر ہوں اور اس ناول سے قبل میرے بے شمار ریسرچ پر مبنی اردو اور انگریزی مضامین اور دیگر تحریریں سوشل میڈیا پر اپنی کامیابی کا لوہا منوا چک ہیں۔ اس کے علاوہ میں بے شمار ریسرچ بیس ویڈیوز کا خالق ہوں جو آج بھی سوشل میڈیا پر لوگوں کو اپنے سحر اور گرفت میں جکڑی ہوئی ہیں۔ یہ میرا اردو ادب میں پہلا قدم تھا جو میں نے ڈرتے ڈرتے رکھا اور ناول کے اختتام پر میرے حوصلے میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

میں اردو فینز کے تمام ممبران خاص طور پر فریگرینس سسٹر، آکاش بھائی، کامران بھائی، گلوبٹ جی، دل کا چور بھائی، شوکی بھائی، انسپکٹر جمشید بھائی، علی رضا بھائی، س ن مخمور اور ابن ریاض بھائی اور دیگر بے شمار خاموش قارئین کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے ہر قسط پر میرا حوصلہ بڑھایا اور اپنے بے پناہ خلوص اور محبت سے نوازا۔ میرے اس ناول کی کامیابی میں میرے تمام محترم قارئین کا ساتھ اور ہاتھ شامل ہے۔ اور اگر میں ان کا ذکر نہ کرتا تو ہمیشہ میرے ضمیر پر بوجھ رہتا۔ اس ناول کی پسندیدگی اور مقبولیت نے مجھے اپنے اللہ کے آگے مزید جھکا دیا ہے، رب کا بے پناہ کرم ہے کہ جس نے مجھے اتنی عزت دی۔ اس کے بعد ناول

کے حوالے سے عرض کرتا چلوں کہ اردو جاسوسی ادب کے بانی محترم ابن صفی صاحب کے تخلیق کردہ کردار علی عمران پر صفی صاحب کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بے پناہ لکھا گیا ہے اور آج بھی لکھا جا رہا ہے۔ مگر گزشتہ ایک دہائی سے اس میں وہ سسپنس اور ناول کے ولن کا ایک مضبوط ترین کردار ہونا بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا، بلکہ ناول کی مسٹری اور جاسوسی ادب کو پس پشت ڈال کر عمران سیریز کو کسی اور ہی ڈگر پر ڈال دیا گیا جس کو واپس اس کے اصلی رنگ میں لانا ایک چیلنج تھا جو میں نے قبول کیا اور یہ ناول تحریر کر ڈالا۔

ناول اپنے ٹیمپو کے اعتبار سے بہت تیز ہے اور شروع سے آخر تک آپ کو اپنے سحر میں جکڑے رکھے گا۔ کہانی کی مسٹری آپ کو آخری باب تک ایک ایک لفظ پڑھے بغیر آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گی۔ جب آپ ایک بار پڑھنا شروع کریں گے تو امید ہے کہ ختم کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

کہانی چونکہ قسط وار شائع ہوئی تھی اس لئے ناول میں قارئین کی فرمائشوں کے احترام میں مجھے بہت بڑی تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ جس سے ناول کے نکھار میں مزید اضافہ ہوا۔ بہت سے لوگوں نے ٹائیگر جیسے عظیم کردار کے ساتھ بڑا ظلم ہونے کے شکوے کئے۔ اس کے بعد بلیک زیرو کے کردار کو خاص طور پر میدان میں اتارنے کی فرمائشیں بھی شدت سے کے ساتھ ہوئیں۔ لہذا بلیک زیرو کو بھی ایک نئے اور انوکھے انداز میں میدان میں لانا پڑا جسے سب نے

بہت پسند کیا۔

اب تک کے لئے بس اتنا ہی، امید ہے آئندہ پھر ایک نئے انداز میں نئے ناول کے ساتھ ملاقات ہوگی۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

محمد جبران
ایم فل اسکالر

گرفتار کر لو اسے

سردیوں کی وہ رات نشے سے چور اپنے پورے جوبن پر تھی، سڑکوں پر اس وقت گاڑیوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی جبکہ عمران کی کار طوفانی رفتار سے آفیسرز کالونی کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ یہ رات کا وہ وقت تھا، جب رات اگلے پہر میں صبح صادق کو گلے لگا کر اس کی بانہوں میں جانے والی تھی۔ کچھ دیر قبل جب عمران اپنے فلیٹ میں سو رہا تھا تو اچانک ٹیلی فون کال نے اسے جگا دیا۔ یہ کال سر داور کی جانب سے کی گئی تھی جو انتہائی گھبرائے ہوئے تھے۔

''میں داور بول رہا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔تم تم پلیز ۔۔۔۔۔۔۔ جلدی میرے گھر آجاؤ۔۔۔۔میری۔۔۔جج جان کو خخ۔۔خخ۔۔خطرہ۔۔۔۔۔۔۔''

پھر دوسری جانب سے لائن ڈراپ ہو گئی۔

عمران کی چھٹی حس نے فوراً خطرے کی گھنٹی بجا دی، سر داور نے اپنی شخصیت کے بالکل برعکس انتہائی گھبرائی ہوئی آواز میں گفتگو کی تھی۔ جبکہ وہ نہایت ہی مضبوط اعصاب کے مالک تھے،

انہوں نے پوری زندگی کبھی بھی ڈر اور خوف کو اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دیا تھا، اس اعتبار سے ان کی شخصیت باقی پاکیشیائی سائنس دانوں سے قدرے مختلف تھی ۔ پاکیشیا کے کئی راز ان کے سینے میں دفن تھے اور ان کی پاکیشیا کے لئے بے شمار خدمات تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پاکیشیا کے سب سے بڑے سائنس دان تھے اور ان ہی خوبیوں کی بنا پر ان کو ملک بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مگر اچانک رات کے اس ٹائم ان کو کیا ہو گیا؟ کہیں یہ کوئی ٹریپ تو نہیں؟ ضرور کوئی گڑ بڑ ہے۔ یہ اور اس جیسے کئی سوالات اور وسوسے عمران کے ذہن میں سوئیاں چبھو رہے تھے۔ اس کا ذہن تیزی سے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا اور بلا آخر اس نے سرداور کے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے فوراً کپڑے تبدیل کیے، فلیٹ کو لاک کیا اور گیراج میں آ کر کار نکالی اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ سرداور کی فیملی ان دنوں گاؤں میں تھی جہاں ان کی خاندانی زمین کا تنازعہ چل رہا تھا، وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کی بنا پر نہیں جا سکے تھے، اس لئے انہوں نے اپنی فیملی کو بھیج دیا تھا اس امید کے ساتھ کے جب وہ فارغ ہونگے تو آ جائیں گے۔ عمران کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ ان دنوں اکیلے ہی اپنی سرکاری کوٹھی میں موجود زیر زمین لیبارٹری میں ایک انتہائی اہم ریسرچ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی اعلیٰ حکام سے میٹنگز اور دیگر اہم کانفرنسز بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھیں ، ان کو حکومت کی طرف سے باقاعدہ پروٹوکول ملا ہوا تھا، خصوصی تربیت یافتہ گارڈز ہمہ وقت ان کی کوٹھی میں چوکس رہتے تھے۔ جب بھی انہیں کہیں جانا ہوتا تو پرٹوکول والی گاڑیاں انکی کوٹھی پر آ جاتی ۔ وہ کئی دفعہ سرکار سے

اس کی شکایت بھی کر چکے تھے کہ ان کو کسی قسم کے پوٹوکول کی ضرورت نہیں لیکن ہر بار انہیں یہ کہا جاتا کہ سر آپ ہمارا اثاثہ ہیں، ملک کے حالات اس وقت ساز گار نہیں، ملک بھر میں سکیوریٹی ہائی الرٹ ہے، ہم کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتے لحاظہ آپ چاہیں یا نہ چاہیں آپکو پرٹوکول لینا پڑے گا۔ مجبوراً انہیں پورے اعزاز کے ساتھ قافلے کی صورت میں جانا پڑتا تھا۔ ان کی بلٹ پروف گاڑی کے آگے پیچھے لاتعداد پولیس، اسپیشل فورسز کی گاڑیاں اور موٹر بائیکس ہوتی تھیں۔ جبکہ دوسری طرف ان کی کوٹھی والے گارڈز باری باری اپنی ڈیوٹی دیتے تھے، ہر آٹھ گھنٹے کے بعد شفٹ بدلتی تھی اور انکی جگہ نئے چاق و چوبند گارڈز آجاتے تھے۔ وہ گارڈز اسی کوٹھی کی بیک سائیڈ پر کوارٹرز میں رہتے تھے، اس کے علاوہ ان کی کوٹھی میں کیمرے بھی لگے ہوئے تھے۔ جو پوری کوٹھی کو مونیٹر کرتے تھے یہاں تک کہ گارڈز بھی ان سے محفوظ نہیں تھے اور اس کا پورا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم سرداور کے ہاتھ میں تھا، جو ان ہی کی لیبارٹری کے ایک حصے میں خصوصی طور پر نصب کیا گیا تھا اور اس سے آگے یہ ایک ماسٹر کمپیوٹر سے منسلک تھا۔ اس کے ساتھ بہت سی ایل سی ڈیز بھی دیوار پر سجی ہوئی تھیں۔ جو پوری کوٹھی کو کمپیوٹر کی مدد سے زوم اِن اور زوم آؤٹ کر کے دیکھانے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ ایل سی ڈیز پر چوبیس گھنٹے رنگین لائیو فوٹیج چلتی رہتی تھیں۔ کمپیوٹر میں کوٹھی پر آنے جانے والے ہر فرد کا ڈیٹا سیو تھا۔ کسی بھی خطرے کی صورت میں یہ آٹومیٹک نظام کے تحت خطرے کا سائرن بجا سکتا تھا مگر گذشتہ آٹھ سالوں سے یہ نوبت نہیں آئی تھی۔ سرداور زیادہ تر اپنے کام میں ہی مشغول

رہتے تھے اور انہیں آج تک کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوا اور انسانی فطرت کے عین مطابق انہوں نے اس سسٹم پر اب زیادہ توجہ دینا ہی چھوڑ دیا تھا۔مگر پھر بھی تھوڑی بہت احتیاط ضرور کر لیتے تھے، یہ جدید ترین نظام ان کو عمران نے ہی نصب کروا کر دیا تھا،اکثر ان کی آپس میں ملاقات اور گپ شپ ہوتی رہتی تھی ۔وہ اپنی ریسرچ کے متعلق بہت سے اہم نکتے اور مسائل کا حل اس سے بحث کر کے پا لیا کرتے تھے۔

۞۞۞

مختلف سڑکوں پر گھومنے کے بعد عمران آخر کار آفیسرز کالونی کے سکیوریٹی چیک پوائنٹ پر پہنچ گیا۔اس پوائنٹ پر اکثر آفسرز اسے جانتے تھے اور ان کی عمران سے اچھی خاصی سلام دعا تھی لہذا بغیر کسی چیکنگ کے انہوں نے تمام رکاوٹیں ہٹا کر اسے کالونی کے اندر جانے دیا۔اس کالونی میں ملک کے نامور سیاست دان ، بیوروکریٹس اور دیگر اہم شخصیات رہائش پذیر تھیں۔اس لئے اس کالونی کی حفاظت کا خاص انتظام کیا گیا تھا اور یہاں پر کسی بھی انجان شخص کا داخلہ ممنوع تھا۔اس کالونی کی تزائین و آرائیش پر بھی خاص توجہ دی گئی تھی۔جگہ جگہ خوب صورتی کے لئے پودے اور درخت لگائے گئے تھے۔اسٹریٹ لائیٹس موجود تھیں جو رات میں بھی دن کا منظر پیش کرتی تھیں۔اس کالونی کو مختلف بلاکس میں تقسیم کر کے پھر اسے

انگریزی الفابٹس سے ترتیب دیا گیا تھا۔سرداور کی کوٹھی جوسب سے الگ تھلگ تھی،اس کا نمبر دوسو بائیسواں تھا اور وہ ایف بلاک میں تھی۔کئی اسٹریٹس کراس کرنے کے بعد عمران سرداور کی کوٹھی کے پھاٹک پر پہنچا ہی تھا کہ اس کے منہ سے بے اختیار سی ٹی نکل گئی۔بات ہی کچھ ایسی تھی جس نے اسے قدرے حیران کر دیا تھا۔کوٹھی کا پھاٹک نیم کھلا ہوا تھا اور وہاں کوئی گارڈ موجود نہیں تھا۔کوٹھی پر مکمل اندھیرے کا راج تھا اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔یہ بات عام حالات سے بالکل برعکس تھی،کیونکہ نارمل حالات میں کوٹھی کے پھاٹک پر چار پانچ گارڈز ضرور ہوتے تھے اور کوٹھی پوری رات مکمل طور پر روشن رہتی تھی۔لیکن اب ایسا نہیں تھا جس سے خطرے کے ہونے کا ہر امکان پختہ ہو چلا تھا۔ایک تو سرداور کا بے وقت ٹیلی فون اور اب یہ کوٹھی پر ہو کا عالم۔عمران کے چہرے پر غیر متوقع طور پر بلا کی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔اسے اب شدید خطرے کی بو محسوس ہو رہی تھی۔اس کو دوسری حیرت کا سامنا تب کرنا پڑا جب اس نے اپنی جیب ٹٹولی تو اس کی جیب میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔مگر یہ کیسے ہو گیا؟ عمران کو اس بات کی امید نہیں تھی۔شاید یہ اس کی زندگی کی پہلی سنگین غلطی تھی اور آخری بھی ثابت ہو سکتی تھی، جس کا احساس اب اس کو شدت سے ہونے لگا۔مگر آخر کے وہ بھی انسان تھا کوئی سوپر مین یا کوئی خلائی مخلوق نہیں اور غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔اس کی وجہ شاید یہی رہی ہوگی کہ سیکریٹ سروس کے پاس گذشتہ چھ ماہ سے کوئی کیس نہیں تھا اور سارا سارا دن وہ مختلف سڑکوں کی خاک چھانتا رہتا تھا اور رات کو پورے دن کی آوارہ گردی کے بعد اپنے فلیٹ پر

واپس آتا تو موبائل پر ویڈیو گیم کھیل کر یا سلیمان کو تنگ کر کے سو جایا کرتا تھا۔ بس یہی روٹین تھی اس کی کافی دنوں سے وہ ایکٹو نہیں تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟ اس نے پوری زندگی خطروں سے کھیلا تھا اور موت کو چکمہ دیتے ہوئے نکلتا تھا۔ مرنا تو ایک نہ ایک دن تھا ہی، سو اس نے خدا کا نام لیا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

وہ گاڑی کا گیٹ کھول کر باہر نکلا، پھر اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے چیونگم کے دو پیکٹ نکالے، انہیں پھاڑ امنہ میں ڈالا اور خاموشی سے کوٹھی کے پھاٹک میں دبے قدموں داخل ہو گیا۔ لحہ بہ لحہ ماحول میں سنسنی بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر عمران کی جگہ اس وقت کوئی عام آدمی ہوتا تو وہ کوٹھی میں گھسنے کی جرات ہی نہ کرتا اور باہر سے ہی اُلٹے قدموں دوڑ لگا لیتا۔ مگر وہ عمران تھا ڈرنا اس کی فطرت میں نہیں۔ وہ اندھیرے میں دیدے پھاڑے نہایت احتیاط سے قدم بڑھا رہا تھا۔ لگتا تھا کہ آج قدرت بھی اس پر مہربان نہیں، موسم نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور اس کے ساتھ ہی آسمان کو گہرے سیاہ بادلوں نے اپنے مضبوط شکنجوں میں جکڑ لیا۔ چاند کی شکل کوسوں دور دکھائی نہیں دے رہی تھی لگتا تھا کہ جیسے ابھی خوب بارش برسنے والی ہے۔ یکا یک بجلی شدت سے چمکی اور ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے عمران کی گالوں کو چھونے لگے۔ سردی کی شدید لہر اس کے جسم کی ہڈیوں کو جھنجوڑنے لگی مگر اس نے موسم کی پرواہ کئے بغیر آسمانی بجلی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی مشاق آنکھوں سے ارد گرد کا ماحول ایک ہی لمحے میں دیکھ ڈالا اسی اثنا میں بادل زور سے گرجے اور ٹھنڈی ہوائیں مزید شدت اختیار

کر گئیں۔ لان میں کوئی موجود نہیں تھا ،وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا برآمدے کی جانب بڑھنے لگا۔تیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ساتھ اب بارش کے موٹے موٹے قطرے بھی پڑنا شروع ہو گئے تھے۔اس نے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھیں اور پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ جہاں باہر سے زیادہ گھپ اندھیرا تھا، ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہ اچانک کوئی چیز اس کے پیروں سے ٹکرائی اور وہ دھڑام سے منہ کے بل زمین پہ آرہا، اچانک کوئی چیز غیر ارادی طور پر اس کے ایک ہاتھ میں آگئی اور دوسرے ہاتھ میں اسے کچھ گیلا گیلا سا محسوس ہونے لگا۔اس نے حیرت سے دونوں ہاتھوں کو دیکھنے کی ناکام کوشش کی اور پھر وہ اُٹھ بیٹھا۔اس سے پہلے کے وہ کچھ سمجھتا کمرے کا سائیڈ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور اسکے ساتھ ہی کوٹھی کی لائٹس بحال ہو گئیں۔اگلا منظر نا قابل یقین ، نا قابل بیان تھا۔کیپٹن فیاض اپنی مکروہ ترین مسکراہٹ کیساتھ دروازے پر نمودار ہوا،جبکہ اسکے پیچھے سر عبدالرحمان اپنے تمام تر جاہ وجلال کے ساتھ شعلہ بھری آنکھوں سے عمران کو گھور رہے تھے۔انکے ساتھ انٹیلی جنس کے دیگر تین آفیسرز بھی موجود تھے اور عمران سکتے کے عالم منہ کھولے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ایک دم سر عبدالرحمان کے چنگیزی خون نے کھول کھایا اور انہوں نے اپنی دھاڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

”گرفتار کرلو اسے۔۔۔۔۔۔“

کیپٹن فیاض اپنی مکروہ ترین مسکراہٹ کے ساتھ ہتھکڑیاں لئے عمران کی جانب بڑھنے

لگا۔ایسے میں ایک آفیسر نے موبائل کیمرے سے عمران کی ایک تصویر بھی اُتار لی۔جوں ہی کیمرے کا فلیش عمران پر پڑا اس کو جیسے ہوش آ گیا۔اس سے قبل وہ سانس لینا ہی بھول گیا تھا،عمران نے فوراً اپنے آپ پر نظر دوڑائی اور ارد گرد کا جائزہ لیا تو نیچے حوب صورت قالین کو دیکھ کر وہ بالکل ہکا بکا رہ گیا۔اس کے سامنے سر داور کی انتہائی بھیانک لاش پڑی ہوئی تھی، جنہیں بے حد سفاکی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ان کی لاش سے خون ابل ابل کر جم گیا تھا،اُن پر ان گنت خنجر سے وار کئے گئے تھے اور خنجر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟؟خنجر عمران کے ہاتھ میں تھا۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے،ہاتھوں اور کپڑوں سے خون ٹپک رہا تھا۔پھر اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ گیا، وہ کسی مشین نما انسان کی طرح لاشعوری طور کھڑا ہوا۔۔اور ۔۔۔۔اور وہ خاموش تھا اپنی سوچوں میں گم شاید حالات کا تجزیہ کرر ہا تھا کہ اس سے کہاں غلطی ہوئی ؟اس کے ساتھ یہ واردات کیسے ہوگئی ؟؟؟ مگر اب سوچنا فضول تھا، جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے ،کبھی اچھے تو کبھی برے اور کبھی انسان کی سوچ سے بھی زیادہ بگڑ جاتے ہیں،اسی تغیر کا نام زندگی ہے۔لہذا اس نے خود کو بہتی موجوں کے حوالوں کر دیا، یہی آپشن بہتر تھا،فرار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور کیپٹن فیاض نے نہایت فخر اور چوڑے سینے کے ساتھ اس کی کلائیوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔جیسے وہ اس وقت کوئی بہت بڑا عظیم کارنامہ سرانجام دے رہا ہو۔وہ علی عمران جس نے اب تک لاتعداد مجرموں کو قانون کے حوالے کیا تھا اور کئی بار اس نے کیپٹن فیاض کی مدد کی تھی

آج وہ خود قانون کے آہنی ہاتھوں میں تھے۔ بے شک قانون اندھا ہوتا اور اس کا عملی مظاہرہ آج اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔

☆☆☆

شہہ مات

ہوٹل سٹارسی ون پاکیشیا کے کیپیٹل کا سب سے بڑا سیون سٹار ہوٹل تھا۔ اس کو قائم ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہ اپنی شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک پندرہ منزلہ نہایت وسیع عمارت پر مشتمل تھا۔ وہاں ملک بھر سے لوگ اس کی شہرت کا سن کر آتے اور اس کے اسیر ہوجاتے تھے۔ اس ہوٹل میں زیادہ تر پاکیشیا کی ایلیٹ کلاس یعنی اشرافیہ آیا کرتی تھی اس میں سیاست دان، میڈیا کے لوگ، کچھ وی آئی پیز اور دیگر اہم سرکاری لوگ بھی وزٹ کرتے تھے۔ یہاں راتیں رنگین اور دن ویران ہوا کرتے تھے۔ ہوٹل انتظامیہ اور دیگر اسٹاف ویل ٹرینڈ تھے، ہوٹل کا مالک ایک اطالوی کرنل ولسن تھا اور اٹلی میں اپنے ہوٹلز کی ایک پوری چین کا مالک تھا۔ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر تھا اور ایک پروفیشنل فوجی ہونے کی وجہ سے فوجی عادات واطوار پر سختی سے پابندی کرتا تھا۔ اپنے ہوٹلوں میں بھی اس نے ڈسپلن پر کبھی بھی کمپرومائز نہیں کیا تھا۔ اس نے ایک بھرپور زندگی گذاری تھی، شکار اور مصوری کا شوقین تھا۔ شکار کی غرض سے وہ کئی دفعہ دنیا کے مختلف ممالک کا چکر لگا چکا تھا اور پھر اپنی نجی محفلوں

میں اپنی بہادری کے قصے خوب مرچ مصالے لگا کر سناتا تھا اور دوستوں سے بہت داد وصول کرتا تھا۔ کبھی کبھی مصوری بھی کرلیا کرتا تھا مگر وہاں اس کی زیادہ دال نہیں گلی تھی۔ اپنے ہوٹلوں میں باقاعدہ آرٹ پینٹنگز کی سالانہ نمائش منعقد کرواتا تھا اور دنیا بھر کی نایاب پینٹنگز کی مکمل آرٹ گیلری اس نے اپنے نام پر اٹلی میں قائم کر رکھی تھیں۔ اس کی تین شادیاں اور پانچ بچے تھے مگر بیویوں سے اکثر بیزار رہتا تھا لہذا ہمیشہ ان سے دور ہی رہتا تھا اور اکثر دوستوں سے کہا کرتا تھا کہ اس نے زندگی میں ایک بہت ہی سنگین غلطی کی ہے اور وہ ہے شادی اور وہ بھی تین دفعہ۔

✲✲✲

اٹلی میں کاروبار کی کامیابی کے بعد وہ اپنے ایک پاکیشیائی دوست کے مشورے پر پاکیشیا آ گیا اور یہاں اس نے ہوٹل سی سٹارون کی داغ بیل ڈال دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ پھر اس نے اپنے پاکیشیائی دوست کو ہوٹل کا ففٹی پرسنٹ پارٹنر بھی بنا لیا۔ اس ہوٹل کی خاص بات اس کا اسپیشل سیچر ڈے نائیٹ شو تھا۔ جو کبھی کبھی اسپیشل پلس بن جاتا تھا۔ اس دن دنیا بھر سے لوگ آ کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ جس میں میجک شو کو خاص مقبولیت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ تھیٹر شوز، مختلف کرتب کر کے دیکھانے

والے مداری، موسیقی کی دنیا کے شاہکار موسیقار غرض یہ کہ دنیا جہاں کے نایاب ہیروں کو تلاش کر کے لایا جاتا اور پھر ان سے ان کے فن کا مظاہرہ کرایا جاتا۔ آج بھی یہاں ایک زبردست شو کا اہتمام کیا گیا تھا، کرتب دیکھانے والے مداریوں سے لیکر میجک کی دنیا کا بے تاج بادشاہ مسٹر جانسن بھی آج اپنا خاص شو کرنے والا تھا۔ وہ یہاں اس سے قبل کئی شوز کر چکا تھا اور اس کی وجہ سے ہوٹل انتظامیہ کو اربوں روپے کا فائدہ پہنچا تھا۔ اس کے شو کی تشہیر ایک مہینہ قبل ہی کر دی گئی تھی اور مخیر حضرات نے لاکھوں کروڑوں روپے دے کر اپنی ایڈوانس ٹکٹ کروائی تھی اور اپنے لئے اسٹیج کے پاس پہلی چار قطاروں میں سیٹیں مختص کروائی تھیں۔ ہوٹل انتظامیہ کی جانب سے دعوی کیا گیا تھا کے اس سے قبل کسی نے بھی وہ آئٹمز نہیں دیکھے ہونگے جو مسٹر جانسن پیش کرے گا۔ آج وہ رات آ گئی تھی، مسٹر جانسن کا شو سب سے آخر میں تھا۔

۞۞۞

احمد منیر جو پرائم چینل کا نیوز بیورو چیف اور کرائم رپوٹر تھا، وہ بھی ہال میں موجود تھا۔ اس نے میڈیا کارڈ کھیلتے ہوئے انتظامیہ کو رام کر کے ایک سیٹ اور ایک میٹنگ روم بھی زبردستی لے لیا تھا، اصل میں وہ یہاں پر کسی سے ملنے کے لئے آیا تھا جسکے لئے اسے ایک الگ میٹنگ روم مل گیا تھا۔ آج کل ہوٹل والے یہ سہولت بھی دے رہے تھے۔ بڑے بڑے بزنس ٹائیکونز

یہاں آ کر کروڑوں ڈالرز کی ڈیلز کیا کرتے تھے۔ ان کی یہاں پر مکمل پرائیویسی کا اہتمام موجود تھا۔ تمام رومز ساؤنڈ پروف تھے تاکہ ان کے کسٹمرز کو کوئی شکایت نہ ہو۔ ہوٹل والے احمد منیر کو آخر سیٹ اور روم کیوں نہ دیتے؟ اس کی وجہ بڑی سادہ سی تھی، میڈیا سے پاکیشیا میں ہر کوئی ڈرتا تھا کیونکہ اگر ایک بار میڈیا والے کسی کی پگڑی اچھالنے پر آ جائیں تو کوئی ان سے نہیں بچ سکتا تھا۔ یہ لوگ انسان کے تن پر موجود سب کچھ اُتار لینے کی صلاجیت رکھتے تھے اور ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ اپنے گھر والوں کے بھی نہیں ہوتے۔ گزشتہ کئی برسوں سے میڈیا پاکیشیا میں ایک بے لگام گھوڑا بنا ہوا تھا، یہاں تک کے پاکیشیا سیکرٹ سروس والے بھی ان سے دور رہتے تھے۔ احمد منیر کے چینل کی عوام میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ بریکنگ نیوز اور لائیو ٹرانس میشنز کے کلچر نے گزشتہ چند برسوں میں پاکیشیائی چینلز کی ریٹنگز آسمانوں پر پہنچا دی تھی۔ یہ سادہ لو عوام کی ہر رائے بدلنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ جس میں احمد منیر کی تہلکا خیز کرائم اسٹوریز کا بھی کمال تھا لوگ اسکی اسٹوریز کے علاوہ اس کے تجزیے بھی سنتے تھے اور یہ عوام میں کافی مقبول صحافی سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک اسٹوری کے سلسلے میں آیا ہوا تھا اور جس شخص سے اسے اسٹوری ملنے کی توقع تھی، وہ قیامت خیز پراسرار، گہرا اور مقناطیسی شخصیت کا مالک تھا۔ اس سے اس کی اب تک جتنی بھی ملاقاتیں ہوئیں تھیں وہ اس شخص کی اصل حقیقت معلوم نہیں کر پایا تھا۔ حالاں کہ منیر احمد کا اصل کام ہی انوسٹی گیشن کرنا تھا مگر اس کے وجود میں اتنا سحر اور کشش تھی کے سامنے والا شخص اس کی حدت برداشت نہیں کر پاتا

تھا۔اس وقت ہوٹل کا ہال اوراسکے اوپر گیلری لوگوں سے بھری ہوئی تھا۔مرداورعورتیں سبھی موجود تھے اوراسٹیج پرایک مداری تلوار سے اپنےفن کا مظاہرہ کررہا تھا۔وہ بار بارفضاء میں اپنی تلوار اُچھالتا اور پھراسے منہ سے کیچ کرلیتا تھا۔حاضرین اس کے ہرکیچ پرخوب داد دے رہے تھے اور کچھ جذباتی لوگ جوش میں آ کرزندہ باد۔۔۔۔۔شیرا۔۔۔۔کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنی تلوار کوفضاء میں اُچھالنے کے بعد اسے اپنے ہاتھوں سے کیچ کرکے ایک دم اپنی شاہ رگ میں اُتارلیا۔کئی خواتین کی چیخیں نکل گئیں جبکہ مرد حضرات اپنی سانسیں روکے پھٹی ہوئی نگاہوں سے یہ ناقابل دید منظر دیکھ رہے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وہ تلوار اپنی گردن کے پار کرلی۔تھوڑا تھوڑا خون اسکی گردن سے رسنے لگا اور پھر دوسرے ہی پل میں اس نے وہ تلوار اپنی گردن سے نکالی اوراسے فضا میں ایک بار پھر اُچھال دیا۔حاضرین کے دیدے پھر پھیل گئے،جبکہ کسی کسی کے منہ ان کے چہروں کے جغرافیئے سے بھی زیادہ چوڑے ہوگئے۔اڑتی ہوئی تلوار کواس نے اپنے دانتوں سے کیچ کیا اور پھراسے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنی گردن مخصوص انداز میں جھکائی گویا حاضرین سے الوداعی داد وصول کررہا ہو۔سب لوگوں نے دل کھول کراس کی پذیرائی کی اورخوب تالیوں سے نوازا۔

اس کے بعد ایک لڑکی جو اسٹیج اناؤنسر کے فرائض انجام دے رہی تھی اسٹیج پرآتے ہی اس نے مائیک پراعلان کیا۔

''محترم خواتین وحضرات! تھا جس کا انتظار آ گیا وہ شاہکار، انتظار کی گھڑیاں اب ختم ہوئیں۔ آپ سب لوگوں سے ہوٹل سٹار سی ون کا جو وعدہ تھا اب وہ پورا ہونے جا رہا ہے۔ دل تھام کر بیٹھیں، کیونکہ مسٹر جانسن آج جو میجک شو پیش کرنے جا رہے ہیں وہ اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔۔۔۔۔''

وہ روانی سے اپنی مترنم آواز میں بولی چلی جا رہی تھی اور لوگوں کا تجسس بھی بڑھتا جا رہا تھا۔اس اعلان کے بعد مسٹر جانسن اور اس کا اسسٹنٹ اسٹیج پر آئے،اس نے مخصوص جادوگروں والا انگریزی لباس پہنا ہوا تھا اور گلے میں لاتعداد لاکٹس، اور انگلیوں میں رنگز پہنی ہوئی تھیں۔وہ اسٹیج پر اپنا مائیک ساتھ لیتے ہوئے آیا تھا، آتے ہی اس نے پہلے اپنا گلا صاف کیا اور پھر گویا ہوا

''قابل قدر حاضرین ! آج صرف ایک ہی آئٹم ہوگا اور اس کے بعد شو ختم ہوجائے گا۔۔۔۔۔''

اس کے اس اعلان سے کچھ لوگ مایوس ہوکر کھڑے ہوگئے اور احتجاج کرنے لگے۔جس پر انتظامیہ نے ان کو سمجھا بجھا کر بٹھا دیا۔

''میرے انتہائی قابل قدر حاضرین! میں اس سلسلے میں آپ لوگوں سے دل کی گہرائیوں سے معذرت چاہتا ہوں۔ میری طبعیت کچھ ناساز ہے، مگر میرا آپ سے وعدہ ہے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔زیادہ انتظار کروائے بغیر میں آپ کو آج کا شو دکھاتا ہوں۔۔۔۔۔۔ مجھے اپنے

آئٹم کے لئے آپ میں سے ایک ہمت والی خاتون اور ایک ہمت والے مرد کی ضرورت ہے جو بخوشی آنا چاہے آجائے۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھیں گھبرائیں نہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔مجھ پر اعتماد رکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔''

اس کے اعلان کے بعد کچھ خواہش مند افراد نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔جس میں سے انتظامیہ نے ایک مرد اور عورت کا انتخاب کر کے انہیں اسٹیج پر بھیج دیا۔سب سے پہلے مسٹر جانسن نے عورت کو اپنے دائیں ہاتھ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ عورت اس کے ہاتھ کو گھورنے لگی ، آہستہ آہستہ وہ اپنا ہاتھ اس کے قریب لیجانے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جادوگر کا ہاتھ عورت کے بالکل قریب آ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے اسی ہاتھ سے چٹکی بجائی اور عورت چکراتے ہوئے زمین پر گرنے ہی لگی تھی کے اس نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔اتنی دیر میں اس کا اسسٹنٹ بیک روم سے ایک ٹیبل لے آیا۔ پھر عورت کو اسی ٹیبل پر لیٹا دیا گیا،معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بے ہوش ہوگئی ہو۔ دوسرے آدمی کے ساتھ بھی یہی عمل دوہرایا گیا اور اسے بھی ایک دوسری ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ پھر وہ عورت کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے ٹیبل کے چاروں طرف ہاتھوں کو لہرا لہرا کر کوئی ورد کرنا شروع کر دیا۔عورت کا جسم جوں کا توں ٹیبل پر پڑا رہا جیسے اکڑ گیا ہو۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کوئی خاص اشارہ کیا تو اسسٹنٹ نے عورت کے نیچے سے ٹیبل آہستہ سے ہٹا دی۔ مگر عورت کا وجود ویسے ہی ہوا میں اکڑا ہوا موجود رہا جیسے ہوا میں تیر رہا ہو۔ پھر جادوگر نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تیزی سے فضاء میں بلند کیا اور اس کے ہاتھوں

کے ساتھ ساتھ وہ عورت بھی اسٹیج کے فرش سے بلند ہوتی چلی گئی۔ تمام ہال پر سکتہ طاری تھا جیسے وہ زندہ لاشیں ہوں۔

وہ کوئی ۱۵ فٹ بلند ہوئی ہوگی کہ جادوگر نے ہاتھ روک لیا۔ یہی عمل اس نے دوسرے ٹیبل پر پڑے ہوئے آدمی کے ساتھ بھی کیا مگر اس بار ہال تالیوں سے گونج اُٹھا سب جادوگر کو داد دے رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں میزوں کو دوبارہ اسی جگہ پر رکھ دیا گیا جہاں وہ پہلے تھیں۔ پھر دوبارہ جادوگر نے ہاتھوں کو بلند کیا اور زمین پر گرا دیا۔ وہ دونوں مرد اور عورت آہستہ آہستہ میزوں کی جانب آنے لگے اور پھر وہ ایسے ہی ٹیبلز پر سج گئے جیسے پہلے تھے۔ جادوگر جانسن نے پھر کوئی اشارہ کیا تو دونوں کے جسموں میں حرکت ہونے لگی اور پھر وہ اُٹھ کر یوں حیرت سے سب کو دیکھنے لگے جیسے انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ ان کے ساتھ کیا بیتی ہے۔ سب لوگ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے مسلسل تالیوں کی گونج میں جادوہ گر اور اس کے فن کو خیراج تحسین پیش کیا۔ سب لوگ بہت خوش تھے، ان کا گلہ ایک ہی آئٹم میں جادوگر نے دور کر دیا تھا ان کے پیسے وصول ہو گئے تھے۔

البتہ احمد منیر یہ سب کچھ دیکھ کر اُکتا سا گیا تھا، رہ رہ کر پہلو بدل رہا تھا پھر وہ اُٹھا اور لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔ لفٹ سے وہ چوتھی منزل پر پہنچا جہاں پر اس کا روم مخصوص تھا۔ ہوٹل کے گارڈز ہر پل لفٹ میں موجود رہتے تھے اور انتہائی چاق و چوبند۔ ہوٹلوں میں ان دنوں سکیورٹی کے کافی مسائل چل رہے تھے لہذا اچھے ہوٹل والوں کو ہر راہداری، ہر گیلری یہاں

تک کہ لفٹ میں بھی گارڈز رکھنا پڑتے تھے۔

چوتھی منزل پہ ایک طویل راہ داری تھی، جس میں احمد منیر کے میٹنگ روم کا نمبر اے سٹار ففٹی نائن تھا۔ روم لاک تھا چابیاں اس کے پاس تھیں، روم کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا مگر بہت ہی خوبصورت ڈیکوریڈ کمرہ تھا۔ بہت ہی شاندار پردے اور اسی میچنگ کا پیارا قالین۔ چار عدد صوفے آمنے سامنے رکھے ہوئے تھے اور ان کے بیچ میں دو درمیانے سائز کی میزیں۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے پھر ایک صوفے پہ جا کر گر پڑا۔ بوریت نے اسے شاید تھکا دیا تھا، پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اس کے دماغ میں اسی پراسرار شخص کا وجود لہرانے لگا۔ نہ جانے وہ کون سی بلا تھی جس کو یاد کرتے ہی اس کے وجود میں چیونٹیاں رینگنا شروع ہو جاتی تھیں۔ وہ کافی سخت جان واقع ہوا تھا کیونکہ میڈیا میں کام کرنا اور پھر ساتھ میں رپوٹنگ اور وہ بھی کرائم کے شعبہ میں انتہائی جان جوکھوں والا کام تھا۔ آئے روز اسے دھمکیاں ملتی رہی تھیں مگر وہ اپنے کام کا دھنی تھا لگا رہتا تھا اور مشکل حالات میں بہت بڑی بڑی کرائم اسٹوریز پرائم چینل پر بریک کرتا رہتا تھا۔ مگر اس بار اس کا پالا ایک ایسی چیز سے پڑا تھا جو اس سے اس کی طبیعت کے خلاف بھی کام کروا لیتی تھی۔ اس پر اس کی پراسرار شخصیت کا اتنا خوف طاری تھا کہ سردیوں میں بھی ماتھے پر پسینہ بہنے لگا، اس نے جیب سے ٹشو پیپر نکال کر ماتھا صاف کیا۔ اس کے سامنے اس کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔ وہ اب تک معلوم نہ کر سکا تھا کہ اس کے کیا ارادے ہیں اور وہ اس سے کیا کام لینا

چاہتا تھا۔مگر یہ اس کے کام آ تا رہا تھا اور اس نے اسے کافی اہم معلومات فراہم کی تھیں۔
اتنے میں دروازہ کھلا اور باہر سے ایک شخص نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا یہ وہی تھا جو اب تک احمد منیر کے دماغ کو دیمک کی طرح چاٹتا رہا تھا۔ جو اس کے وجود کو اندر سے بالکل کھوکھلا کر چکا تھا، وہ ایک دراز قد شخص تھا، رنگ گندمی، لمبے بال جو شانوں تک پھیلے ہوئے تھے مگر نہایت سلیقے سے۔ نچلا ہونٹ سائیڈ سے تھوڑا سا کٹا ہوا اور اس کی آنکھیں۔۔ اس کی آنکھیں ہی تو تھیں جو مخالف آدمی کے وجود میں گھڑ جاتی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی یا وہ زہریلی تھیں، اسے بیان کرنا مشکل تھا۔اس نے اوورکوٹ پہن رکھا تھا، اسکی پرسنیلیٹی میں بہت چارم تھا، جاذب نظر، دیکھنے والے کو اپنے سحر میں گرفتار کرسکتا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی احمد منیر آٹومیٹک انداز میں کھڑا ہوا اور مصافے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔مگر وہ پراسرار آدمی احمد منیر کو نظر انداز کرتا ہوا، نہایت پروقار انداز میں چلتے ہوئے سامنے والے صوفے کے پہلو میں بریف کیس رکھتے ہوئے گھوما اور صوفے کے پیچھے آ گیا اور بڑے اسٹائل کے ساتھ اس نے اپنا اوورکوٹ اتار کر اس میں سے سگار کیس اور لائٹر الگ کیا، پھر اوور کوٹ صوفے کی پشت پر رکھتے ہوئے گھوم کر بڑی شان بے نیازی سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔جبکہ اس دوران احمد منیر قدرے بوکھلائے ہوئے انداز میں سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔اب ان کے درمیان صرف ایک میز حائل تھی۔اس پراسرار شخص نے کیس میں سے ایک سگار نکالا اسکو لائٹر سے سلگایا، دوتین گہرے کش لئے اور دھواں

ہوا میں چھوڑتے ہوئے اس نے سگار کیس اور لائٹر اپنے پاس رکھ لیا۔ اب وہ احمد منیر کو گھور رہا تھا اس کی آنکھوں میں سانپ جیسی چمک آ گئی تھی۔ پھر وہ گویا ہوا

’’چڑیا پھنس گئی۔۔۔۔۔۔۔کھیل شروع ہو چکا۔۔۔۔۔۔۔۔‘‘

اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ جبکہ احمد منیر کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ اپنی نظریں اس کی مقناطیسی نظروں سے ملا سکتا۔ وہ پلکیں بچھائے اس کے سامنے یوں بیٹھا تھا جیسے اس کا مرید ہو۔

’’اس کھیل کی بساط میں نے بچھائی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اور اس بساط کا ہر مہرہ میری مرضی سے خانے چلے گا۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے میں چاہوں گا ویسے ہوتا چلا جائے گا۔۔۔۔۔۔ شکاری جب شکار کو پکڑتا ہے تو شکار اپنے بچاؤ کی خاطر خوب تڑپتا ہے، مچلتا ہے، اپنی جان بچانے کی کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔پس وہی تڑپنا، وہی مچلنا۔۔۔۔۔۔شکاری کے لئے لطف کا باعث ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔اور ان لمحوں کی چاشنی بہت تھوڑے وقت کے لئے ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔پھر شکاری اپنے شکار کے پر کاٹ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جانتے ہو کیوں؟۔۔۔۔۔۔کیونکہ شکار کو اگر تھوڑا ٹائم اور مل جائے تو وہ پھر ُہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔‘‘

پھر اس نے بریف کیس اٹھا کر ٹیبل پر رکھ دیا جبکہ اس دوران اس نے سگار اپنے منہ سے لگا لیا تھا اور احمد منیر دم سادھے کن انکھیوں سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔

’’اس میں تمہارے کام کی اور میرے مطلب کی بہت سی چیزیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔خیال رکھنا

اگر تھوڑی سی بھی گڑبڑ ہوئی تو میں پیادوں کو اپنے ہاتھوں قربان کر دیا کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

جس دشمن کا شکاری میں بن جاؤں۔۔۔۔۔۔۔پھر اس کا مرنا لازمی ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔

جس پیادے پر میں ہاتھ رکھ دوں وہ شاہ بن جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جس شاہ کے خلاف میں بساط سجالوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی شہہ مات اس کے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔‘‘

وہ خاموش ہوا اور اس کا زہر کمرے کی فضاؤں میں معلق ہو گیا۔۔۔۔

☆☆☆

تیسرا باب

بریکنگ ـــــ نیوز

سرسلطان اپنے آفس میں نہایت بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ان کے ماتھے پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔انہیں رات والے سرعبدالرحمان اور کیپٹن فیاض کے خفیہ آپریشن کی اطلاع مل چکی تھی۔سرداور کے نہایت سفا کانہ قتل اور علی عمران کا موقعہ واردات پر رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کا شدید غم تھا۔اس آپریشن کی مکمل رپورٹ صدر صاحب تک بھی پہنچ چکی تھی اور انہوں نے اس پر گہرے غم و غصے کا اظہار بھی کیا تھا۔توقع تھی کہ وہ بہت جلد ایک اعلیٰ سطحی اجلاس طلب کرتے ،جس میں ایکسٹو کی شمولیت بھی ممکن تھی۔

سرسلطان کواس میں کوئی بہت ہی گہری سازش نظر آرہی تھی اور انہیں اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ جب یہ رپورٹ میڈیا پر لیک ہوگی یا سینٹرل انٹیلی جنس بیورو والے خود پریس کانفرنس کرکے اطلاع دیں گےتو میڈیا نہ جانے کیسا طوفان کھڑا کردے گا اور اس کے بعد پورے ملک میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا جائے گی۔عمران نے جو اپنی پوری زندگی لگا کر

پاکیشیا سیکرٹ سروس جیسے معتبر ادارے کو کھڑا کیا تھا کہیں وہ سب کچھ ہی خاک میں نہ مل جائے۔سرداور کی موت کی خبر کو بہت دیر تک دبایا نہیں جاسکتا تھا۔کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی ٹائم پر بات کھلنی ہی تھی اور پھر عمران پر میڈیا ٹرائل شروع ہوجانا تھا۔اس کی خوب کردار کشی ہونی تھی ۔جس کی زد میں آ کر کوئی بھی بچ نہیں سکتا تھا۔عمران اُس کشش ثقل کا نام تھا جس سے بہت سے لوگ جڑے ہوئے تھے۔ بہت سے گھرانے اور ادارے اس سے وابستہ تھے۔ عمران اس مالا کا نام تھا جس نے سب کو ایک لڑی میں پرویا ہوا تھا۔سب کچھ تہس نہس ہوجانا تھا، یہ صرف اکیلے عمران کی نہیں بلکہ پورے پاکیشیا کی شکست ہوتی۔اس وقت پاکیشیا کی سلامتی کو شدید خطرہ لاحق تھا۔پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس پر انگلیاں اٹھتیں، اس کے چیف ایکس ٹو پر طرح طرح کے سوالات اٹھائے جاتے ۔یہ بات اب چھپ نہیں سکتی تھا۔حالانکہ عمران کے بارے میں کسی کو یہ مکمل پتہ نہیں تھا کے وہ سیکرٹ سروس کے لئے کس حیثیت سے کام کرتا ہے۔مگر یہ اکیسویں صدی کا میڈیا اور چینلز کا دور تھا اس سے کچھ چھپانا کافی مشکل تھا۔عمران اس وقت انٹیلی جنس والوں کی کسٹڈی میں تھا، جبکہ سرداور کی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی انٹیلی جنس والوں کی فورنسک ٹیم کر رہی تھی ۔ابھی تک سرداور کی فیملی کو سرداور کے قتل کے حوالے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔تمام معاملات کا کنٹرول اس وقت انٹیلی جنس والوں کے ہاتھ میں تھا اور اس کیس کی انوسٹی گیشن کیپٹن فیاض خود کر رہا تھا جبکہ اس کی نگرانی براہ راست سرعبدالرحمان کے ہاتھوں میں تھی۔سرسلطان کی خواہش تھی کے کسی طرح سے ان پر ایکسٹو کی

طرف سے دباؤ ڈلوا کر یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کرا لیا جائے۔مگر بظاہر ایسی صرف خواہش رکھی جاسکتی تھی ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔وہ بلیک زیرو سے بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اس کی جانب سے تا حال کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔تنگ آ کر انہوں نے بلیک زیرو کے پرسنل نمبر پر ٹیکسٹ میسج بھی بھیج دیا۔انہیں مزید تشویش لاحق ہوگئی تھی،اسی وجہ سے وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگے تھے۔سرداوران کے فیملی فرنڈ تھے اوران کی آپس میں کافی بے تکلفی تھی۔بے پناہ مصروفیات کے باوجود وہ انکے یہاں کبھی کبھار ویک اینڈ پر پہنچ جایا کرتے تھے اورانہیں ان کی لیباٹری سے نکال کر پاکیشیا کے سب بڑے کنگز گالف کلب لے جایا کرتے جہاں پر گالف کورس میں ہلکی پھلکی گیم ہو جایا کرتی تھی۔دوپہر کے کھانے میں فاسٹ فوڈ ہوتا تھا جو وہ وہیں رسٹورنٹ پر کھا کر گھر روانہ ہو جاتے تھے۔وہ دنوں کنگز کلب کے وی آئی پی ممبر تھے،ان کے ساتھ فُل پرٹوکول بھی ہوتا تھا جو گھر سے گالف کلب اور پھر گالف کلب سے گھر تک ساتھ ساتھ چلتا تھا۔بس اب یادیں ہی باقی رہ گئی تھیں،جو موم بتی کی لو کی طرح آہستہ آہستہ اندر ہی اندر پگھل رہیں تھیں۔

❁❁❁

پرائم نیوز چینل کے نیوز اسٹوڈیو میں اس وقت اینکر شازیہ کلیم اپنے ساتھی اینکر اجمل جامی اور

دیگر اسٹاف کے ساتھ کیمرے کے پیچھے موجود گرما گرم بحث کر رہے تھے ۔ ہائی کوالٹی کیمرے آن تھے جو اسٹوڈیو کی مختلف زاویوں سے منظر کشی کر رہے تھے۔ پھر اینکر شازیہ ایک اسٹائل سے چلتی ہوئی کیمرے کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی جبکہ اس دوران اس کی بیک گراونڈ اسکرین میں بہت بڑا پرائم چینل کا لوگو بار بار فلیش ہو رہا تھا۔

''پرائم چینل پر اب تک کی سب سے بڑی خبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'

اینکر شازیہ نے سنسنی خیز انداز میں چیختے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

اس کا ساتھی اینکر ایک دم سے کیمرے پر ظاہر ہوا اور اس نے اس سے زیادہ سنسنی خیر انداز اختیار کرتے ہوئے کہا

''ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب سے بڑی خبر۔۔۔۔۔۔۔۔ناظرین آپ کو ہم پرائم چینل پر اب تک کی سب سے بڑی اور تہلکا خیز خبر دینے والے ہیں جسے سن کر آپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔۔۔۔۔۔ اب تک کی سب سے بڑی بریکنگ نیوز۔۔۔۔۔ ۔۔۔''

پھر وہ خاموش ہوا اور شازیہ نے مزید سنسنی پھیلاتے ہوئے ہسٹریائی انداز میں چیختے ہوئے کہا

''ہاں۔۔۔کل رات پاکیشیا کے سب سے بڑے اور نیشنل لیول کے سائنسدان سر ڈاکٹر داور کو نہایت ہی بہیمانہ انداز میں انکی کوٹھی میں شہید کر دیا گیا۔۔۔''

وہ خاموش ہوئی تو اسکے بیک گراونڈ میں سر داور کی تصویر فلیش ہونے لگی ، پھر اس کا ساتھی اینکر اجمل جذباتی انداز میں چیخا

’’ہاں پاکیشیا کا اثاثہ۔۔۔۔۔۔۔پاکیشیا کی شان۔۔۔۔۔پاکیشیا کی جان۔۔۔۔۔۔جس نے پاکیشیا کو ناقابل تسخیر بنایا کل رات انہیں نہایت بے دردی کیساتھ شہید کر دیا گیا۔۔۔۔۔‘‘

وہ خاموش ہوا اور اس دوران سرداور کی دوسری فوٹو بیک گراؤنڈ پر فلیش ہوئی اور پھر اینکر شازیہ بولی

’’ہاں وہی سرداور جنہوں نے پاکیشیا کے لئے لاتعداد خدمات سرانجام دیں۔ان کو کل رات ایک ظالم نے خنجروں کے وار کر کے سفاکانہ انداز میں شہید کر دیا۔۔۔۔۔۔‘‘

اس دوران سرداور کی ایک اور فوٹو گردش کرتی ہوئی بیک گراؤنڈ پر طلوع ہوئی۔

’’ہاں پاکیشیا کے تین دفعہ کے نیشنل پرائڈ ونر۔۔۔۔۔۔اب اس دنیا میں نہیں رہے اور ان کو شہید کرنے والے درندے قاتل کا نام سن کر آپکو اپنے کانوں پر یقین نہیں آئے گا۔۔۔۔جی ہاں بالکل یقین نہیں آئے گا۔۔۔۔۔۔اور قاتل بھی ایسا جو اسی رات ہی رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا۔۔۔۔۔۔ان کا بے رحم قاتل اور کوئی نہیں ڈائریکٹر جنرل آف پاکیشیا سینٹرل انٹیلی جنس بیورو سر عبدالرحمن کا بیٹا علی عمران ہے۔۔۔۔۔‘‘

اس کے ساتھ ہی پس منظر میں عمران اور سر عبدالرحمان کی دو بڑی تصاویر نظر آنے لگیں۔

’’ہاں اور انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی گرفتاری بھی سر عبدالرحمان کی سربراہی میں ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔اس بارے میں مزید تفصیلات جاننے

کے لئے ہم رخ کریں گے سرداور شہید کی کوٹھی کا جہاں پر اس وقت پرائم چینل کے معروف کرائم بیورو چیف احمد منیر صاحب موجود ہیں ۔۔۔۔جی احمد منیر صاحب بتایئے گا۔۔کیا تازہ ترین اطاعات ہیں اس وقت آپ کے پاس۔۔۔۔۔''

یہ کہتے ہی اینکر شازیہ گھومی اور اپنا رخ بیک گراؤنڈ اسکرین کی جانب کرلیا۔اس کے ساتھ ہی اسکرین درمیان سے پھٹی اور اس پر اگلا منظر روشن ہو گیا جو سرداور کی کوٹھی کا بیرونی حصہ تھا۔ان کے پھاٹک پر احمد منیر ایک بڑا سا مائیک لیکر کھڑا تھا جس پر پرائم چینل کا ایک بہت پیارا لوگو لگا ہوا تھا۔جبکہ اس کے پیچھے ایک پیلے رنگ کی پٹی لگی ہوئی تھی جس پر انگریزی زبان میں ایک عبارت لکھی ہوئی تھی

"Crime Scene Do not Cross" کوٹھی کا پھاٹک بند تھا،جبکہ دروازے پر انٹیلی جنس کے چند اہلکار سول وردی میں موجود تھے۔احمد منیر جو اپنے کانوں میں موجود آلے کی مدد سے اسٹوڈیو کی نشریات سن رہا تھا اس نے شازیہ کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''شازیہ میں اس وقت سرداور کی کوٹھی کے باہر کھڑا ہوں۔کل رات یہاں صبح صادق سے پہلے سرداور کو نہایت بری طرح سے شہید کیا گیا، اس شہادت کا مرکزی ملزم علی عمران بھی موقعہ واردات سے دھر لیا گیا۔ یہ خفیہ آپریشن کیپٹن فیاض صاحب نے سر عبدلرحمان صاحب کی سربراہی میں کیا۔اس وقت پوری عمارت کو انٹیلی جنس کے افسران نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔انٹیلی جنس کے اندرونی ذارائع کے مطابق آج کسی بھی وقت سر عبدالرحمان صاحب

اور کیپٹن فیاض صاحب مشترکہ پریس کانفرنس بھی کریں گے ۔جس میں وہ میڈیا کو رات والے انتہائی سنسنی خیز آپریشن پر بریفنگ دیں گے۔ بتایا جاتا ہے کے یہ مرکزی ملزم علی عمران انتہائی شاطر اور خطرناک انسان ہے اس کے کئ خفیہ بینک اکاؤنٹس ہیں۔جبکہ اس کے تعلقات اوپر سرکاری سطح پر بھی بہت گہرے ہیں۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے بھی خفیہ طور پر کام کرتا رہتا ہے۔ البتہ اس کے کام کی نوعیت جاننے کے لیے پرائم نیوز کی کرائم ٹیم لگاتار انوسٹی گیشن کر رہی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ علی عمران انڈر ورلڈ میں بھی کافی اثر ورسوخ رکھتا ہے۔اس کے ایک اشارے پر پتے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔ یہ شاطر انسان انتہائی خفیہ زندگی گزارتا ہے۔کیپٹن فیاض صاحب سے بھی اس کی ذاتی مراسم ہیں اور اس حوالے سے میڈیا کو وہ بہتر بریف کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔جی شازیہ۔۔۔''

احمد منیر نے اپنی بات ختم کی اور پھر شازیہ کو مخاطب کیا

''احمد منیر صاحب یہ صدر صاحب بھی کوئی اس حوالے سے ایکشن لیں گے اور کیا اب تک انہیں اس کی رپورٹ مل چکی ہے؟''

''شازیہ۔۔۔۔۔۔صدر صاحب کو اس حوالے سے بالکل رپورٹ مل چکی ہے انہوں نے گہرے غم و غصے کا اظہار بھی کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ علی عمران کو کسی طور پر چھوڑا نہ جائے اور وہ بہت جلد اس بارے میں ایک بہت اہم اعلان بھی کرنے والے ہیں۔ اس حوالے صدر صاحب کوئی بہت ہی اعلیٰ سطح کا اجلاس بھی بلا سکتے ہیں۔ جی شازیہ۔۔۔۔۔''

’’بہت بہت شکریہ احمد صاحب آپ نے ہمیں بہت اہم خبریں دیں اور ہم یہاں اسٹوڈیو میں بھی اپنے ناظرین کو لمحہ بہ لمحہ باخبر رکھیں گے۔ بہت شکریہ سر ہم آپ سے پھر رابطہ کریں گے۔ ابھی ہم اپنے ناظرین کو بتاتے چلیں کے ہم نے اس بہت اہم خبر پر پاکیشیا کی سب سے بڑی لائیو ٹرانس مشن کا اہتمام بھی کرنے جا رہے ہیں جس میں ہم اپنے ناظرین کے سامنے مختلف تبصرے اور تجزیے پیش کریں گے۔ جبکہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم آپ کو بھی اپنی اس سب سے بڑی براہ راست نشریات کا حصہ بنائیں۔‘‘

’’آپ اپنا موبائل فون اٹھایئے اور ہمیں سرداور کی شہادت اور ان کی شہادت کا باعث بننے والے ظالم اور درندہ صفت ملزم علی عمران کو کیا سزا ملنی چاہیے اس حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کریں اور ہمیں ایس ایم ایس پر پی این سی (پرائم نیوز چینل) اسپیس اپنا نام، اپنے شہر کا نام اور اپنا پیغام لکھ کر تھری ٹو ڈبل زیرو پر بھیج دیں۔۔۔۔‘‘

✡✡✡

صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور صدیقی اس وقت جولیا کے فلیٹ میں موجود چوڑی ایل سی ڈی پر پرائم چینل کی لائیو ٹرانس مشن دیکھ رہے تھے۔ جولیا شدید غصے میں تیز تیز چل رہی تھی اور تنویر رہ رہ کر طنز کر رہا تھا۔ جبکہ صفدر، کیپٹن شکیل، اور صدیقی بھی کبھی کبھی تھوڑا سا بول لیتے تھے۔

’’چیف اس خبر پر نوٹس لیکر پرائم چینل کو شٹ اپ کال کیوں نہیں دیتے ؟؟‘‘

جولیا نے سختی سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

’’آخر کیوں لیں نوٹس؟ جو سچ ہے وہی بتایا جارہا ہے۔میں جانتا تھا عمران منحوس ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔خود تو ذلیل ہوگا ساتھ میں ہماری بھی شامت آجانی ہے۔‘‘

تنویر نے منہ بناتے ہوئے جولیا کی بات کا جواب دیا۔

’’بکومت۔۔۔‘‘

جولیا نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

’’جولیا! آپ کی پریشانی بجا ہے،میڈیا کو سرعام یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے کوئی میڈیا کے اخلاقیات بھی ہوتے ہیں۔۔۔‘‘

صدیقی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

’’میڈیا اتھارٹی کے نام سے ایک ادارہ ہے وہ سب چینلز کو مونیٹر کرتا ہے۔مگر معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہے۔ پرائم نیوز چینل کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔۔۔‘‘

صفدر نے صدیقی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا

’’عمران کی حرکتیں جب ایسی ہونگی تو کون میڈیا والوں کو روکے گا۔ یہ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے آیا بڑا ذہین فطین بننے والا۔۔۔‘‘

تنویر نے جل بھن کر عمران پر پھر تنقید کے نشتر چلائے۔

''ہمیں اب کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوگا۔ایسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر میڈیا کی یہ لائیو ٹرانس مشن نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے ضرور کوئی بہت بڑی سازش لگ رہی ہے، میں چیف سے بات کرتی ہوں، ہمیں اب ایکشن میں آنا ہوگا۔۔۔''

''جولیا اگر چیف نے کچھ کرنا ہوتا تو وہ اب تک کر چکے ہوتے ۔ مجھے لگتا ہے چیف پاکیشیا سیکرٹ سروس کی عزت کی خاطر عمران صاحب کو قربان کر دیں گے۔''

کیپٹن شکیل جواب تک بالکل خاموش بیٹھا تھا اس نے ایک دم سے چونکا دینے والا انکشاف کیا جس نے سب لوگوں کو حیران ہونے پر مجبور کر دیا۔

''میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔''

جولیا نے ایک سے دم تڑپ کر بولا۔ پھر دوسرے لمحے اسے شاید احساس ہوا تو اس نے بات بنائی۔

''کیونکہ وہ ہمارا ساتھی ہے۔ہم نے ایک ساتھ وقت گزارا ہے، ہم ایسے کیسے عمران کو مرنے دے سکتے ہیں۔میں چیف کو کال کر کے قائل کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔''

''مرنے دو اسے، پنگے وہ لے اور جب پھنس جائے تو خام خواہ کی مصیبت ہمارے گلے میں پڑ جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے، چیف نے جو سوچا ہے بالکل درست سوچا ہے۔۔۔''

''بکواس مت کرو۔تم دو چار منٹ، اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے۔۔۔''

جولیا نے جھلاتے ہوئے کہا اور تنویر نے برا منہ بناتے ہوئے اپنا چہرہ پھیر لیا۔

’’جولیا! ہمارے بھی آپ جیسے تاثرات ہیں۔عمران صاحب کو اس مشکل کی گھڑی میں سے ہمیں ضرور نکالنا ہوگا۔اتنا عرصہ ان کے ساتھ کام کرنے کے بعد ہم یہ مان ہی نہیں سکتے کے سر داور کو انہوں نے قتل کیا ہے۔اس کے پیچھے ضرور کوئی بہت گہری چال ہے اور ہمیں اسی چال کو بے نقاب کرنا ہے اور اس سب کے پیچھے موجود جو ماسٹر مائنڈ ہے ہمیں اسے بھی سب کے سامنے لانا ہوگا۔مگر کیسے؟ یہ ملین ڈالر سوال ہے۔۔۔‘‘

صفدر نے کہا اور سب اس کی گفتگو سننے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

چوتھا باب

گم شدہ فوٹیج

پرائم چینل کی لائیونشریات نے پورے پاکیشیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ہر شخص پرائم چینل کو ایس ایم ایس اور ان کے دفتر میں ٹیلی فون کر کے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کر رہا تھا۔ سب لوگ سرداور کی موت پر سخت رنجیدہ تھے، جبکہ بہت سے لوگ عمران پر خاصے برہم تھے، انہوں نے عمران کے لئے طرح طرح کی سزائیں بھی تجویز کر دی تھیں۔ کسی نے تجویز دی تھی کہ عمران کو ایک جنگلی ریچھ کے ساتھ پنجرے میں بند کر دینا چاہیے۔ تا کہ عمران کے جسم کے چیتھڑے اڑ جائیں اور آئندہ کسی کی جرات نہ ہو کے کوئی ایسا سنگین فیل انجام دے سکے۔ تو کسی نے کہا تھا کے عمران کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کو پاکیشیا کے کیپیٹل کے نواحی پہاڑوں میں موجود چوہوں والی غار میں چھوڑ آنا چاہیے تا کہ پہاڑی چوہے اس کے جسم پر قہر بن کر ٹوٹیں اور اس کے جسم کو نوچ کھائیں۔ کسی نے عمران کے لئے کیپیٹل سٹی میں موجود سب سے بڑے انٹرنیٹ والے ٹاور سے زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر ایک ہزار کوڑوں کی سزا تجویز کی تھی۔ کسی نے مشورہ دیا تھا کے عمران کو ایسی سخت دی جائے کے عمران کی روح صدیوں تک

تڑپتی، چیختی چلاتی پھرے اور اسے کبھی چین نصیب نہ ہو۔ جان پور قصبے سے ایک آدمی نے ایس ایم ایس کیا تھا کہ ”ہمارے قصبے سے تھوڑی دور ایک گھنا جنگل ہے، جس میں ایک بہت ہی قدیم اندھا کنواں ہے اس میں کئی زہریلے سانپ پائے جاتے ہیں۔ اگر علی عمران کو اس میں پھینک دیا جائے تو ہم سب قصبے والوں کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔“

ایک عورت نے انتہائی جذباتی انداز میں ایس ایم ایس لکھا تھا کہ ”میں نے جب سے یہ خبر سنی ہے میرے آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے، کیا کوئی ایسا جانور بھی ہو سکتا ہے جو انسان کو اس بے رحم طریقے سے مار دے۔ میری صدر صاحب سے اپیل ہے کہ وہ اس معاملے کا از خود نوٹس لیں اور علی عمران کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ اگر اس کیس میں مظلوموں کے ساتھ انصاف نہ ہوا تو یہ معاشرہ جنگل کا معاشرہ بن جائے گا اور یہاں علی عمران جیسے بھیڑیا صفت انسانوں کی کمی نہیں۔“

پاکیشیا کے ایک شہر سے کسی نے ایس ایم ایس کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”علی عمران اکیسویں صدی کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ یہ وہ ناسور ہے کہ جب تک اسے مکمل طور پر جڑ سے نہیں اکھاڑ دیا جاتا تب تک ملک میں امن نہیں آ سکتا اگر سرداور شہید جیسے عظیم انسان اتنی سکیورٹی کے بعد بھی محفوظ نہیں تو پھر ہم جیسے عام انسان کہاں محفوظ ہو سکتے ہیں؟ میری صدر صاحب سے اور اس ملک کی سب سے بڑی اعلیٰ عدالت فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے چیف جسٹس جناب ایس کے ملک صاحب سے اپیل ہے کے علی عمران نے جس طرح اپنے

جنگلی ہونے کا مظاہرہ کیا ہے، ہمیں بھی اس کے ساتھ بالکل ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔ میری رائے میں علی عمران کے جسم کے اتنے ٹکڑے کرنے چاہیئے جتنے اس نے سرداور کے جسم پر خنجر سے وار کیئے ہیں اور اس کے بعد اسے پاگل کتوں کے آگے ڈال دینا چاہیے۔۔۔۔''

غرض یہ کہ تمام لوگ جذباتیت کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنا غصہ کس طرح نکالیں۔

✡✡✡

صدر صاحب کا بیان بھی آ گیا تھا جس میں انہوں نے سرداو کے قتل کی پرزور الفاظ میں مذمت کی تھی اور کہا تھا کے علی عمران کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ملک بھر میں تین روزہ سوگ کا اعلان کرتے ہوئے پاکیشیائی پرچم سرنگوں رکھنے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے سرداور کے لئے ڈھیر ساری دعائیں اور فیملی کو صبر کی تلقین کی تھی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ سرداور کے جسد خاکی کو قومی پرچم میں لپیٹ کر فل پروٹوکول کے ساتھ انکی وصیت کے مطابق ان کے آبائی گاؤں میں دفنایا جائے گا۔ انہوں نے بیوہ اور بچوں کے لیے بہت بڑی رقم کا اعلان کیا تھا اور ساتھ میں سرکاری خزانے سے انکی فیملی کا پورا خرچ اٹھانے کے بھی احکامات جاری کیئے تھے۔ انہوں نے اس معاملے کا مکمل نوٹس لیتے ہوئے کل بہت بڑا

ہائی لیول اجلاس بلا لیا تھا۔جس میں انہوں نے ایکسٹو کو بھی مدعو کیا تھا۔توقع کی جارہی تھی کہ کل بہت اہم فیصلے ہونگے جس میں علی عمران کے مستقبل کا فیصلہ بھی کر دیا جائے گا۔

۞۞۞

سر عبدالرحمان اور کیپٹن فیاض پریس کانفرنس کے لئے آ گئے تھے۔ یہ پریس کانفرنس سینٹرل انٹیلی جنس بیورو کے میڈیا سیکشن کے دفتر سے منسلک ایک چھوٹے سے ہال نما کمرے میں ہورہی تھی۔تمام میڈیا چینلز کے مائیکس جن پر ان چینلز کے دیدہ زیب لوگوز لگے تھے، ان کے سامنے رکھے ہوئے تھے اور کیمروں کی فلیش لائٹس کھٹ کھٹ کر کے ان کے چہروں پر پڑ رہی تھیں۔ یہ چھوٹا سا ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے سر عبدالرحمان اور کیپٹن فیاض بیٹھے ہوئے تھے۔جبکہ ان کے دائیں جانب ایک بڑی سی ایل سی ڈی لگی ہوئی تھی جس پر 'سینٹرل انٹیلی جنس بیورو' کے الفاظ جھومتے لہراتے ہوئے فلیش ہورہے تھے۔ان کے سامنے مائیکس ،کاغذات کا پلندہ اور ایک ریموٹ کنٹرل بھی رکھا ہوا تھا۔جبکہ میز کے سامنے بہت سی کرسیوں پر صحافی حضرات اپنے پین اور نوٹ بکس کے ساتھ موجود تھے۔ان کی بیک پر بہت سے کیمرے فکس تھے جو اس پریس کانفرنس کی لائیو منظر کشی کررہے تھے۔ اس کے علاوہ پرنٹ میڈیا سے تعلق رکھنے والے بہت سے کیمرہ مین بھی موجود تھے جن کے

سینوں پر کیمرے لٹکے ہوئے تھے۔ جن کو وہ کبھی کبھی اٹھا کر کھٹ کھٹ کرتے ہوئے سر عبدالرحمان اور کیپٹن فیاض پر فلیش لائیٹس برسا رہے تھے۔ زمین پر تاروں کا جال بچھا ہوا تھا جو مائیکس سے نکل رہی تھیں اور ان کا رخ کیمروں کی جانب تھا۔ یہ پریس کانفرس شام پانچ بجے ہونی تھی مگر کچھ ضروری چیزوں کا اہتمام کرنے میں ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئی تھی۔

خیر سر عبدالرحمان سب سے پہلے بات کرتے ہوئے کہنے لگے۔

''میں آپ سب میڈیا والوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمارے لئے وقت نکالا آپ کو تمام تفصیل کیپٹن فیاض ہی بتائیں گے اور میں صرف آپ لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کے میرا علی عمران نامی شخص سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے اس بدبخت کو پہلے ہی اپنے گھر سے نکالا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے اسے اپنی جائیداد سے بھی عاق کر دیا ہوا ہے۔ لہذا آپ سے گذارش ہے کے بار بار میرا نام اس کے نام کے ساتھ نتھی نہ کیا جائے آپ سب کی مہربانی ہوگی۔۔۔''

اتنا کہتے ہی وہ غصے سے اٹھے اور پریس کانفرنس چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے۔ صحافیوں نے زور زور سے چیختے ہوئے سر عبدالرحمان کو آوازیں دیں۔

''سر سر بات سنیں۔۔۔ کیا آپ اس حقیقت سے جان چھوڑانا چاہتے ہیں کہ آپ کا بیٹا قاتل ہے؟؟ کیا آپ میڈیا کو سچ بتانے سے بھاگ رہے ہیں؟۔۔۔''

مگر وہ تب تک تیز تیز چلتے ہوئے وہاں سے جا چکے تھے۔ اتنے میں کیپٹن فیاض نے کھانستے

ہوئے میڈیا والوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

’’جی میں آپ سب دوستوں سے بے حد معذرت خواہ ہوں کہ یہاں پر تھوڑی سی بدمزگی ہوگئی، پلیز آپ اس بات کا برا نہ منائیں۔ میرے پاس آپ لوگوں کو دینے کے لئے بہت ہی سنسنی خیز خبریں ہیں۔ اس کے بعد میں آپ لوگوں کے ہر سوال کا جواب بھی دوں گا آپ سب دوستوں کو ناراض کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جی۔ پلیز آپ درگذر کریں، میں آپ کا بہت ممنون و شکر گزار ہونگا۔۔۔‘‘

کیپٹن فیاض نے بھرپور چاپلوسی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ سب صحافی خاموش ہو کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ شاید انہیں بھی توقع تھی کہ آج بہت سی بریکنگ نیوز ملنے والی ہیں۔

’’میرے بھائیو! سب سے پہلے تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ احتساب کا عمل اب شروع ہو چکا اور اب بڑی بڑی مچھلیاں پکڑی جائیں گی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ قانون سے بالاتر ہے۔ انہوں نے پاکیشیا کو لاوارث سمجھ لیا ہے، یہ جو چاہیں کرتے پھریں کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں۔ مگر انٹیلی جنس بیورو اور کیپٹن فیاض کے ہوتے یہ ممکن نہیں، اب ہر بڑا مگر مچھ پکڑا جائے گا، پاکیشیا جیسے عظیم ملک کو انہوں نے اپنا گندا تالاب سمجھ لیا ہے، اب یہ نہیں بچ پائیں گے۔ اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انٹیلی جنس بیورو کے ہاتھ بہت لمبے ہیں وہ مجروموں کو ان کے بلوں سے گرفتار کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی سلسلے کی پہلی کڑی علی عمران کی گرفتاری ہے، یہ شخص اپنے آپ کو بہت مکار، عیار اور چال باز

سمجھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کے اوپر بھی ایک بہت بڑا ادارہ موجود ہے جس کا نام 'سینٹرل انٹیلی جنس بیورو' ہے۔ ہماری تو عمریں گزریں ہیں الجھے ہوئے کیسوں کی گھتیاں سلجھاتے ، مجرم خواہ اپنے آپ کو جتنا چالاک سمجھے مگر ہم قانون والے ہمیشہ ان سے دو ہاتھ آگے ہی ہوتے ہیں۔ ہمیں کل رات ہمارے ایک خفیہ انفامر نے اچانک یہ اطلاع دی تھی کہ سرداور صاحب کی جان کو آج رات شدید خطرہ ہے اور علی عمران ان کو شہید کرنے والا ہے۔ اس کے ارادے بہت خطرناک ہیں مگر آپ کے پاس بہت قلیل وقت ہے اگر دیر ہوئی تو آپ سرداور صاحب کو ہمیشہ کے لئے کھو دیں گے۔ لہذا اس اطلاع کی مکمل رپورٹ میں نے سر عبدالرحمان صاحب کو دی اور ان سے کہا میں نے اپنی ٹیم تیار کر لی ہے، وہ بھی ہمارے ساتھ ہو لئے اور ہم نے وہاں پہنچتے ہی سرداور کی کوٹھی کو مکمل گھیر لیا۔ مگر بدقسمتی سے علی عمران ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا اور جب تک ہم اس کے سر تک پہنچتے وہ شیطان اپنا کام پہلے ہی کر چکا تھا۔ صد افسوس کہ ہم سرداور صاحب کو نہ بچا سکے۔ ہم نے علی عمران کی موقعہ واردات پر جوں ہی فوٹو اتاری، تو وہ بزدل وہاں سے فرار ہونے ہی والا تھا کہ میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آہنی ہاتھوں میں دبوچ کر اسے فرار ہونے سے روک لیا اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ کو مروڑ کر وہ خنجر بھی زمین پر گرا دیا۔ یوں ہم نے اس کی گرفتاری بمعہ آلہ قتل کی۔ اس خبیث انسان نے پوری کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنڑول سسٹم تباہ کر دیا تھا اور کیمروں کی وہ سی سی ٹی وی فوٹیج جس میں اصل واردات کا ثبوت ہے تا حال غائب ہے۔ مگر میرا پورا یقین

ہے کہ وہ فوٹیج علی عمران کے کسی ساتھی کے پاس ہے۔وہ گم شدہ فوٹیج ہم بہت جلد میڈیا کے سامنے لے آئیں گے۔اس کے علاوہ کوٹھی کے دو گارڈز غائب ہیں، باقی تمام گارڈز کو زہریلی گیس چھوڑ کر مارا گیا جبکہ ایک گارڈ کی گردن بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔جو دو گارڈز تاحال غائب ہیں ان کی تلاش ابھی جاری ہے۔سرداور صاحب کی لاش کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے ان کی موت کی وجہ ہمارے فورنسک نے بھی وہی بتائی ہے جو آپ سب دوستوں کو پہلے سے معلوم ہے۔ان کی ڈیڈ باڈی ہم نے حکومت کو بھجوادی ہے جسے کل پورے اعزاز کے ساتھ ان کے گاؤں میں دفنا دیا جائے گا۔۔۔۔"

فیاض جو مسلسل بولتے ہوئے تھک گیا تھا چند ساعتوں کے لئے رکا۔گہرے سانس لئے اور پھر گویا ہوا

"آئیں میں آپ کو موقعہ واردات کی وہ فوٹو دکھاؤں جس میں علی عمران خنجر کے ساتھ موجود ہے۔۔۔۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریموٹ کنڑول سے ایک بٹن پریس کیا تو ایل سی ڈی پر علی عمران کی وہی فوٹو ڈسپلے ہونے لگی جو سینٹرل انٹیلی جنس بیورو نے کل رات کو جرم کے وقت لی تھی۔اس کے بعد اس نے ایک اور بٹن پریس کیا تو دوبارہ 'سینٹرل انٹیلی جنس بیورو' لکھا ہوا نظر آنے لگا۔اس نے اپنی تقریر پھر شروع کر دی۔

"علی عمران ایک کرپٹ آدمی ہے،اس کے کئی خفیہ اکاؤنٹس میں سے پانچ اکاؤنٹس کا ہم نے

سراغ لگا لیا ہے۔جس میں اربوں روپے رکھے ہوئے ہیں اور یہ سب پیسہ پاکیشیا کی غریب عوام کا ہے۔اس نے یہ سب پیسے بہت سے لوگوں کو بلیک میل کر کے ہڑپ کئے ہیں۔اس نے میرے فلیٹ پر بھی زبردستی قبضہ کیا ہوا ہے اور ہم اب وہ فلیٹ بھی واپس لے لیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جی میں اب آپ لوگوں کے سوالات لوں گا۔۔۔۔۔۔آپ لوگ ایک ایک کر کے اپنے سوال کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔جی بھائی آپ۔۔۔؟''

فیاض نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک صحافی کی طرف اشارہ کیا۔

''سر آپ نے کہا کے آپ کے ادارے 'سینٹرل انٹیلی جنس بیورو' کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور آپ لوگ ہمیشہ مجرم سے دو ہاتھ آگے ہوتے ہیں تو پھر سرداور کی شہادت کیسے ہوئی؟ کیا یہ آپ سمیت دیگر سکیورٹی فورسز کے منہ پر طمانچہ نہیں ہے؟ اگر اطلاع مل چکی تھی تو آپ کو علی عمران کو اس واردات سے پہلے روک لینا چاہیے تھا، اس کو یہ واردات آخر کرنے ہی کیوں دی گئی؟''

اس سوال کے پوچھتے ہی سخت سردی میں بھی کیپٹن فیاض کے پسینے چھوٹ گئے۔اس نے جلدی جلدی جیب سے رومال نکالا اور پسینا پونچھتے ہوئے کہا

''دیکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔مم میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ہم بالکل پہنچ گئے تھے۔۔۔۔مم مگر تھوڑی دیر ہو گئی۔۔۔۔۔''

کیپٹن فیاض بری طرح سے بوکھلا گیا تھا اس کو صحافی سے اس قسم کے سوال کی امید نہیں تھی وہ

سمجھا تھا کہ شاید میڈیا اس کی دل کھول کر تعریف کرے گا، اس کی بلے بلے ہو جائے گی اور وہ راتوں رات مشہور ہو جائے گا۔۔۔۔

''سر اگر آپ اتنے ہی قابل آفیسر ہیں تو کیا آپ ایک فلیٹ بھی علی عمران سے نہیں خالی کروا سکے؟ ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں عمران آپ کے ہاتھوں سے ہی فرار ہی نہ ہو جائے۔۔سر وہ قومی مجرم ہے۔۔۔۔۔''

ایک صحافی نے اسے ایک اور ترش سوال کیا۔

''سر اگر سینٹرل انٹیلی جنس بیورو کی کارکردگی اتنی ہی شاندار ہے کہ وہ پولیس کی طرح جرم ہونے کے بعد موقعہ واردات پر پہنچتی ہے تو پھر آپ کو اور سر عبدالرحمان صاحب کو فوراً ری زائین کر دینا چاہیے آپکی نااہلی کی وجہ سے سرداور کی جان گئی۔کیا آپ اپنے کئے پر شرمندہ ہیں؟ سر کیا آپ اپنی نااہلی پر قوم سے معافی مانگے گے؟''

''سر کیا آپ بتانا پسند کریں گے کے اگر علی عمران اتنا کرپٹ انسان تھا تو آپ کا ادارہ اب تک سو کیوں رہا تھا؟۔اس سے پہلے آپ نے اسے کیوں نہیں پکڑا؟''

''سر کیا آپ کو اتنی لوٹ مار کے بعد اب ہوش آیا ہے؟ کیا آپ ان بڑے مگرمچھوں کی فہرست میڈیا کو دینا پسند کریں گے؟''

''سر کیا آپ یہاں پر اپنی بہادری کے قصے سنانے آئے تھے؟۔۔۔۔''

ایک صحافی کی طرف سے دھلائی ختم ہوئی تو دوسرا شروع کر دیتا۔کیپٹن فیاض جو شاید قومی ہیرو

بننے آیا تھا آج اس کی میڈیا والوں نے وہ درگت بنا کے رکھ دی تھی کہ اب اسکا وہاں دو پل بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔

☆☆☆

پانچواں باب

سر بلیک کوبرا اِن ایکشن

ہوٹل سی سٹارون میں اس وقت کافی گہما گہمی تھی۔ڈائننگ ہال میں ڈی جے راکی نے خوب محفل سجائی ہوئی تھی۔لوگوں کو اس کی ہلکے ہلکے میوزک میں دلفریب آواز بہت بھلی لگ رہی تھی۔ جوزف بھی ڈائننگ ہال میں موجود تھا اور جام پر جام پیئے جارہا تھا۔اسے اپنے باس علی عمران کا غم لگا ہوا تھا،جس نے اسے اندر سے چور کر دیا تھا۔وہ پیتا جارہا تھا اور بہتا چلا جارہا تھا۔اس نے اپنے باس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیئے گا مگر اب وہ سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔صرف شراب میں مدہوش ہونا چاہتا تھا،کیونکہ شاید وہی اس کا غم ہلکا کر رہی تھی۔آخر وہ بھی انسان تھا،اس کے بھی جذبات واحساسات تھے،اسی میں ڈوب کر اس نے ایک بڑا گھونٹ حلق میں اتارا تو اس کی بوتل خالی ہوگئی۔ویٹر اس کے لئے ایک اور بوتل لے آیا اور اتفاق سے ڈی جے نے بھی غم کے بارے میں مدہم موسیقی میں دل کو کاٹ کھانے والے فقرے کہے جو جوزف سمیت دیگر لوگوں کے بھی وجود کو ہلا گئے۔

’’دوستو!غم اس جونک کا نام ہے جو ایک بار اگر انسان سے چمٹ جائے تو پھر اس کے جسم کا

پورا خون نچوڑے بغیر نہیں چھوڑتی۔ انسان کو غم اپنے محبوب کا بھی ہوتا ہے، حالات کا بھی اور کبھی کبھار کسی 'اپنے' سے بچھڑنے کا بھی۔ وہ کوئی 'اپنا' محبوب تو نہیں ہوتا مگر اس کا غم ہمیں اپنے محبوب کی جدائی سے بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ ہمارا دوست بھی ہوسکتا ہے، ہمارا استاد بھی اور کبھی کبھار ہمارے والدین میں سے بھی کوئی۔ غم ہماری زندگی کا ایک ایسا لازمی جزو ہے جو ہر شخص کو زندگی میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار ہوتا ہے۔ یہ انسان کی روح کو تڑپاتا ہے، اس کو اندر سے رلاتا ہے اس کو جلا کر کوئلہ کرتا ہے اور اسے خاک میں ملا دیتا ہے۔ غم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ مرد و عورت کی تقسیم میں پڑے بغیر دونوں کو یکساں محسوس ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں ایک اور بات بھی پتہ چلتی ہے اور وہ یہ کے یہ اندھا ہوتا ہے اور اس کی کاٹ اور توڑ پھوڑ سب کے لئے برابر ہوتی ہے۔ پھر انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ بے شک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں اگر یہ غم نہ ہو تو انسان زمین پر خدا بن جائے اور غم ہی ہے جو بہت سوں کو احساس دلاتا ہے کہ وہ صرف اپنے پروردگار کے سامنے محتاج اور اسی کے سامنے بے بس ہیں۔ بہت سے لوگ زمین پر آئے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر خدا نے ان کو بھی غم دیا تا کہ انہیں بھی احساس ہو کے خدا صرف ایک ہے اور وہی معبود برحق ہے۔ کیونکہ ہمارے حقیقی خدا کو کبھی غم نہیں ہوتا وہ اس سے پاک ہے۔ تو دوستو اس مرض کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ خدا سے لو لگانا، اسی کے آگے جھکنا اور اسی سے مدد مانگنا۔ بطور مسلمان ہمارا ایمان بھی یہی اور ہماری عبادت بھی یہی۔''

ڈی جے راکی کی بات ختم ہوتے ہی میوزک کی آواز ہلکی سی تیز ہوگئی اور جوزف نے ایک اور گلاس ختم کرڈالا۔ کچھ دیر بعد ایک اور میوزک کے ساتھ ڈی جے پھر شروع ہوا

''دوستو! غم کی بات ہورہی تھی، جس کے ساتھ میں زندگی کو جوڑتے ہوئے چند الفاظ آپ کی نظر کروں گا۔۔۔۔۔۔اگر زندگی کا کوئی مقصد نہ ہوتو زندگی فضول ہے۔غم اور تکلیفیں انسان کی زندگی میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں مگر ہمیں ان ہی میں کھوئے رہ کر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔خدا نے انسان کو اگر اس دنیا میں بھیجا ہے تو اس کے پیچھے کوئی مقصد ہے۔جس نے وہ مقصد پالیا، گویا اس نے زندگی گزارنے کی اصل وجہ تلاش کرلی۔خدا ظالم نہیں، وہ کبھی نہیں چاہے گا کے اس کا بندہ زندگی اور آخرت میں ناکام ہوجائے۔لہذا ہمیں اپنی زندگی کے اوائل سے ہی اپنی زندگی کی راہ متعن کرلینی چاہیے۔زندگی بہت قیمتی اور بہت تھوڑی سی ہے۔ یہ سگار کی اس راکھ کی طرح ہے جو آہستہ آہستہ ضائع ہوکر ایش ٹرے میں جارہی ہے۔بس فرق صرف اتنا ہے کے انسانوں کی ایش ٹرے مٹی کی بنی ہوتی ہے جبکہ سگار اور سگرٹ کی ایش ٹرے گلاس کی ہوتی ہے۔ہم چاہیں تو اپنی زندگی کو ون ویکنگ کرکے جوانی کے جوش میں آکر برباد کردیں۔ چاہیں تو مخلوق خدا کی مدد کرکے گزاریں اور اگر چاہیں تو کانوں میں ہینڈ فری لگا کر گانے سنتے گزاردیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔پس یہی فیصلہ ہم نے کرنا ہے اور بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے،خدا نے اختیار بھی ہمیں سونپ دیا ہے۔''

ڈی جے راکی نے اپنی بات ختم کی تو جوزف ایک اور بوتل ختم کرچکا تھا۔اس کی آنکھیں لال

ہو گئیں تھی اور وہ ہلکا ہلکا جھول رہا تھا مگر پھر بھی اس کے ہوش و حواس بحال تھے۔ اتنے میں ایک نہایت ہی خوب صورت مقامی نوجوان جس نے ڈارک گرین کلر کا تھری پیس سوٹ اور شائنگ لائٹ کلر کی ٹائی لگائی ہوئی تھی ایک دم سے جوزف کی ٹیبل پر ظاہر ہوا۔

''ہیلو مسٹر جوزف! سوری آپ کو میں نے ڈسٹرب کیا، میرا نام عامر ہے اور مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔ کیا میں آپ کے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا ٹائم لے سکتا ہوں؟۔۔۔۔''

اس نے اپنا تعارف کروایا اور جوزف سے اس کی ٹیبل پر بیٹھنے کی اجازت چاہی اتنے میں ویٹر آیا ایک بلیک ہارس کی بوتل سرو کی اور چلا گیا۔ جوزف نے منہ اٹھا کر بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر سر کے اشارے سے اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ وہ نوجوان جس نے اپنا نام عامر بتایا تھا شکریہ کرتا ہوا اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ جبکہ جوزف اس دوران بوتل کھول کر اسے گلاس میں بھرنے لگا۔

''مسٹر جوزف آپ کا بے حد شکریہ کے آپ نے مجھے اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دی۔ دراصل مجھے ایکسٹو نے بھیجا ہے۔۔۔۔۔''

عامر نے قدرے آگے جھکتے ہوئے، نہایت رازداری سے پختہ لہجے میں بات کی تو جوزف نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''مسٹر جوزف آپ تو جانتے ہیں کے علی عمران صاحب ان دنوں سخت مشکل میں ہیں لحاظہ

ایکسٹو کے انڈر کور ایجنٹ کی حیثیت سے آج کل میں ٹاپ سیکرٹ کام کر رہا ہوں۔ اسی سلسلے میں انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔۔۔۔۔۔ایک انتہائی ٹاپ سیکرٹ چیز مجھے آپ کو دینی ہے۔''

عامر کا لہجہ آہستہ آہستہ بے حد پر اسرار ہوتا جا رہا تھا۔ جوزف اسے مزید غور سے دیکھنے لگا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''مسٹر جوزف ابھی جو چیز میں آپ کو دینے والا ہوں وہ علی عمران صاحب کی زندگی بچانے کے لئے آگے چل کر ترُپ کے پتے کا کام دے گی۔ لہذا آپ نے اس کا خاص خیال رکھنا ہے اور اس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ میں امید کرتا ہوں کے آپ میری بات پر بالکل ویسے ہی عمل کریں گے جیسے ایکسٹو نے مجھے ہدایت دی ہے۔ وہی ہدایت میں آپ کو دوں گا۔۔۔''

عامر نے اپنی بات مکمل کی اور پھر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک 'ڈی۔ وی۔ ڈی' نکال لی جس پر بلیک مارکر سے 'ٹاپ سیکرٹ' لکھا ہوتھا۔ اس نے وہ ڈی۔ وی۔ ڈی جوزف کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا

''اس کو آپ نے بالکل کھول کر نہیں دیکھنا۔ یہ ڈی۔ وی۔ ڈی وقت آنے پر کھلے گی کیونکہ اس میں پاکیشیا کا ایک بہت بڑا راز ہے، جو علی عمران صاحب کی زندگی بچانے کا ضامن بنے گا اور مجھے پورا یقین ہے کے ایکسٹو نے اگر آپ پر بھروسا کیا ہے تو ضرور کوئی وجہ ہوگی۔ امید ہے آپ انکے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔کوڈ۔۔۔ بلیک زیرو۔۔۔''

یہ کہتے ہی اس نے اپنی دائیں آنکھ ہلکی سی دبائی اور پھر کرسی سے اٹھتا ہوا جوزف کے پہلو میں آیا، اس کا کندھا دو تین بار تھپکا یا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

انڈر ورلڈ میں بھی ان دنوں علی عمران کی گرفتاری اور پرائم چینل کی نان سٹاپ نشریات کا خوب چرچا تھا۔ ٹائیگر بھی اپنے فلیٹ پر موجود ہونٹ چباتا ہوا پرائم چینل کی لائیو نشریات دیکھ رہا تھا اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اس سارے ڈرامے میں اس کی انٹری کب ہوگی۔ اسے میڈیا والوں پر بھی سخت غصہ آرہا تھا کیونکہ جو ان کے دل میں آرہا تھا وہ بولے چلے جا رہے تھے۔ وہ احمد منیر کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ اس سے کئی دفعہ رسمی ملاقات بھی ہو چکی تھی۔ ایک پل کے لئے اس کے دل میں آیا کہ اس کو اُٹھا لے اور اس کی خوب چھترول کر کے اس کو سبق سکھا دے۔ مگر ایسا ممکن نہیں تھا یہ پرانا دور نہیں، جہاں وہ جو کچھ مرضی کر لے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا۔ احمد منیر پرائم چینل کے اسٹوڈیو میں بیٹھ کر اپنا تجزیہ پیش کر رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ ایک وفاقی وزیر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لائیو نشریات کو اینکر شازیہ ہوسٹ کر رہی تھی۔ احمد منیر وفاقی وزیر سے بحث کر رہا تھا۔

''دیکھیں سر، علی عمران گرفتار ہو چکا ہے، یہ ہمارے ہاتھ میں سنہری موقعہ ہے کہ انصاف

ہو جائے، اس سے قبل بھی کئی دفعہ مختلف موقعے آئے جب مجرم ہاتھ میں آئے مگر کچھ بھی نہیں ہو سکا۔"

"احمد منیر صاحب! آپ کی بات بالکل بجا ہے، اسی لئے صدر صاحب نے ہائی لیول میٹنگ کال کی ہے اور مجھے پوری امید ہے کے بہت جلد اہم فیصلے ہو جائیں گے۔۔۔۔"

وفاقی وزیر نے احمد منیر کو یقین دہانی کرائی۔

"سر صرف آپکی یقین دہانیوں سے کچھ ہونا ہوتا تو اب تک ہو چکا ہوتا۔ ویسے آپ کا انٹیلی جنس والوں کی نااہلی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان کو اطلاع ہونے کے باوجود وہ سرداور کو نہیں بچا سکے۔ آپ کے خیال میں کیپٹن فیاض صاحب کو اپنے عہدے سے مستعفی نہیں ہو جانا چاہیے؟"

احمد منیر نے ایک اور چھبتا ہوا سوال کیا۔

"دیکھیں ابھی تو وہ اس کیس کی انوسٹی گیشن کر رہے ہیں، درمیان میں اس قسم کی باتیں کرنا میرے خیال میں اس وقت مناسب نہیں ہوگا۔ ایک بار ان کی مکمل رپورٹ آجانے دیں ہم ان کے اوپر ایک کمیشن بنا دیں گے جو یہ تعین کرے گا کہ آیا انٹیلی جنس والے اس معاملے میں کتنے غیر ذمہ دار ثابت ہوئے ہیں۔"

وفاقی وزیر نے احمد منیر کے سوال کا جواب دیا تو احمد منیر وفاقی وزیر کی مزید کلاس لینا ہی چاہتا تھا کہ ایک دم اینکر شازیہ بول اُٹھی۔

’’جی ناظرین! پرائم چینل کی آپ یہ پاکیشیا کی سب سے بڑی نشریات دیکھ رہے ہیں۔ مجھے جانے کو تو بالکل دل نہیں کر رہا مگر کیا کریں ہمیں وقفہ بھی لینا پڑتا ہے جو اس چینل کی ضرورت ہے۔ کہیں مت جائیے گا خواتین و حضرات ایک چھوٹا سا وقفہ اور وقفے کے بعد آ کر ہم گفتگو کا پھر یہیں سے آغاز کریں گا۔‘‘

اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے ایل سی ڈی کی آواز میوٹ کر دی اور اپنا موبائل فون اٹھا کر انڈر ورلڈ میں موجود اپنے خبری کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کا نام وکی جیکسن تھا اور وہ پاکیشیا میں سب سے بڑے سینما ہاؤس ’گولڈ وائٹ‘ کا مالک تھا۔ بظاہر وہ یہ کام کرتا تھا مگر در پردہ اس کے انڈر ورلڈ میں ذرائع بہت وسیع تھے۔ اس نے اپنے خبریوں کا ایک پورا جال بچھایا ہوا تھا جو پاکیشیا کے اہم اہم پوائنٹس پر موجود رہتا تھا۔ یہ دراصل بیس پچیس افراد کا ایک نیٹ ورک تھا جو اہم جگہوں پر موجود رہتا تھا اور طرح طرح کی خبریں اکھٹی کرتا رہتا تھا۔ وہ تمام خبریں اپنے باس وکی جانسن کو دیتے تھے اور پھر وہ آگے ٹائیگر جیسے لوگوں کو مہنگے داموں سیل کر دیا کرتا تھا۔ اس کا خفیہ گروہ صرف معلومات اکھٹی کرنے تک ہی محدود رہتا تھا کہیں بھی کسی پنگے میں نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی کبھی کسی غیر قانونی کام میں آج تک ملوث رہا تھا، اس کی معلومات بھی سو فیصدی درست ہوتی تھیں۔ وہ بہت اصول پسند واقع ہوا تھا کبھی اپنے گاہک کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔ بس یہی بات ٹائیگر کو اس کی بہت پسند تھی۔ ٹائیگر سے اس کا یارانہ پانچ برس پرانا تھا اور ایک بار ٹائیگر نے اس کی جان ڈاکوؤں سے بچائی تھی جو اس کے سینما ہاؤس

میں گھس آئے تھے اور گن پوائنٹ پر اس کو لوٹنا چاہتے تھے مگر اتفاق سے ٹائیگر اس دن اسکے آفس میں موجود تھا۔ اس نے ڈاکوؤں کو مار مار کر ان کا بھرکس نکال دیا تھا پس اسی دن سے وکی اس کا گرویدہ بن گیا تھا۔لہذا وہ ٹائیگر سے اس دن کے بعد کوئی پیسے نہیں لیتا تھا مگر ٹائیگر ہمیشہ اس کو اسکی محنت کا پورا صلہ دیتا تھا اور وکی اکثر اسے کہا کرتا تھا کہ کبھی مجھے بھی اپنی خدمت کا موقع دے دو تو جواب میں ٹائیگر محض مسکرا دیتا تھا۔کال ملتے ہی دوسری طرف سے وکی کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔

''او میرے ٹائیگر یار بہادر کی کال آئی۔۔۔۔۔ کیسے ہو یار۔۔۔۔ بڑے عرصے بعد ہماری یاد آئی۔۔۔۔''

''ہاں میں خیریت سے ہوں اور اس وقت ایک انتہائی اہم پرابلم میں الجھا ہوا ہوں۔ مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔۔۔۔۔''

ٹائیگر نے اپنے ماتھے کو کرچتے ہوئے کہا

''حکم کرو یار بہادر! ہم تو تمہارے خادم۔۔۔۔۔''

''تم پرائم چینل کی لائیو نشریات دیکھ رہے ہو؟ احمد منیر کو جانتے ہو؟''

''ارے کیا بات کر رہے ہو۔ٹائیگر یار بہادر، جب سے یہ لائیو ٹرانس مشن شروع ہوئی ہے ہم نے تو سونا ہی چھوڑ دیا ہے۔ ہاں احمد منیر کو میں جانتا ہوں۔ کیوں حکم کرو اسے اٹھانا ہے کیا؟''

وکی نے آخری بات مذاق میں کی تھی ورنہ یہ بات ٹائیگر اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مرنے مارنے

اور اٹھانے والا کام یہ نہیں کرتا۔

''نہیں اٹھانا تو نہیں ہے مگر یہ کافی بدک رہا ہے اور مجھے اس کی یہ اچھل کود پسند نہیں۔۔۔تم ذرا یہ معلوم کرو کہ یہ گزشتہ ایک ہفتے سے کس کے پاس اٹھتا بیٹھتا رہا ہے اور اس کے ارادے کیا ہیں۔ کیونکہ یہ جس طرف جا رہا ہے وہاں اب صرف جنگ ہی ہو سکتی ہے اور کچھ نہیں۔''

''میں سمجھ گیا یار، تم بے فکر رہو، بس مجھے صرف ایک گھنٹہ دے دو میں اس کی مکمل جنم کنڈلی نکال کر تمہارے سامنے رکھ دیتا ہوں۔''

یہ کہتے ہی لائن ڈراپ ہو گئی اب ٹائیگر کے لئے ایک گھنٹہ گذارنا مشکل ہو گیا تھا۔ مگر اس نے جیسے تیسے وقت گذارہ تو وکی کال آ گئی۔

''یار انتہائی سنسنی خیز معلومات ملی ہیں، مگر بہت معذرت کے ساتھ نامکمل ہیں لیکن جو ملی ہیں وہ سن لو۔۔۔۔۔۔۔ان دنوں انڈر ورلڈ میں ایک نہایت ہی پر اسرار شخصیت آئی ہوئی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ارادے کیا ہیں۔ وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے ذرائع سرکاری سطح تک وسیع ہیں، اس کا یہاں کوئی راز دار نہیں ہے۔ ایک پل میں ایک جگہ ہوتا ہے تو دوسرے پل میں دوسری جگہ، بہت کم گو ہے زیادہ تر اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ یہ احمد منیر اس کے ساتھ کئی بار دیکھا گیا ہے۔ نہ جانے ان کا آپس میں رشتہ کس نوعیت کا ہے۔ بس اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔۔''

''مگر یار اس کا کوئی نام وغیرہ بھی تو ہو گا اور احمد منیر اور اس کی آخری ملاقات کہاں ہوئی تھی اور

اس ملاقات کی کوئی خاص بات کوئی خاص کلیو؟''

''اس کے لئے مجھے دو گھنٹے کا وقت چاہیے، امید ہے اس بار کامیابی ہو گی۔''

یہ کہتے ہی دوسری طرف سے پھر لائن کٹ گئی۔ ٹائیگر نے وقت گذاری کے لئے اپنے موبائل میں گزشتہ پیغامات پڑھنے شروع کر دیئے۔ جبکہ اس دوران ایل سی ڈی میوٹ تھی۔ ایک گھنٹے بعد وہ بیزار ہوا تو اس نے موبائل ایک سائڈ پر رکھتے ہوئے ریموٹ اٹھا کر چینل تبدیل کرنا شروع کر دیئے۔ ایک چینل پر آ کر اس کی انگلی رک گئی، یہ ایک انگریزی چینل تھا جس پر جیٹ لی کی بہت زبردست فائٹ مووی چل رہی تھی۔۔۔۔۔ دوسرا گھنٹہ ابھی گذرا نہیں تھا کہ اس کا موبائل رنگ کرنے لگا۔ اس نے موبائل اٹھا کر اس پر ایک بٹن پریس کیا اور کان سے لگا لیا۔

''یار مزید سنسنی خیز معلومات ملی ہیں اور امید ہے اس میں سے تمہارے لئے لائن آف ایکشن مل سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ صحافی احمد منیر اور وہ پراسرار آدمی، علی عمران صاحب کی گرفتاری والی رات، لیٹ نائٹ ہوٹل سٹار سی ون کے ایک میٹنگ روم موجود تھے۔ یہ تو پتہ نہیں چلا کہ ان کی میٹنگ کس نوعیت کی تھی مگر ایک بات جو قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ میٹنگ سے قبل ایک بڑا بریف کیس اس پراسرار شخص کے ہاتھ میں تھا مگر میٹنگ کے بعد وہ بریف کیس احمد منیر کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور دونوں وہاں سے الگ الگ رستوں پر ہو لئے تھے۔ بظاہر ان کا آپس میں رشتہ حیران کن طور پر پیر مرید والا لگتا ہے۔ اس کے علاوہ اس شخص

کا نام تا حال معلوم نہیں ہو سکا سوری مجھے آدھا گھنٹہ اور دے دو۔‘‘

یہ کہتے ہی پھر لائن ڈراپ ہو گئی۔ ٹائیگر کو کافی اہم کلیو مل گیا اور وہ تھا ان کی ہوٹل سٹار سی ون میں آخری ملاقات والا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ ایکشن میں آجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے۔ لہذا وہ نہا کر اور بہترین تراش کا سوٹ پہن کر جوں ہی فارغ ہوا تب تک ٹونی کی کال بھی آ گئی۔

’’یار مبارک ہو! بہت بڑی کامیابی ملی ہے۔ اس پراسرار شخص کا نام اس کی شخصیت کی طرح انتہائی پراسرار اور خطرناک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ’سر بلیک کوبرا‘۔۔۔۔۔ اور اس سے بھی زیادہ اچھی خبر یہ ہے کہ ابھی کچھ دیر قبل اسے ہوٹل سٹار سی ون میں ہی دیکھا گیا ہے۔ وہ ساتویں منزل پر اسنوکر کلب میں موجود ہے اور ٹیبل نمبر دس پر تنہا ہی کھیل رہا ہے۔ غضب کا پلیئر ہے سب لوگ اسکی گیم دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔‘‘

’’شکریہ دوست، تمہیں تمہاری محنت کا صلہ مل جائے گا۔۔۔۔ گڈ بائے‘‘

ٹائیگر کی آنکھوں میں گہری چمک تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج وہ اس گیم کی مسٹری کسی نہ کسی طرح حل کر لے گا۔

☆☆☆

ٹائیگر اس وقت ہوٹل سٹار سی ون کے اسنوکر کلب کے کاؤنٹر پر سگریٹ پیتے ہوئے گہری

نظروں سے دور دس نمبر ٹیبل کی جانب دیکھ رہا تھا۔اس وقت سر بلیک کوبرا بہت ہی اسٹائلش لگ رہا تھا، وہ ڈارک بلیو کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا اور اس نے اپنے بالوں کو پیچھے سے باندھ رکھا تھا۔اس کا پورا دھیان گیم کی جانب تھا اور ٹائیگر نے پورے ماحول کا جائزہ لے لیا تھا۔اس وقت اگر سر بلیک کوبرا پر ہاتھ ڈالا جاتا تو اسے کہیں سے بھی کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ٹائیگر کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ پہلے اس کی خوب ٹھکائی لگائے گا، اسے بے ہوش کرے گا اور پھر اسے وہاں سے اٹھا کر اپنے ایک خفیہ سپاٹ پر لے جائے گا۔یہ میڈیا کا بندہ نہیں تھا لہذا اس پر ہاتھ ڈالنا کوئی مشکل نہیں تھا۔اس نے سگریٹ ختم کی اور کاؤنٹر سے چلتا ہوا دسویں ٹیبل کی جانب بڑھنے لگا۔اسے گزشتہ بیس سالوں سے انڈر ورلڈ میں فائٹنگ کنگ سمجھا جاتا تھا بہت سے لوگ ٹائیگر کے خوف کی وجہ سے اپنا مکروہ دھندہ بند کر کے پاکیشیا چھوڑ کر جا چکے تھے۔اس سے کوئی بھی خامخواہ پنگا نہیں لیتا تھا۔

سر بلیک کوبرا بالکل سکون سے اپنی گردن جھکائے گیم کھیل رہا تھا۔اسے تھوڑا سا بھی اندازہ نہیں تھا کہ انڈر ورلڈ کی سب سے بڑی موت اس کے قریب چلتی ہوئی آ رہی ہے۔ٹائیگر نے اس کے پاس جاتے ہی سب سے پہلے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے اس کے کالر سے ایک جھٹکے سے سیدھا کیا ہی تھا کہ اس کی نظر سر بلیک کوبرا کی آنکھوں پر پڑی اور اسے ایک پل کے لئے بالکل ہوش نہ رہا، پس وہی لمحہ اس پر بھاری ثابت ہوا۔سر بلیک کوبرا نے اپنے سر کی مدد سے ایک زوردار ٹکر اس کے ماتھے پر لگائی، ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ماتھے

پر کسی نے ہتھوڑا دے مارا ہو۔ پھر سر بلیک کوبرا نے اپنا دایاں گھٹنا پوری شدت کے ساتھ اس کے پیٹ میں مارا اور وہ دہرا ہو گیا۔ اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک دم سے اچھلا اور اپنا بایاں گھٹنا پوری قوت سے ٹائیگر کی ناک پر مارا اور ٹائیگر اڑتا ہوا ٹیبل کے اوپر بالز پر گرا اور پھر انہی بالز کی مدد سے پھسلتا ہوا ٹیبل کی دوسری جانب الٹ گیا۔ سر بلیک کوبرا کی آنکھوں میں آگ ہی آگ تھی۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں کیسے ہو گیا اور کیا ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سر بلیک کوبرا نے اپنی اسنوکر سٹک ایک طرف پھینکی، پھر اپنا کوٹ اور ٹائی اتار کر ایک ایزی چیئر پر رکھیں، جبکہ دوسری جانب ٹائیگر کی ناک پھٹ گئی تھی اور اس میں سے شدت کے ساتھ خون رس رہا تھا۔ لیکن ٹائیگر اپنی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے، پھرتی کے ساتھ ایک دم سے زمین سے اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کی کمر پر اسپرنگ لگا ہوا ہو۔

دوسرا منظر سب کے لئے مزید حیران کن تھا۔ سر بلیک کوبرا ٹائیگر کے سامنے آ کر زمین پر پیٹ کے بل ایک دم سے گر گیا۔ اس کی یہ حرکت ٹائیگر کے لئے بھی انتہائی غیر متوقع تھی اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ ایک دم سے اس کے سامنے یوں کیوں لیٹ گیا ہے۔ پھر سر بلیک کوبرا نے اپنا سر اٹھا کر سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے ٹائیگر کی جانب دیکھا اور ایک دم سے وہ شُپ کی آواز کیساتھ اُڑتا ہوا ٹائیگر کی جانب حملہ آور ہوا۔ ٹائیگر نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یہ فیصلہ کیا کہ سر بلیک کوبرا جوں ہی اس کے قریب آئے گا تو وہ اچانک ایک سائیڈ پر ہو کر اس کی پشت پر کہنی مارے گا تا کہ سر بلیک کوبرا اپنے زور اور کہنی کے وار سے اُڑتا ہوا سامنے والی

دیوار سے جا لگے۔مگراس کی اور دیکھنے والے دیگر لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اوران کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے جب سر بلیک کوبرا فضاء میں ہی تین بارلٹو کی طرح انتہائی دلکش اندز میں گھوما اوراڑتے ہوئے اس نے ٹائیگر کی کنپٹی پر فلائنگ کک لگائی جوٹائیگر کے لئے آخری ہتھوڑا ثابت ہوئی، وہ ایک دم سے کٹی ہوئی درخت کی شاخ کی طرح زمین پر گرنے ہی والا تھا کہ سر بلیک کوبرا فضا میں ہی ایک بار پھر گھوما اور پلٹ کراس کے الٹے بازو میں اپنا بازو پھنسا کر دوتین مخصوص قسم کے جھٹکے دیئے اور کھٹک کھٹک کی آواز کے ساتھ ہی ٹائیگر کا بازو ٹوٹ گیا۔ٹائیگر کی شاید زندگی میں پہلی بار چیخیں نکل گئیں۔اب سر بلیک کوبرا زمین پر تھا،اس نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ بازو چھوڑ کراس نے ٹائیگر کو ایک جھٹکے سے گھمایا اوراس کا دوسرا بازو بھی پکڑ کراس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو وہ پہلے کے ساتھ کر چکا تھا،اب ٹائیگر کا دوسرا بازو بھی ٹوٹ چکا تھا مگراس دفعہ اس کی جانب سے کوئی چیخ نہ نکلی۔سر بلیک کوبرا نے ٹائیگر کو ایک سائیڈ پر پھینکا اور حقارت سے دوسری جانب تھوکتے ہوئے وہ اپنے کوٹ اورٹائی کی طرف بڑھ گیا۔ٹائیگر شاید بے ہوش ہو چکا تھا مگر اب بھی مظلوم شکار کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھااور بلیک کوبرا نے اس سمیت اسنوکر کلب میں موجود سب کو یہ پیغام دے دیا تھا کہ اس کے گریبان کی جانب بڑھنے والے ہر اجنبی ہاتھوں کو وہ توڑ دیا کرتا ہے۔

چھٹا باب

بھول بھلیاں

سرداور کے جسد خاکی کو آج صبح پوری شان وشوکت کے ساتھ قومی پرچم میں لپیٹ کر ان کے آبائی گاؤں میں دفنا دیا گیا تھا۔ ان کے جنازے میں پاکیشیا کی اعلیٰ سرکاری شخصیات کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی ۔ جبکہ اس کے علاوہ سارے پاکیشیا میں درورد وسلام کی خصوصی محفلوں کا اہتمام بھی کیا گیا۔ آج ہر آنکھ اشکبار تھی ، پاکیشیا کا ہر باشندہ غم سے نڈھال تھا۔ میڈیا پر سرداور کے جنازے کو بھرپور کوریج دی گئی تھی ،نماز جنازہ کے بعد میڈیا والے ان کے گھر پہنچ گئے جہاں پر انہوں نے انکی بیوہ کا انٹرویو لیا۔ جو رو رو کر غم سے نڈھال تھیں، ان سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کی جارہی تھی ۔ پھر میڈیا والوں نے ان کی بیٹی سے بھی گفتگو کی جو پردے میں تھی ۔ اس کا بھی اپنی ماں جیسا حال تھا اس سے بھی بات نہیں ہو پارہی تھی اس پر پرائم چینل والوں نے جلتی پر تیل کا کام یہ کیا کے وہ ساتھ ساتھ علی عمران کی فوٹو بھی چلا رہے تھے۔ تاکہ لوگوں میں علی عمران کے خلاف مزید نفرت اور اشتعال پیدا ہو۔ کچھ چینلز نے بیک گراؤنڈ پر سیڈ میوزک چلا دیا تھا، الغرض میڈیا والوں کے پاس آج بھی بیچنے کے لئے

خوب سامان تھا۔اس کے علاوہ آج بہت بڑی ہائی لیول میٹنگ بھی ہونی تھی،اس حوالے سے بھی پرائم چینل باقی سب پر سبقت لے گیا تھا۔اس کی ریٹنگ کا گراف باقی چینلز سے کہیں آگے تھا۔احمد منیر کے ترش تجزیے اور تبصرے لوگوں میں خوب مقبول ہو رہے تھے۔لوگ اس کی بات کو بہت سیریئس لیتے ہوئے،اسے پاکیشیا کے سب سے بڑے صحافی کی حیثیت سے کافی پسند کر رہے تھے۔ان کے نزدیک جو رائے اس کی تھی وہی درست اور حرف آخر تھی۔

☆☆☆

صدر ہاؤس میں اس وقت سکیورٹی ہائی الرٹ تھی۔میڈیا کو اس ٹاپ سیکرٹ ہائی لیول میٹنگ میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ان کے لئے اعلان کیا گیا تھا کے میٹنگ کے بعد میڈیا کے لئے باقاعدہ اعلامیہ جاری کیا جائے گا اور جو میٹنگ میں طے کیا جائے گا ان کے چیدہ چیدہ نکات اس اعلامیے میں موجود ہونگے۔میٹنگ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں ہو رہی تھی جہاں پر صرف ان وی آئی پی لوگوں کو جانے کی اجازت تھی جن کے اجازت نامے موجود تھے۔دیگر افراد صرف گیسٹ روم میں ویٹ کر سکتے تھے۔ جہاں پر ان کی بھرپور مہمان نوازی کی جاتی تھی۔صدر ہاؤس کا اپنا عملہ ہزاروں افراد پر مشتمل تھا جن میں اسپیشل شف سے لیکر اسکیورٹی،پروٹوکول آفیسرز، پی ایز،سیکٹریز اور دیگر سٹاف شامل تھا۔صدر ہاؤس کی سکیورٹی کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔حفاظت کا پہلا دستہ صدر صاحب سے بالکل

سائے کی طرح چپکا رہتا تھا، دوسرا حصہ صدر ہاؤس کی عمارت کے اندر موجود ہوتا تھا، تیسرا حصہ صدر ہاؤس کی عمارت کے باہر جبکہ چوتھا اور آخری حصہ صدر ہاؤس کی عمارت سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چیک پوائنٹ کی صورت میں موجود ہوتا تھا۔ یہ سکیورٹی جوان جن میں لیڈی آفیسرز بھی ہوتی تھیں ہر وقت الرٹ رہتے تھے۔

میٹنگ ہال نہایت ہی خوب صورت انداز میں سجا ہوا تھا، جس میں دیدہ زیب پردے، قالین، بیش قیمتی فانوس اور اس سے زیادہ قیمتی بڑی میز اور کرسیاں تھیں۔ صدر ہاؤس کسی بادشاہ کے محل سے کم نہیں تھا۔ یہ ایک تلخ حقیقت تھی کے بادشاہوں کا دور بظاہر ختم ہو گیا تھا، مگر آج بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں سربراہ مملیکت کسی بادشاہ سے کم زندگی نہیں گذار رہے تھے۔

میٹنگ ہال میں نشستوں کی ترتیب کچھ یوں تھی کے لمبی سی میز کے آمنے سامنے صدر اور ایکسٹو کی نشستیں مخصوص تھیں جن کے سامنے ٹیبل پر ان کی نیم پلیٹس لگی ہوئی تھیں۔ جبکہ میز کے دائیں بائیں دیگر اہم شخصیات کی نشستیں ایک ترتیب سے ان کے ناموں اور عہدوں کے ساتھ موجود تھیں۔ اس اہم میٹنگ میں سر سلطان، سر عبد الرحمان اور کیپٹن فیاض بھی مدعو تھے۔

آدھے گھنٹے میں ہال کی نشستیں پر ہونا شروع ہو گئیں اور گھنٹے میں سوائے ایکسٹو اور صدر صاحب کے سب لوگ آ گئے تھے۔ کوئی پندرہ منٹ میں ہال میں ایکسٹو نقاب اوڑھے، نہایت پروقار انداز میں اندر داخل ہوئے، تو سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ ایکسٹو نے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر ان کو سلام کیا اور پھر وہ چلتے ہوئے اپنی مخصوص نشست پر

جا کر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی باقی سب لوگ بھی بیٹھ گئے۔ اب صدر صاحب کا انتظار ہو رہا تھا۔ وہ بھی دو منٹ کے وقفے کے بعد شان سے اندر داخل ہوئے تو سوائے ایکسٹو کے باقی سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے کیونکہ ایکسٹو پر کھڑے ہونا لازمی نہیں تھا۔ ایکسٹو نے سر کی ہلکی سی جنبش سے ان کو خوش آمدید کہا تو جواباً صدر صاحب نے اپنے دائیں ہاتھ کو الٹا اپنے ماتھے پر لے جا کر نہایت عزت اور وقار سے سلام کیا۔ صدر صاحب اپنی نشست پر بیٹھے ہی تھے کہ ان کے پی اے نے جو ایک دیدہ زیب وردی میں ملبوس تھا نہایت احترام کے ساتھ ان کے سامنے ایک نوٹ بک رکھ دی۔ اس دوران دیگر صاحبان اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ صدر صاحب نے رسمی سلام دعا اور ابتدائی کلمات کے بعد کہا

''مجھے سر داور کی شہادت پر بہت دکھ اور افسوس ہے، ایسا اندوہناک حادثہ ہونا واقعی کئی سوالات کو جنم دیتا ہے، اس کے علاوہ میڈیا کی سنسنی خیزی نے معاملے کو انتہائی نازک اور حساس بنا دیا ہے۔ اگر اس کیس کا فیصلہ پاکیشیا کی عوام کی اُمنگوں کے عین مطابق نہ ہوا تو مجھے خطرہ ہے کے کہیں یہ غم وغصہ ایک تحریک کی شکل نہ اختیار کر لے۔ پاکیشیا ان دنوں ویسے بھی نازک دور سے گذر رہا ہے، اور ان حالات میں میڈیا کا سادہ لوح عوام کو بھڑکانا حالات کو مزید خراب کر سکتا ہے۔ انہی حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے میں نے یہ انتہائی اہم میٹنگ کال کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سر داور کی شخصیت کے حوالے سے بھی کچھ عرض کرنے سے قبل ہم ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ اس کے بعد انکی یاد میں دو منٹ کی خاموشی

اختیار کی جائے گی۔‘‘

یہ کہتے ہی صدر صاحب نے اپنے ہاتھ دعا کے انداز میں جوڑ لئے اور سر جھکا لیا۔ ان کے احترام میں باقی سب نے بھی ایکسٹو سمیت ہاتھ اُٹھا لئے۔ دعا کے بعد دو منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ اس کے بعد صدر صاحب نے اپنا سلسلہ کلام پھر سے شروع کیا اور کہنے لگے

’’سرداور سے میری کئی بار ملاقات رہی، نہایت نفیس اور عظیم انسان تھے۔ وہ جتنے عظیم انسان تھے، اتنے ہی عظیم سائنس دان بھی تھے۔ بلا شبہ انکی شہادت سے پاکیشیا کو جتنا نقصان ہوا ہے وہ شاید لفظوں میں سمیٹنا میرے لئے ممکن نہیں۔ ان کی شہادت سے جو خلاء پیدا ہوا اب شاید ہی کبھی پر ہو سکے۔ مگر میں اپنی قوم سے مایوس نہیں، مجھے امید ہے کوئی نہ کوئی نوجوان ضرور ان کی طرح ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک بڑا سائنس دان بن کر پاکیشیا کا نام ان کی طرح پوری دنیا میں روشن کرے گا۔ اسی حوالے سے میں نے چند بہت اہم فیصلے کئے ہیں، ان میں سے پہلا بہت اہم فیصلہ یہ ہے کہ، اس نسل سمیت پاکیشیا کی آئندہ آنے والی کئی نسلوں کو ڈاکٹر صاحب کے عظیم کارنامے اور انکی عظیم ایجادات کے حوالے سے پوری آگاہی دی جائے۔ لہذا آئندہ سے ڈاکٹر صاحب کے کارنامے ہمارے بچوں کو ان کے تعلیمی کورس میں بطور لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائے جائیں گے۔ تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان جیسے عظیم سائنسدان کو کبھی فراموش نہ کر سکیں۔۔۔۔ اس کے علاوہ میں نے دوسرا اہم فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ان کی شہادت اور بے مثال قربانی کو مدنظر رکھتے ہوئے، ان کی

پیدائش کے دن کو پاکیشیا میں 'سرداور ڈے' کی حیثیت سے منایا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ریسرچ کے دوران پاکیشیا کی خاطر اپنی جان کا نظرانہ پیش کیا ہے۔اس دن ملک بھر میں ان کی شخصیت کے حوالے سے مختلف سمینار منعقد ہونگے اور یہاں صدر ہاؤس میں باقاعدہ سائنس کانفرنس ہوا کرے گی جس میں ملک بھر سے سائنس دان آکر انہیں ٹریبیوٹ پیش کیا کریں گے۔۔اورسب سے آخری اوراہم فیصلہ یہ ہے کہ پورے ملک کی تمام درسگارہوں میں جہاں ایم فل اور پی ایچ ڈیز کی ہائر ایجوکیشن دی جاتی ہے وہاں پر سرداور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کئے جائیں گے تا کہ آنے والی نسلوں میں بھی سرداور جیسی صلاحیتوں والے نوجوان تربیت پاکرسامنے آسکیں۔۔۔۔۔۔''

انہوں نے اپنی بات میں تھوڑا سا توقف کیا جبکہ اس دوران سب لوگ انکی جانب تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔انہوں نے پھراپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اب ہم علی عمران کی جانب آئیں گے،جس کی وجہ سے ہمیں بطور قوم اتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا، میں ذاتی طور پر اس سے کئی دفعہ سرسلطان کے توسط سے مل چکا ہوں، کافی باصلاحیت نوجوان ہے اس نے ایک دوبار ذاتی حیثیت میں میری مدربھی کی اورمیرے کچھ پرائیویٹ مسائل کوحل کیا جو بظاہر ناممکن تھے، مجھے اس سے اس قسم کی حرکت کی ہرگز توقع نہیں تھی۔وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس میں بھی کسی نہ کسی حیثیت میں کام کرتا رہا ہے اس کی زیادہ تفصیلات تو میرے پاس نہیں ہیں پرمیں اس حوالے سے ایکسٹو صاحب آپ کوتکلیف دوں گا کہ پلیز اس

معاملے پر آپ اپنی رائے سے ہم سب کو مستفید کریں کے آخر اب ہمیں علی عمران کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ اگر یہ مسئلہ فوری حل نہ ہوا تو میڈیا کا یہ طوفان کہیں لاوا بن کر کسی دن پاکیشیا کی سڑکوں پر نہ اُبل پڑے''

صدر صاحب نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے بال ایکسٹو کے کورٹ میں ڈال دی۔ کیونکہ یہ واقعی بہت نازک اور سنگین مسئلہ تھا اگر اب ایڈرس نہ کیا جاتا تو اس کی شدت میں کافی اضافہ ہوسکتا تھا۔ میٹنگ میں موجود سب لوگ اب ایکسٹو کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

''وہ مسخرہ اب میرے کسی کام کا نہیں رہا، میرے خیال میں اس کو جلد از جلد فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے حوالے کر دینا چاہیے اور اس ٹرائل کی معیاد بھی صرف ایک دن ہونی چاہیے جس میں عدالتی قوانین کے برعکس تاریخ میں پہلی دفعہ میڈیا کو بھی فل کورٹ ٹرائل کی لائیو کورج دی جانی چاہیے تا کہ میڈیا کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی سب کچھ گھر بیٹھے پتہ چل جائے۔ اس ٹرائل کو باؤنڈ کر دیا جائے کے اس کا فیصلہ اسی روز شام میں سنا دیا جائے گا، جتنا جلدی ہو سکے کیس کو نپٹا دیا جائے تا کہ ہم پاکیشیا کے دیگر مسائل پر توجہ دے سکیں اور عدالت جو فیصلہ کرے گی ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے، میڈیا تو پہلے ہی کرتا ہے۔ مجھے امید ہے یہ سارا طوفان ایک ہفتے سے بھی کم عرصے میں ختم ہو جائے گا اور عوام اور میڈیا دونوں کو سکون آ جائے گا۔ جو میڈیا کو مصالحہ چاہیے وہ ان کو مل جائے اور عوام جو فوری انصاف چاہتے ہیں ان کو بھی انصاف ہوتا ہوا نظر آئے گا۔۔۔''

ایکسٹو کی کرخت مگر دلائل سے بھرپور گفتگو نے سب کو حیران کر دیا تھا۔ انہیں شاید یہ امید نہیں تھی کہ یہ مسئلہ کبھی اتنے جلدی بھی حل ہو سکتا ہے لیکن ایکسٹو کے ذہانت سے بھرپور مشوروں نے لگتا تھا کے سب کو قائل کر لیا ہے۔ یہ اتنا منطقی حل تھا کہ بظاہر اس سے بہتر حل نظر نہیں آ رہا تھا۔

''ایکسٹو صاحب مجھے آپ سے یہی امید تھی کہ آپ یہ مسئلہ جو اتنا سنگین ہو چکا ہے، فوراً حل کر دیں گے، بہت معقول مشورے دیے ہیں آپ نے۔ میں آج ہی ایک صدارتی آرڈیننس جاری کر دیتا ہوں کے عدالت اپنے تمام اہم قانونی کیسز کو وقتی طور پر ملتوی کر دے اور پرسوں یعنی اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو بروز بدھ پاکیشیا اور علی عمران کی زندگی کا سب سے اہم دن ہوگا۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کے یہ کیس جتنا جلدی ممکن ہو سکے، ختم کیا جائے اور اسی لیئے میڈیا کو بھی اس ٹرائل کی مکمل کورج کی اجازت ملنی چاہیے اور فیصلہ بھی اسی روز ہو جانا چاہیے۔ ساتھ میں عدالت کو بھی یہ باؤنڈ کیا جائے کے عدالت اپنے فیصلے کو بھی جلد از جلد عمل در آمد کروائے تا کہ پوری قوم میں جو اس وقت ایک ہیجانی کیفیت بپا ہے اس کا خاتمہ ہو سکے۔ اب میٹنگ برخاست کی جاتی ہے۔''

یہ کہتے ہی صدر صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور وہاں سے چلے گئے جبکہ اس کے بعد ایکسٹو کی باری آئی۔

عامر جیسے ہی جوزف کی ٹیبل سے اٹھ کر جانے لگا تو ساتھ والی ٹیبل سے ایک اور شخص بھی اٹھا اور

وہ عامر کے پیچھے ہولیا۔ عامر وہاں سے نکل کر لفٹ میں آیا اور لفٹ میں ایک بٹن پریس کر کے سیدھا کھڑا ہو گیا، لفٹ کے ڈورز ابھی بند ہونے ہی والے تھے اور تقریباً ہو ہی چکے تھے کے وہ شخص بھی تیر کی طرح لفٹ کا دروازہ درمیان سے پھاڑتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس شخص نے ایک دفعہ مسکرا کر عامر کی جانب دیکھ کر سر کو ہلکا سا ہلایا اور پھر وہ ایک سائیڈ پر لا پرواہی سے کھڑا ہو گیا۔ عامر بھی اس کی جانب دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا اور پھر وہ منہ پھیر کر ساتھ کھڑے ہوئے گارڈ کی جانب دیکھنے لگا۔ آٹومیٹک لفٹ اب ایک جھٹکے کے ساتھ گراؤنڈ فلور پر جانے لگی جو دوسرا شخص لفٹ میں داخل ہوا تھا وہ کوئی اور نہیں بلکہ مقامی میک اپ میں صفدر تھا۔

لفٹ گراؤنڈ فلور پر آئی تو لفٹ کے دوڑز درمیان سے پھٹ کے سائیڈ پر ہوئے تو سب سے پہلے عامر تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا پارکنگ کی جانب بڑھ گیا اس وقت رات کے نو بج چکے تھے، مگر پاکیشیا کی سڑکیں دن کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہوٹل سٹار سی ون کی پارکنگ انڈر گراؤنڈ تھی۔ صفدر بھی اس کے پیچھے تھا، عامر تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا اور پھر وہ کار وہاں سے نکالتا ہوا، پاکیشیا کی پر رونق سڑکوں پر گھمانے لگا۔ صفدر بھی مہارت کے ساتھ محتاط انداز سے اپنی کار میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ مختلف سگنلز پر جب عامر کی کار رش کی وجہ سے تقریباً گم ہو جاتی تھی مگر اس وقت بھی صفدر کی تیز نظریں اسے تلاش کر لیتی تھیں۔ اگر وہاں روشنی بھی نہ ہوتی اور مکمل اندھیرا ہوتا تب بھی صفدر کی نگاہوں سے گاڑی چھپانا بڑا مشکل تھا۔ بعدازاں مختلف سڑکوں سے گذرنے کہ بعد عامر نے ایک بہت بڑی بلڈنگ کے آہنی گیٹ

کے سامنے اپنی کار روک دی۔ اس کو مسلسل گاڑی چلاتے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔ صفدر نے بھی ایک مناسب فاصلے پر اپنی کار روک دی۔ پھر بلڈنگ کا گیٹ کا کھلا اور عامر اپنی کار اس بلڈنگ کے اندر لے گیا۔ اس بلڈنگ کو غور سے دیکھنے کے بعد صفدر نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیر لیا کیونکہ اس بلڈنگ کو وہ لاکھوں میں پہنچا تا تھا۔

☆☆☆

ٹائیگر زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا جبکہ ٹیبل نمبر پانچ پر کیپٹن شکیل بھی موجود تھا اور کسی کے ساتھ گیم کھیل کر رہا تھا۔ وہ یہ سارا منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا، اس نے اتنا کمال میک اپ کیا ہوا تھا کہ ٹائیگر جیسا ماہر شخص بھی اسے پہچان نہیں سکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کے وہ ہر دفعہ مختلف قسم کا میک اپ اس مہارت سے کرتا تھا جو گزشتہ سے بالکل مختلف ہوتا تھا، اسے سوائے عمران کے اور کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس دوران سر بلیک کوبرا اس کے سامنے کوٹ پہنتے ہوئے گذر رہا تھا اور اس کا سارا دھیان اس کی طرف تھا۔

کیپٹن شکیل کے یہاں آنے کے بعد دو ہی آپشنز تھے ایک یہ کہ وہ ٹائیگر کو فری ہینڈ دے جو اس نے دیا تھا اور دوسرا وہ اب اختیار کرنے جا رہا تھا۔ اس نے ٹیبل پر موجود آخری بال پاٹ کی اور اسٹک ٹیبل سے ٹیک لگا کر رکھی اور سر بلیک کوبرا کے پیچھے ہو لیا۔ اسے ٹائیگر کے انجام پر بہت افسوس ہوا تھا، وہ اس کا ساتھی تھا، جس نے کئی بار پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مشکل ترین

حالات سے تنہا ہی نکالا تھا، مگر اب اسے مجبوراً ٹائیگر کو اس کے حال پر چھوڑ کر سر بلیک کوبرا کے پیچھے جانا تھا۔ سیکرٹ سروس میں رہ کر انسان کو کئی دفعہ پتھر جیسا بے حس ہونا پڑتا ہے یہاں جذبات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ کیپٹن شکیل کو پتہ تھا کہ اسکے جانے کے بعد ٹائیگر کو ہوٹل کی انتظامیہ اٹھا کر لے جاتی اور اس کا وی آئی پی علاج ہونا تھا لہذا وہ ٹائیگر کی جانب سے بے فکر تھا۔

سر بلیک کوبرا لفٹ میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ ہی کیپٹن شکیل بھی لفٹ میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے شیڈ والے گلاسز نکال کر پہن لئے تھے اور پھر اس نے لاپرواہی سے کوٹ کی ایک اور جیب سے موبائل فون نکال کر اس میں مصروف ہو گیا۔ جبکہ سر بلیک کوبرا اسے گہری مشکوک نظروں سے گھور رہا تھا۔ خیر لفٹ کے گراؤنڈ فلور تک پہنچنے تک کوئی خاص بات نہ ہوئی۔

لفٹ کے رکتے ہی سر بلیک کوبرا ہوٹل سٹار سی ون کی عمارت سے باہر نکلا تو اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا۔ سر بلیک کوبرا سڑک کراس کر کے ہوٹل سٹار سی ون کے سامنے موجود ایک بہت بڑے چار منزلہ شاپنگ پلازہ کی جانب بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل مناسب فاصلہ رکھتے ہوئے ماہرانہ انداز میں اس کے تعاقب میں تھا۔ شاپنگ پلازہ کے قریب پہنچتے ہی سر بلیک کوبرا ایک دم سے مڑا اور شاپنگ پلازہ کے پہلو میں انتہائی تنگ سی گلی میں داخل ہو گیا، وہاں کافی اندھیرا تھا، جہاں مشکل سے ایک آدمی ایک وقت میں گذر سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سر بلیک کوبرا گلی

کے موڑ سے مڑ گیا۔کیپٹن شکیل جیب سے پستول نکال کر اس پر مضبوطی سے ہاتھ جماتا ہوا وہ بھی اس تنگ سی گلی میں داخل ہو گیا۔تھوڑی سی دیر میں وہ بھی گلی کے موڑ پر پہنچ گیا، وہ جیسے ہی موڑ مڑا اسے دور گلی کے ایک اور موڑ پر سر بلیک کوبرا کا ہیولہ سا نظر آیا۔کیپٹن شکیل مزید محتاط انداز میں چلتا ہوا گلی کے موڑ پر پہنچ گیا مگر موڑ پر پہنچتے ہی دوسری طرف اس کے لئے ایک اور مشکل کھڑی ہوئی تھی وہاں سے گلی مزید پانچ گلیاں میں تقسیم ہوگئی تھی۔خیر وہ پہلی گلی میں داخل ہو گیا،مگر وہ راستہ شیطان کی آنت کی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور پھر بلا آخر وہ راستہ آگے جا کر ایک دیوار سے بند ہو گیا۔وہ واپس پلٹا اور تقریباً بیس منٹ تک وہ اندر ہی گھومتا رہا مگر اسے وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا وہ عجیب سی بُھول بُھلیاں تھی۔اندر ہی اندر مزید تنگ سے رستے کھلتے چلے جا رہے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ بچوں کی 'راستہ تلاش کریں' والی گیم ہو مگر یہاں پر اس کا نام تبدیل ہو کر 'سر بلیک کوبرا کو تلاش کریں' معلوم ہوتا تھا۔کیپٹن شکیل جیسا پوری سیکرٹ سروس میں مانا ہوا بہترین دماغ رکھنے والا زندگی میں پہلی بار بالکل چکرا کر رہ گیا تھا۔وہ بیس منٹ چالیس منٹ میں تبدیل ہوئے تو وہ گھوم پھر کر دوبارہ ایک ہی جگہ پر آ جاتا تھا۔خیر اگلے بیس منٹ قسمت اس پر مہربان ہوئی تو بڑی مشکلوں سے اندر تنگ گلیوں میں گھومتے گھماتے جانے کیسے وہ پانچ گلیوں والے موڑ پر تیسری گلی سے نمودار ہوا تو اس نے بے اختیار گہرا سانس لے لیا۔سر بلیک کوبرا اسے بہت بری طرح سے چکما دے کر نکل گیا تھا۔

وہاں اندر چھوٹی بڑی لاتعداد دیواریں اور گلیاں تھیں مگر وہاں پر کسی قسم کا کوئی دروازہ یا کھڑکی نہیں تھی۔ خیر اسے شدید مایوسی ہوئی تھی کہ سر بلیک کو برا اسکے ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی انتہائی عیاری سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆

ساتواں باب

موت کی فائٹ

''ناظرین اب تک کی سب سے بڑی خبر۔۔۔۔۔جی ہاں ایک اور بڑی اور اہم خبر۔۔۔۔ کیپٹن فیاض صاحب نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔۔۔۔۔۔کیپٹن فیاض صاحب کا ایک اور کامیاب چھاپا۔۔۔جی ہاں ایک اور کامیاب چھاپا۔۔۔۔علی عمران کے گرد قانون کا گھیرا مزید تنگ۔۔۔۔۔۔''

پرائم نیوز پر اینکر شازیہ اپنے مخصوص اسٹائل میں سنسنی پھیلاتے ہوئے چیخی۔

''کیپٹن فیاض صاحب نے رانا ہاؤس پر میڈیا کی موجودگی میں اب سے کچھ دیر قبل ایک اور شاندار اور کامیاب ریڈ کیا ہے۔۔۔۔۔۔علی عمران تو علی عمران اب اس کے شاگردوں اور پرسنل باڈی گارڈز کو بھی دھر لیا گیا ہے۔۔۔۔۔شاباش کیپٹن فیاض شاباش۔۔۔۔۔۔۔ قوم کو تم پر فخر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیپٹن فیاض صاحب کو پرائم چینل کی جانب سے بہت بہت مبارک ہو۔ویل ڈن کیپٹن فیاض ویل ڈن۔۔۔۔۔''

اینکر شازیہ اپنے انداز میں لگی ہوئی تھی۔تو دوسری جانب جوزف اور جوانا کو گرفتار کر کے

انٹیلی جنس والے اپنی اسپیشل ویگن میں ٹھونس رہے تھے۔ جبکہ جوزف چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''یہ یہ سازش ہے، ہمیں اور ہمارے باس کو پھنسایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ سارا کام اس عامر کا ہے۔۔۔۔۔ یہ سازش ہے میں آپ میڈیا والوں کو بتا رہا ہوں۔۔''

جوزف چیختا رہ گیا مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔

''جی ہاں اور اب سے کچھ دیر بعد فیاض صاحب بھی میڈیا سے بات کریں گے۔۔۔ اور ناظرین۔۔۔۔۔۔۔ وہ میڈیا کے پاس آ چکے ہیں ہم براہ راست آپ کو ان کی طرف لے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی اسکرین پر دوسرا منظر ابھرا اور اس منظر میں کیپٹن فیاض اپنے ایک انٹیلی جنس آفیسر کے ساتھ رانا ہاؤس کے بہت بڑے آہنی گیٹ کے سامنے کھڑا ہوا تھا جبکہ اس کے سامنے میڈیا چینلز کے مائیکس کی ایک فوج تھی۔ جن پر دیدہ زیب لوگوز لگے ہوئے تھے، کیپٹن فیاض میڈیا والوں سے کہہ رہا تھا

''دیکھیں، جو فوٹیج سرداور شہید کی کوٹھی سے غائب ہوئی تھی وہ آج ہمیں اس قلعہ نما عمارت سے ملی ہے۔ وہ فوٹیج ایک ڈی۔ وی۔ ڈی میں ہے جس پر 'ٹاپ سیکرٹ' لکھا ہوا ہے۔ ہم نے اسے جوانا کی نشاندہی پر ایک خفیہ لاکر سے حاصل کیا ہے، ہم کل اسے عدالت میں علی عمران کے ٹرائل کے دوران پیش کریں گے۔ میں معذرت کے ساتھ آج اسے میڈیا کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتا۔ اس ڈی وی ڈی میں واضح طور پر جرم ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، اسے ہم نے اپنے

لیپ ٹاپ پر بھی چیک کیا ہے۔مکمل تصدیق کے بعد میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علی عمران اب بالکل نہیں بچ سکتا۔ہم نے جوانا اور جوزف کو بھی گرفتار کرلیا ہے جو علی عمران کے پرسنل گارڈز اوراس کے جرم میں شریک ہیں۔کل انہیں ہم عدالت میں علی عمران کے ساتھ ہی پیش کریں گے۔اس کے علاوہ ہم نے رانا ہاؤس کو مکمل سیل کردیا ہے۔۔۔شکریہ نو مور کمنٹس اینڈ نو کوئسچنز۔۔۔۔۔''

یہ کہتے ہی کیپٹن فیاض تیر کی طرح اپنی انٹیلی جنس والی گاڑی کی طرف لپکا اس میں سوار ہوا اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔

☆☆☆

سلیمان تھری پیس سوٹ میں ملبوس سیاہ چشمہ لگائے، ریڈ کلر کی اسپورٹس کار کا دروازہ کھول کر نہایت ہی اسٹائلش انداز میں باہر نکلا۔اس کے ہاتھ میں فلیٹ ہیٹ تھی، کار کو لاک کر کے اس نے وہ ہیٹ اپنے سر پر سجالی اور پھر وہ ہوٹل سٹار سی ون کے آٹو میٹک گلاس ڈور سے اندر داخل ہوگیا۔ وہ جوں ہی اندر داخل ہوا تو ایک دربان نے جھک کر اسے سلام کیا، مگر وہ شان بے نیازی سے چلتا ہوا لفٹ میں داخل ہوگیا۔لفٹ نے اسے نویں منزل پر پہنچایا جہاں پر ایک بہت بڑا اسوئمنگ پول تھا جبکہ اس کے سائیڈ پر چاروں طرف بہت سی میزیں اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔پول میں بہت سے لوگ نہا رہے تھے، مگر وہ ان سب سے بے پرواہ، چلتا ہوا

ایک میز پر جا کر بہت ہی دلکش انداز میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ہیٹ اتار کر ٹیبل پر رکھ دی، اس کو بیٹھے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کے ایک خوب صورت ویٹریس اس کے پاس آئی اور اپنی دلفریب مسکراہٹ سے اسے دیکھنے لگی اور پھر اس نے کہا

''سر آپ کیا لینا پسند کریں؟''

سلیمان نے ایک اسٹائل سے اپنے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی سے چشمے کو تھوڑا سا نیچے کیا اور پھر دوبارہ چشمہ اوپر کرتے ہوئے روکھے انداز میں کہا

''ٹو لیمن جوس۔۔۔''

پھر اس نے بے نیازی سے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا، ویٹریس نے ایک پل کے لئے برا منہ بنایا اور پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔ اتنے میں احمد منیر بھی وہاں آن پہنچا وہ بھی لفٹ کے ذریعے آیا تھا، اس نے وائٹ کلر کا انتہائی مہنگا کُرتا پہنا ہوا تھا۔ وہ تیر کی طرح سلیمان کی طرف لپکا، دونوں نے مصافحہ کیا اور پھر احمد منیر اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک ویٹر دو لیمن جوس کے گلاس لے آیا جنہیں پھول اور لیمو سے سجایا ہوا تھا۔ اس نے گلاس ان کے سامنے سرو کئے اور وہاں سے چلا گیا، اس بار ویٹریس نے آنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

''سلیمان صاحب آپ نے ڈیل کا ذکر کیا تھا؟''

احمد منیر نے سلیمان کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔ جبکہ اس دوران سلیمان نے اپنا چشمہ اتار لیا اور ٹیبل پر ہیٹ کے ساتھ رکھ لیا۔ اتنے میں سلیمان نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک

چپ نکال کر، احمد منیر کی طرف بڑھا دی۔ پھر اس نے اپنی ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا

''ڈیل۔۔۔''

اس کے بعد اس نے اپنے کوٹ کی دوسری جیب سے چیک بُک اور پین نکال کر اس چیک پر پین چلانا شروع کیا اور پھر اسے پھاڑ کر احمد منیر کی جانب بڑھا دیا۔ سلیمان نے دو تین سپ لئے اور بعد ازاں مسکراتے ہوئے بولا

''ڈیل۔۔۔''

اس کو مسکراتا دیکھ کر احمد منیر بھی مسکرایا پھر اس نے بھی جواباً کہا ''ڈیل۔۔۔''

اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔

☆☆☆

فورسٹارز کے ہیڈ کواٹر کے بلیک روم میں اس وقت ہوٹل سٹار سی ون کا پاکیشیا کا ففٹی پرسنٹ پارٹنر وجاہت عباسی موجود تھا۔ اس سے خاور اور چوہان 'گڈ کاپ بیڈ کاپ' کی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے تفتیش کر رہے تھے۔ ان کے سروں پر ایک بڑا سا لیمپ جھول رہا تھا۔ اس روم میں سوائے ایک میز اور تین کرسیوں کے باقی کوئی فرنیچر موجود نہیں تھا۔ ایک کرسی پر وجاہت عباسی دہشت زدہ بیٹھا تھا جبکہ اس کے سامنے خاور اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان ایک میز حائل تھی، اس کے علاوہ اس کمرے میں سائیڈ پر ایک بڑا اور کشادہ شیشہ

لگا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک کنٹرول روم تھا، جس میں صدیقی اور نعمانی موجود تھے جو کمرے کی تمام آوازیں اور تصاویر لائیو ایک ایل سی ڈی کی مدد سے دیکھ رہے تھے۔ بلیک روم میں تین ہائی کوالٹی کیمرے خفیہ طور پر نصب تھے۔ اس کے علاوہ میز کے نیچے دو طاقتور مائیک بھی لگے ہوئے تھے۔ نعمانی اور خاور، وجاہت کو کوئی دو گھنٹہ قبل اس کی پیلس نما کوٹھی سے بے ہوش کر کے اٹھا لائے تھے اور اب اسے ہوش میں لا کر تفتیش ہو رہی تھی۔ ٹیبل پر ایک پستول اور ایک موٹے منہ والی پلاس بھی رکھی ہوئی تھی۔

''مسٹر وجاہت اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو تمہارے ساتھ وہ سلوک ہو گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔''

خاور نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ وجاہت نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے رونا شروع کر دیا۔

''خدا کا واسطہ۔۔۔۔ مجھ پر رحم کرو، مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

''بکواس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر تم نے اپنی یہ 'معلوم نہیں' کی گردان ختم نہ کی تو میں اسی پلاس کی مدد سے تمہارے ہاتھ کی ساری انگلیوں سے ناخن کھینچ لوں گا۔۔۔۔''

خاور نے میز پر زور سے ہاتھ مار کر دھاڑتے ہوئے کہا۔ وجاہت نے ایک دم سے اپنے ہاتھ بغلوں میں رکھ کر خود کو سمیٹ لیا، جیسے خود کو بچا رہا ہو۔

''مسٹر وجاہت آپ ہمیں یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ سر بلیک کوبرا کے بارے میں کیا جانتے

ہیں؟ تو چلیں میں آپ کے لئے سوال بدل دیتا ہوں۔اس رات میٹنگ میں کیا ہوا تھا، جب احمد منیر اور سر بلیک کو برا اس میٹنگ روم میں گئے تھے۔۔۔۔''

چوہان نے وجاہت کو عزت دیتے ہوئے اسے لائن پر لانے کوشش کی۔

''میں آپ سے کتنی دفعہ کہوں کہ مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔آپ نے تشدد کرنا ہے تو کر لیں مگر میرا پھر بھی وہی جواب ہوگا۔۔۔۔''

وجاہت عباسی نے اپنے دونوں ہاتھ میز پر ٹیکتے ہوئے،اس بار قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، مجھے یہاں پر میری خواہش کہ برخلاف اٹھالانے پر میڈ یا والے آپ کو چھوڑ دیں گے کیا؟۔۔۔۔۔۔۔بھول ہے آپ لوگوں کی۔ایک شریف آدمی پر ہاتھ ڈالنے سے جانتے ہیں آپ کے ساتھ کیا ہوگا؟۔۔۔آپ لوگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ میں کوئی معمولی آدمی ہوں۔۔۔۔۔پاکیشیا کے سب بڑے ہوٹل سٹار سی ون کا ففٹی پرسنٹ پارٹنر۔۔۔۔ جانتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟۔۔۔اس کا مطلب ہوتا ہے کہ میں کوئی کیڑا مکوڑا نہیں،جس کو آپ جیسے چاہیں مسل دیں۔۔۔۔۔۔''

وہ ابھی مزید بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک دم سے خاور نے پستول اٹھا کر اس کا ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر اس کے اوپر پستول رکھ ایک فائر کر دیا۔وجاہت عباسی کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں،اس نے اپنا دوسرا ہاتھ لے جا کر اس کی مدد سے اپنا متاثرہ ہاتھ تھام لیا۔گولی اس کے ہاتھ میں پھنس گئی تھی اور وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔

''یوڈرٹی فول۔۔۔۔۔۔۔''

اس کے بعد گالیوں کا ایک طوفان وجاہت عباسی کے منہ سے نکلا مگر ابھی اس کی گالیاں پوری بھی نہیں ہوئیں تھیں کہ خاور کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تو اس کے منہ میں سے خون کی پچکاری نکلی اور اسکا منہ الٹ کر دوسری طرف ہو گیا۔

''شٹ اَپ۔۔اپنی بکواس بند کرو ورنہ تم مجھے نہیں جانتے میں ٹارچر اسپیشلسٹ ہوں۔ میں جسم کے حساس حصوں پر اگر ایک دفعہ اپنا ہاتھ چلا دوں تو اس کا علاج کرانا بھی ناممکن ہوتا ہے۔''

خاور کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

''تم تم لوگ جانور ہو۔۔۔خدا تم لوگوں سے پوچھے گا کہ ایک شریف انسان پر ظلم کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔۔۔۔''

وجاہت درد کی شدت سے چیختے ہوئے احتجاج کرنے لگا شاید وہ اس کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

''شٹ اَپ یو ایڈیٹ۔۔۔۔اگر اب تم نے اپنے آپ کو شریف انسان کہا تو میں تمہاری زبان اس پلاس سے کاٹ دوں گا۔۔۔۔۔''

خاور نے پلاس اپنے ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ وجاہت عباسی بہت بری طرح سے کراہ رہا تھا۔

''مسٹر عباسی میں آپ کو پہلے کہہ چکا ہوں کہ یہ شخص بہت ظالم ہے اگر آپ تعاون نہیں کریں گے تو مجھے افسوس ہے آپ کی چیخیں سن کر یہاں آپ کی مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔مگر میرا آپ سے وعدہ ہے اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے تو ہم آپ کی ڈریسنگ بھی کریں گے اور آپ کو عزت کیساتھ آپ کے گھر بھی چھوڑ کر آئیں گے۔''

چوہان نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مم میں بتاتا ہوں۔سب کچھ بتاتا ہوں۔۔لیکن مجھے پپ پانی چاہیے۔۔پلیز پانی پلا دو میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔''

وجاہت نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تعاون کے لئے رضامندی ظاہر کی۔

''مسٹر عباسی پانی تب ملے گا جب تم ہمیں کچھ بتاؤ گے۔۔۔چلو شاباش اچھے بچوں کی طرح شروع ہو جاؤ اب۔۔۔''

خاور نے اسے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

''مم میں سر بلیک کوبرا کے بارے میں تو نہیں جانتا پر آپ کو اتنا بتا دوں وہ۔۔وہ احمد منیر کو ایک اسٹوری کی ضرورت تھی اسی لئے اس نے زبردستی ہم سے وہ میٹنگ روم بک کروایا تھا،ہمیں اپنی عزت بہت عزیز تھی لہذا ہم نے اسے چند گھنٹوں کے لئے روم الاٹ کر دیا۔بس اس سے زیادہ مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔''

وجاہت عباسی نے بہ مشکل اپنی بات مکمل کی ،تکلیف کی شدت سے اس کی حالت غیر ہورہی تھی ۔اس کی بات ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ خاور نے پلاس اُٹھا کراس کا الٹا ہاتھ جس میں پہلے ہی گولی پھنسی ہوئی تھی ،اس کو زبردستی اپنے ہاتھ میں لیکراس کی پہلی انگلی پر ناخن کی جگہ پلاس رکھ کر بے دردی سے ناخن کھینچ کر الگ کردیا۔وجاہت عباسی کی بھیانک چیخوں کا ایک نیا شور بلند ہوااس کی متاثرہ انگلی سے خون کا فوار نکلااور اس کے ساتھ ہی وجاہت تڑپتا ہوا بے ہوش ہوگیا۔

''کافی سخت جان ثابت ہورہا ہے جوانتہائی غیر متوقع ہے،کیسے دیدہ دلیری سے جھوٹ بول رہا تھا۔''چوہان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اسی سے لگ رہا ہے کہ یہ کتنا شریف انسان ہے۔۔۔''

خاور نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا جبکہ اس دوران اس نے پلاس ٹیبل پر رکھ دی اور پھر اس نے ٹیبل کی دراز کھول کراس میں سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔پھر وہ اٹھااور آگے بڑھتا ہوا اس کی پشت پر آگیا اور پھر اس نے اس کا ایک کان پکڑ کر نہایت سفاکی سے کاٹ دیا۔

وجاہت عباسی درد سے بلبلاتا ہوا چیخ مار کر ہوش میں آگیا۔

''بتاؤ جھوٹ کیوں بولا؟۔۔''خاور چلایا۔

''مم مجھے معاف کردو۔۔۔مم میں بتاتا ہوں سب کچھ بتاتا ہوں۔۔۔''

اس سے زیادہ وہ نہ بول سکا اور پھر بے ہوش ہوگیا۔خاور نے اس باراس کی ناک پکڑ کر خنجر کی

مدد سے بے دردی سے کاٹ دی۔ وہ پھر چیختا ہوا ہوش میں آیا۔ اس کا چہرہ خون سے لت پت تھا، وہ اس پل کافی خوفناک لگ رہا تھا۔

''مم میں ایک بلیک میلر ہوں اور میرا دھندہ بڑے بڑے بزنس ٹائیکونز کو بلیک میل کر کے ان سے بڑی بڑی رقمیں بٹورنا ہے۔ مم۔۔ میں شروع سے ہی یہ دھندہ خفیہ طور پر کسی اور دھندے کے ساتھ ملا کر کرتا چلا آیا ہوں۔ اس سے قبل میں ایک شیشہ کیفے کا مالک تھا، جن کے کیبنز میں میں نے خفیہ کیمرے لگائے ہوئے تھے۔ میرے کیفے پر بڑے بڑے دولت مندوں کے لڑکے لڑکیاں آتے اور غیر اخلاقی فعل میں ملوث ہو جاتے تھے، جن کی ریکارڈنگ کر کے میں انکے امیر والدین کو بلیک میل کیا کرتا تھا۔ وہ والدین اپنے بچوں کی اور اپنی عزت کی خاطر بڑی سے بڑی رقم دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ مگر ایک دفعہ اتفاق سے ایک آرمی آفیسر کی بیٹی کی ویڈیو میرے ہتھے چڑھ گئی جس کی سنگینی کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔ میں نے اسے بھی بلیک میل کرنا چاہا مگر وہ بلیک میل نہ ہوا الٹا رات کے وقت کچھ فوجی دندناتے ہوئے میرے کیفے میں گھسے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور اپنے ایک خفیہ مقام پر لے گئے۔ وہاں انہوں نے میری جم کر چھترول کی اور پھر تمام بلیک میلنگ سٹف بھی مجھ سے نکلوا لیا۔ انہوں نے مجھے وہاں پر کوئی ایک ہفتہ رکھا اور پھر مجھے بے ہوش کر کے ایک کوڑے کے ڈرم میں ڈال گئے۔ اس قسم کی چھترول ہونا اور پھر دھندہ بند ہو جانا میرے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میں ایک چھوڑ دوسرا شروع کر دیتا تھا۔ جب میرے پاس بہت دولت اکھٹی ہو گئی تو میں نے غیر ملکی

دورے کرنا شروع کر دیئے۔ان دوروں کا مقصد کسی موٹی آسامی کو پھنسا کر اس کے ساتھ مل کر اپنی بلیک منی کو وائٹ کرنا تھا، تا کہ میرا شمار بھی پاکیشیا کے معززین میں ہو سکے۔۔''

اس کے بعد وہ پھر بے ہوش ہونے ہی والا تھا کے خاور نے زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا تو وہ ہڑ بڑا کر پھر سیدھا ہوا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا

''آج سے چند سال قبل اٹلی کے ایک دورے کے دوران میری ملاقات ایک اطالوی بزنس مین کرنل ولسن سے ہوئی جو اپنے ہوٹلوں کی ایک کامیاب چین چلاتا تھا۔وہ کافی سادہ لوح واقع ہوا تھا، اس سے ایک دو ملاقاتوں میں ہی میں نے اسے اپنے جال میں پھنسا لیا اور وہ پاکیشیا میں ایک سیون سٹار ہوٹل کھولنے کے لئے راضی ہو گیا۔ میں نے اس سے سارا خرچا کروا کر پاکیشیا کے سب سے بڑے ہوٹل سی سٹارون کی داغ بیل ڈلوادی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہوٹل شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گیا۔وہ چونکہ سارا سال یہاں نہیں رہ سکتا تھا اس لئے میں نے کرنل ولسن سے ڈیل کر کے خود کو اس ہوٹل کا ففٹی پرسنٹ مالک بنوالیا اور اس سے کہا کے وہ یہاں سے بے فکر رہے، یہاں ہوٹل کی دیکھ بھال میں کروں گا اور اسے وہاں سالانہ منافع بھجوا دیا کروں گا۔اس ڈیل پر وہ بخوشی راضی ہو گیا اور میں نے ایسا ہی کیا،سالانہ کا منافع اسے لازمی بھجواتا ہوں۔میں اپنی پرانی عادت سے مجبور تھا،لہذا میں نے ہوٹل سٹار سی ون میں بھی پرانا دھندہ پھر سے شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔بلیک میلنگ کی خاطر میں نے میٹنگ رومز میں اپنے خفیہ کیمرے اور مائیکس لگوا دیئے۔لیکن اس بار میں نے اپنا طریقہ کار قدرے مختلف

رکھا، ان کیمروں کی مدد سے سب کچھ ریکارڈ تو ہوجایا کرتا تھا، مگر میں اس بار ان بڑے بزنس مینوں کی گفتگو سن کر، ان کی کچھ دوسری نوعیت کی کمزوریاں پکڑ کر، ان پر خود کو ظاہر کئے بغیر ان کی انہی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مجبور کردیتا تھا کہ وہ میرے خفیہ اکاؤنٹس میں ہر ماہ بھاری رقوم جمع کرادیں۔ کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں ہوٹل سٹار سی ون کا ففٹی پرسنٹ پارٹنر ایک بلیک میلر ہوں۔ لوگ آج تک مجھے معزز سمجھ کر میری خوب عزت کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بزنس مینز بھی جو میرے ہاتھوں بلیک میل ہوتے رہے ہیں، مگر انہیں اب تک ہوٹل سٹار سی ون کی سروسز سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ خیر اب میں آتا ہوں آپ لوگوں کے اس سوال کی طرف جس کی خاطر آپ لوگوں نے مجھ پر اتنا ظلم کیا ہے۔ لیکن پلیز مجھے دو گھونٹ پانی پلا دو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں صدیوں سے پیاسا ہوں۔۔۔"

وہ بات کرتے کرتے ایکدم خاموش ہوگیا۔ جبکہ گفتگو کے دوران وہ برابر بری طرح سے تڑپ رہا تھا اور مزید تشدد سے بچنے کی خاطر لاشعوری طور پر روانی سے بولے چلے جارہا تھا۔ اس کے سارے انکشافات کیمرے کی مدد سے کنٹرول روم میں رکھے ہوئے ایک ریکارڈر پر باقاعدہ ریکارڈ ہو رہے تھے۔

اتنے میں نعمانی بلیک روم میں پانی کا جگ اور گلاس لیکر داخل ہوا اور پھر اس نے وہ جگ اور گلاس میز پر رکھ کر پانی بھرا اور وجاہت عباسی کے منہ سے لگا لیا۔ وجاہت عباسی طوطے کی طرح بول رہا تھا اور اب وہ مزید اہم انکشافات کرنے والا تھا تو وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ

اس کی چونچ بند ہو لہذا انہوں نے اس کی خواہش کے مطابق پانی پلا دیا۔ پانی پیتے ہی وہ کچھ بولنے کے قابل ہوا تو اس نے اپنی بات پھر شروع کی

''سر بلیک کوبرا سے میری ملاقات کوئی دو ہفتے قبل ہوئی تھی۔ ایسا پراسرار شخص میں نے آج تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسا طلسم ہے جو مجھے عمرو عیار کی کہانیوں کی طرح طلسم وادی میں لے جاتا ہے۔ آپ یقین کریں، اس کی آنکھوں میں کوئی بہت ہی عجیب بات ہے آدمی دو پل اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتا۔ شاید وہ ماہر ہپناٹسٹ ہے یا پھر وہ کسی اور ہی جزیرے کی مخلوق۔ لیکن ایک بات کنفرم ہے، اس کے پاس کوئی بہت ہی پراسرار علم ہے جس کی مدد سے وہ ہر انسان کو اپنا غلام بنا لیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے مجھ سے میرا سب سے خوب صورت فارم ہاؤس جو پاکیشیا کے کیپیٹل کے نواح میں ایک ہل پوائنٹ پر واقع ہے، نہ جانے کیسے لے لیا۔ میں تو جب بھی اس بارے میں جتنا غور کرتا ہوں، تو اتنا ہی الجھتا چلا جاتا ہوں، عقل بالکل ماؤف ہو جاتی ہے۔ خیر اس نے مجھ سے وہ فارم ہاؤس لے لیا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، وہ اب بھی وہیں رہائش پذیر ہے، کیونکہ اس کا پتہ نہیں چلتا وہ ایک پل میں یہاں ہوتا ہے تو دوسرے پل میں کسی اور جگہ۔ اس ہفتے کی رات، جس رات ہمارا اسپیشل سیچر ڈے نائٹ شو ہوتا ہے۔ وہ احمد منیر اچانک میرے آفس میں آ گیا اور اس نے شو والے ہال میں ایک سیٹ کے مطالبے کہ ساتھ ساتھ ایک میٹنگ روم کی بھی فرمائش کر دی۔ اس کو تو انکار نہیں کیا جا سکتا تھا، اتفاق سے ایک بزنس مین بیمار تھا، جس

نے فون کر کے اپنی سیٹ پہلے ہی کینسل کرا دی تھی۔ تو وہی سیٹ میں نے احمد منیر کے حوالے کر دی۔ مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ احمد منیر کی میٹنگ سر بلیک کو برا سے ہونے والی تھی۔ اس بات کا انکشاف مجھے میٹنگ روم کی فوٹیج دیکھ کر ہوا کہ احمد منیر کی ملاقات سر بلیک کو برا سے ہوئی تھی اور اس میٹنگ کی ساری گفتگو کوڈ ورڈز میں تھی۔ لیکن ایک بات قابل ذکر تھی اور وہ یہ کہ اس میٹنگ میں ایک بریف کیس کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔ اس کے علاوہ، کسی چڑیا کے پھنس جانے کا ذکر بھی ہوا تھا، مگر ابھی اس میٹنگ کو برخاست ہوئے چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ اگلے دن سر بلیک کو برا میرے آفس پہنچ گیا اور مجھ سے اس فوٹیج کا مطالبہ کر ڈالا جو میرے لئے کسی بم شل سے کم نہیں تھا۔ کیونکہ اس راز کا علم صرف میرے چند مخصوص کارندوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا اور وہ میرے اعتباری ہیں، کیونکہ ان کی روزی روٹی بھی اسی سے منسلک ہے۔ اس بات سے مجھے لگا کہ اس کے پاس کوئی پراسرار علم ہے یا وہ کوئی کالا جادو کرتا ہے۔ میں نے وہ فوٹیج بغیر کسی تردد کے ڈیٹا سٹور روم سے ایک ڈی وی ڈی میں کاپی کر کے اس کے حوالے کی اور اپنا ڈیٹا ہمیشہ کے لیے واش کر دیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں اس نے اس فوٹیج کا کیا کیا، بس اس دن کے بعد میں نے خود کو اس سے دور کر لیا۔ اب وہ جب بھی نظر آتا ہے میں اس سے نظریں بچا کر چھپ جاتا ہوں۔ وہ اکثر ہوٹل سٹار سی ون میں آتا جاتا رہتا ہے۔ مگر میں اس سے کتراتا رہتا ہوں۔۔''

وجاہت عباسی کی کراہوں، سسکیوں اور کرب سے لتھڑی ہوئی لاشعوری گفتگو ختم ہوئی تو نعمانی

نے اس سے چند ضروری معلومات لیں تاہم وہ پھر بے ہوش ہو گیا، اس دوران صدیقی بھی بلیک روم میں آ گیا تھا۔

''آزاد کر دو اسے۔۔۔''

صدیقی نے کرخت لہجے میں کہا جس کا مطلب یہ تھا اسے زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دو۔

☆☆☆

علی عمران ان دنوں انٹیلی جنس بیورو کی کسٹڈی میں تھا۔ اس کا حلیہ ہی بدل گیا تھا، اس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور وہ جسم پر اکثر شال لپیٹ کر رکھتا تھا۔ اس کا خصوصی سیل انٹیلی جنس بیورو کی عمارت کے تہ خانے میں سب سے الگ تھلگ تھا۔ جبکہ باقی تہ خانہ وقتی طور پر خالی کر لیا گیا تھا۔ یہاں پر اور بھی سیلز موجود تھے، مگر اب خصوصی طور پر انہیں عمران کی اسکیورٹی کے پیش نظر خالی کرا لیا گیا تھا تا کہ کسی اور کی طرف سے عمران کو مدد نہ ملے۔ عمران کے سیل میں اسکی نگرانی کے لئے باقاعدہ کیمرے لگے ہوئے، یہ کیمرے بیک اینڈ پر دس افراد دو، دو کر کے مختلف شفٹوں میں چوبیس گھنٹے مونیٹر کرتے تھے۔ عمران کا ٹریک ریکارڈ دیکھتے ہوئے وہاں اسکیورٹی ہائی الرٹ تھی، انٹیلی جنس کے کچھ افسران کے علاوہ انہوں نے کوئی دو سو خصوصی تربیت یافتہ افراد حکومت سے منگوائے ہوئے تھے وہ سب کے سب مارشل آرٹس کے اسپیشلسٹ تھے۔ یہاں پر میڈیا سمیت کسی بھی اجنبی شخص کو تہ خانے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اس

تحہ خانے میں کیپٹن فیاض کے آرڈر کے بغیر کوئی بھی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔مزے کی بات یہ تھی کہ عمران کی گرفتاری کے بعد کیپٹن فیاض ایک بار بھی عمران کے سامنے نہیں آیا تھا اس نے اپنے دیگر آفیسرز کو عمران سے تفتیش کرنے بھیجا تھا۔کل عمران کا تاریخ میں پہلی بار فل میڈیا کورٹ ٹرائل تھا۔اس وقت رات کے آٹھ کا عمل تھا،ثریا عمران کے سیل سے باہر موجود تھی، سلاخوں کے اندر عمران تھا اور سلاخوں کے باہر ثریا کھڑی روئے چلے جارہی تھی۔

''عمران بھیا! ڈیڈی نے گھر میں مکمل مارشل لاء لگا دیا ہے،آپ کا ذکر کرنا تو ایک طرف کوئی آپ کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ مجھے بھی بڑی مشکلوں سے یہاں آنے کی اجازت ملی۔اماں بی نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے،ان کی آنکھیں خشک ہوگئی ہیں۔ان کے آنسو نہیں نکلتے،مزید یہ کہ انہوں نے بولنا ہی چھوڑ دیا ہے۔آپ سوچ نہیں سکتے ہم کس قدر کرب سے گذر رہے ہیں۔ میڈیا نے ہمارا جینا مشکل کر دیا ہے۔لیکن میں یہ نہیں مان سکتی کے آپ نے سرداور کو مارا ہوگا۔۔۔۔۔''

ثریا نے اپنا چہرہ اپنے ڈوپٹے کے پلو میں چھپایا ہوا تھا۔اس کی حالت بہت غیر ہو رہی تھی اور عمران خاموشی سے یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ایکدم سے ثریا نے اپنا چہرہ ڈوپٹے سے ہٹایا اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ دیا۔

''آپ کو میرے سر کی قسم سچ سچ بولیں۔۔۔۔۔ بول دیں کہ آپ نے سرداور کو نہیں مارا۔۔۔۔۔بولیں۔۔۔۔۔آپ کو میرے سر کی قسم۔۔۔۔''

ثریا کے آنسو بہہ رہے تھے اور اس کے دل کا کرب اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔عمران خاموش تھا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔اس کا بھی قلب تھا، عام انسانوں کی طرح وہ بھی دھڑکتا تھا، اس کے بھی احساسات تھے اور وہ بھی اپنی بہن کے آنسو دیکھ کر پگھل سکتا تھا۔ثریا کچھ دیر اس کو دیکھتی رہی پھر جواب نہ پا کر، اپنے آنسو پونچے اور اپنا چہرہ اپنے ڈپٹے میں چھپا کر وہاں سے چلی گئی۔عمران نے جب آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، ثریا کے آنسوؤں نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔مگر فوراً ہی اس نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں، اس کے بعد وہ جا کر زمین پر بیٹھ گیا۔نہ جانے پھر اچانک تہ خانے میں کیا ہوا، کچھ افراتفری سی مچ گئی۔کچھ چہ مگوئیاں ہونے لگیں، پھر وہاں سے تمام اسپیشل فورس جانے لگی اور بعدازاں تہ خانہ خالی ہوگیا۔عمران خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا، اسے یہ سب کچھ عجیب وغریب لگا۔اس کی چھٹی حس نے خطرے کی گھنٹے بجادی۔اسے لگا جیسے ابھی کچھ ہونے والا ہے۔کوئی بیس منٹ بعد تحہ خانے کا دروازہ کھلا اور کسی کے قدموں کی آواز آنے لگی کوئی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔عمران محتاط انداز میں زمین سے اٹھا اور پھر آہستہ آہستہ سیل کی سلاخوں کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا۔وہ جو کوئی بھی تھا سیڑھیاں اتر کر اب آرام آرام سے چلتا ہوا عمران کے سیل کی جانب بڑھنے لگا۔سسپنس میں اضافہ ہو رہا تھا، عمران حیران تھا کے ایسا کون ہوسکتا ہے جس کے اعزاز میں پوری اسپیشل فورس تک ہٹا دی گئی ہے۔قدموں کی آواز اچانک رک گئی، چند لمحوں کے لئے مکمل خاموشی چھا گئی۔ایسی خاموشی جس نے اعصاب کو شل کر دیا۔

قدموں کی آواز پھر سے آنے لگی ۔۔۔وہ چلنے لگا۔۔۔ چلتے چلتے پھر رک گیا۔۔۔ایک قیامت خیز خاموشی ۔۔۔خاموشی پھر اس کے قدموں کی آواز سے ٹوٹی ۔۔۔قدموں کی آواز بھاری ہونے سے عمران نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی مرد ہے۔۔۔۔عمران کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔۔۔وہ جو کوئی بھی تھا عمران کی نفسیات سے کھیل رہا تھا۔۔۔آہستہ آہستہ قدموں کی آواز بالکل قریب آ گئی ۔۔۔مگر وہ ہستی ظاہر نہ ہوئی۔۔۔۔عمران سے صبر نہ ہوا تو وہ چیخ کر بولا

''کون ہے؟اگر کوئی ممی نہیں تو سامنے آئے ڈرتی کیوں ہے۔۔۔۔۔''

اتنے میں وہی پراسرار شخص سر بلیک کوبرا اپنی زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ ظاہر ہوا اس کی آنکھوں میں وہی مقناطیسی کشش تھی ۔علی عمران محض اک پل کے لئے تھوڑا سا حیران ہوا اور پھر وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورنے لگا۔دنیا کا وہ شاید پہلا اور واحد شخص تھا جو یوں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھور رہا تھا۔آج تک جس کی آنکھوں میں مسلسل دیکھنے کی کوئی ہمت نہ کر سکا تھا،آج علی عمران اسے دیکھ نہیں بلکہ گھور رہا تھا۔

''ہیلو مسٹر علی عمران ۔۔۔مجھے سر بلیک کوبرا کہتے ہیں،اس سارے کھیل کا ماسٹر مائنڈ۔۔''

سر بلیک کوبرا جواب اس کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔اس نے علی عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔دونوں کے درمیان اب صرف سیل کی سلاخیں تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے،گھور کر دیکھ رہے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں

نا قابل تسخیر شخص ایک دوسرے کو اندر ہی اندر تول رہے ہوں۔ کیونکہ سر بلیک کو برا نے بھی آج تک کبھی شکست کا منہ نہیں دیکھا تھا۔شاید علی عمران کی زندگی میں وہ پہلا نا قابل تسخیر شخص آیا تھا جس نے محاوراتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اسے تگنی کا ناچ نچا دیا تھا۔عمران کے بچنے کی اب کوئی قانونی صورت نظر نہیں آتی تھی اور اس سب کے پیچھے سر بلیک کو برا کا ہاتھ تھا۔لیکن وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہا تھا؟ اس کی وجہ کیا تھا؟ یہ بات تا حال راز تھی۔وہ نہ جانے کتنی دیر یوں ہی ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔اندر ہی اندر وہ ایک دوسرے کی طاقت کا جائزہ لے رہے تھے۔وہ ایک عجیب وغریب منظر تھا، جسے لفظوں میں سمیٹنا مشکل تھا۔ان کی خاموشی میں بہت سے ان کہے پیغام چھپے ہوئے تھے۔۔۔۔وقت تھا کہ جیسے تھم سا گیا ہو۔تہ خانے کی ہر چیز سکتے کے عالم میں وہ منظر دیکھ رہی تھی۔اس کے در و دیوار آج حیران تھے۔۔۔۔۔۔ایسے میں سر بلیک کو برا نے اپنی نظریں عمران سے ہٹائے بغیر خاموشی کو توڑا۔

''مسٹر علی عمران! تمہیں آج تک اپنے ذہن کو لاک کرنے اور سنگ آرٹ پر بڑا مان ہے۔ سنگ آرٹ تم نے اپنے چچا سنگ ہی سے سیکھا جبکہ ذہن کو لاک کرنا تمہاری اپنی ایجاد ہے اور تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ آج تک تمہارے اس 'مائنڈ لاک' کو کوئی اَن لاک نہیں کر سکا۔تم جب ایک بار اپنا مائنڈ لاک کر لو تو کوئی تم پر جتنا مرضی تشدد کر لے تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آج تک کوئی تم سے تمہاری مرضی کے خلاف ،کوئی کام نہیں لے سکا اور نہ ہی تمہاری مرضی کے خلاف تمہارے ذہن سے کوئی معلومات لے سکا ہے۔اس بات پر تمہیں بہت مان ہے اور

اسکی میں بھی قدر کرتا ہوں ۔۔۔لیکن آؤ میں آج تمہارے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں، میں نے تمہارے مائنڈ کو اَن لاک کرنے کے لئے ایک اینٹی لاک ایجاد کیا ہے۔تم اسے اپنے چچا سنگ ہی کے سنگ آرٹ کی طرح کوبرا آرٹ کہہ سکتے ہو۔مگر میں اسے کوبرا لاک کہتا ہوں۔۔۔"

سر بلیک کوبرا نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔تو عمران نے سر کو ہلکی سی جنبش دی اور کہا

"ہوں۔۔۔۔او کے۔۔۔اگر تم نے میرے ذہن کو اَن لاک کر دیا جیسے تم کہہ رہے ہو تو تمہاری مرضی تم مجھ سے اپنی مرضی کا کام لے سکتے ہو۔لیکن اگر تم اپنے مقصد میں ناکام ہوئے یا دوسرے لفظوں میں تمہارا کوبرا لاک اگر میں نے فیل کر دیا تو۔۔۔تو جو بساط تم نے میرے خلاف بچھائی ہے وہ تم واپس لپیٹ لو گے، میڈیا کے سامنے اپنے کئے ہوئے سارے کرائم جو تم نے میرے کھاتے میں ڈلوائے ہیں وہ تم قبول کرو گے اور خود کو قانون کے حوالے کر دو گے۔۔۔۔بولو منظور ہے۔۔۔؟؟؟"

علی عمران نے سنجیدہ اور ٹھوس لہجے میں اس کے سامنے اپنا چیلنج رکھ دیا۔سر بلیک کوبرا کے چہرے پر انتہائی زہریلی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"منظور ہے۔۔۔میں یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔۔۔اگر میں اپنے لاک میں ناکام ہو گیا تو جو کچھ میں نے تمہارے خلاف کیا ہے، وہ سب کچھ قبول کر کے میں خود کو قانون اور میڈیا کے

حوالے کر دوں گا۔۔۔۔اس کے بعد تمہارے ملک کا قانون جانے اور تمہارے ملک کی حکومت، وہ جو سزا تجویز کریں گے میں قبول کرلوں گا۔۔"

سر بلیک کوبرا نے سانپ کی طرح پھنکارے ہوئے کہا، تاہم علی عمران کی آنکھوں میں اب گہری چمک آ گئی تھی اور پھر وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔دونوں ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سر بلیک کوبرا نے علی عمران کو پہلا ذہنی جھٹکا دیا تو عمران کا سر ہلکا سا ہلا اس کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے دماغ میں پوری شدت کے ساتھ برقی کرنٹ کا جھٹکا دیا ہو اور پھر یہی سلسلہ چل نکلا۔عمران اپنا ذہن لاک کرتا ہی تھا، یا کرنے کی کوشش بھی کرتا تھا کہ اس کے ذہن پر شدید نوعیت کا جھٹکا لگتا تو اس کی ساری یکسوئی ٹوٹ جاتی اور پھر اس کو بھرپور ذہنی تکلیف کا احساس ہوتا۔انسان کا دماغ ہی دراصل انسان کو کنٹرول کرتا ہے، اس کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا غرض ہر کام دماغ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں۔حتیٰ کے انسان کے دل کا دھڑکنا بھی انسان کے دماغ کے کنٹرول میں ہے، وہ حکم دیتا ہے تو انسانی دل دھڑکتا ہے۔بالکل اسی طرح عمران بھی جو آج تک ناقابل تسخیر رہا تھا اس کی کنجی بھی اس کا دماغ ہی تھا۔جیسا کے عمران کا ایکسٹو ہونا اور پھر اس سے منسلک سیکرٹ سروس کا پورا سیٹ اَپ انتہائی راز داری سے چلنا یہ سب عمران کے زرخیز دماغ کا ہی کرشمہ تھا۔اسی طرح عمران کا دنیا کے ہر شخص کی آواز اور لب ولہجہ مہارت سے نقل کرنا اس کے پیچھے بھی اس کے دماغ کا کمال تھا۔علی عمران کا مارشل آرٹس کے فن میں ایکسپرٹ ہونا بھی اسکے

دماغ کی وجہ سے تھا۔اسی طرح اس کی شخصیت سے جڑے دیگراور حیران کُن کام بھی اس کے شاطر دماغ کی مرہون منت تھے۔اپنے اسی نایاب دماغ کی حفاظت کی خاطراس نے ایک بہترین سائنسی طریقہ ایجاد کیا تھااور وہ تھا اپنے ذہن کو لاک کرنا۔اس نے اسی کی بدولت کئی راز اپنے دماغ میں ہمیشہ کے لئے لاک کر لئے تھے، نہ صرف یہ بلکہ وہ اپنے دماغ کو لاک کر کے ہر قسم کے تشدد کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔اس لاک کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے دنیا میں کوئی بھی اسے ہپناٹز نہیں کرسکتا تھا۔وہ دماغ کو ایک خاص نکتے پر مرکوز کر کے سانس روک کر دماغ سے ہر قسم کا خیال نکال کر اس کو خالی کر لیتا تھااور پھر یہ عمل جب اپنے نکتہ عروج کو پہنچتا تھا تو عمران کا ذہن لاک ہوجاتا تھا۔اس کا آج تک کوئی توڑ یا اینٹی لاک نہیں بنا تھا مگر بلیک کوبرا نے آج اسے فیس ٹو فیس یہ چیلنج دے دیا تھا۔جس میں درحقیقت مخالف کو سانس روکنے اور اسے کسی خاص نکتے پر ایک خاص وقت تک مرکوز رکھنے سے روکنا تھا۔بس وہی کام سر بلیک کوبرا کر رہا تھااور وہ تھے ذہنی جھٹکے۔جس سے ساری توجہ ہٹ جاتی تھی اور عمران اپنا ذہن لاک نہیں کر پاتا تھا۔علی عمران کے ذہن کو لاک کرنے والے اس حیران کن علم کی چند کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر عمران کو تسخیر کرنے کا ایک فارمولا سر بلیک کوبرا نے ایجاد کرلیا تھا۔جو کہ دراصل ٹیلی پیتھی تھی، جسے سر بلیک کوبرا نے 'کوبرا لاک' کا نام دیا تھا۔ٹیلی پیتھی کی مدد سے عامل اپنی سوچ کی لہروں کو اپنے معمول کی سوچ کی لہروں سے کیساتھ ملا کر اس کے دماغ میں گھس کر اس کے ہر قسم کے خیالات پڑھ سکتا

ہے۔ ٹیلی پیتھی ایک ایسا خطرناک ہتھیار ہے کے جس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنا معمول بنایا جائے اس کا دماغ مکمل طور پر عامل کی مٹھی میں آجاتا ہے اور اگر دماغ ہاتھ میں آجائے تو پورا وجود ہاتھ میں آجاتا ہے۔ پھر عامل چاہے اس سے خودکشی ہی کیوں نہ کروا لے معمول کو وہ کرنی پڑتی ہے، کیونکہ اس کا دماغ عامل کے کنٹرول میں ہوتا ہے۔ اگر عامل کا معمول اس کا دشمن ہو تو وہ ٹیلی پیتھی کی مدد سے اپنے معمول کو ذہنی جھٹکے بھی دے سکتا ہے۔ اگر عامل چاہے تو وہ اپنی سوچ کی لہروں سے اپنے معمول کے ساتھ بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ اس کا معمول اپنے ذہن میں سوچ کر اپنے عامل کو جواب بھی دے سکتا ہے۔

یہ ذہنی جھٹکے بظاہر انتہائی کارگر ثابت ہو رہے تھے۔ آہستہ آہستہ سر بلیک کوبرا کے ذہنی جھٹکوں کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ان جھٹکوں کو دیکھا نہیں بلکہ محسوس کیا جاتا ہے۔ یہ ذہنی شاک کوئی مذاق نہیں تھے، اگر اس جیسے بیس پچیس جھٹکے لگاتار بھی کسی عام انسان کو لگ جائیں تو وہ شاید پاگل ہو جائے یا پھر اس کو برین ہیمرج ہو جائے۔ اگر یہی جھٹکے ایک مخصوص حد سے بڑھ جائیں تو انسان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ لیکن مقابل عمران تھا، جس کے مقابلے پر آ کر پہاڑ بھی اپنا راستہ بدل لیتا تھے اور بعض کا خیال تھا کہ عمران تو پیدا ہی فتح حاصل کرنے کے لئے ہوا ہے۔ وہ دونوں اپنی ضد کے پکے معلوم ہوتے تھے۔ اب عمران کا چہرہ لال ہو گیا تھا، ذہنی جھٹکے اسی رفتار سے جاری تھے۔ عمران کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر اکٹھا ہو گیا تھا۔ یہ ذہنی کش مکش اب موت کی فائٹ بن چکی تھی۔ کوئی ہار تسلیم نہیں کر رہا تھا، ایسی

فائٹ آج تک کسی نے کبھی دیکھی ہوگی اور نہ ہی شاید آئندہ کبھی کوئی دیکھ پائے۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد فائٹ تھی جس میں کوئی خون خرابا نہیں ہوا تھا، کمال کا منظر تھا۔ دونوں کی ضد اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ جب پندرہ منٹ گزر گئے تو سر بلیک کوبرا نے اپنا پینترا بدلا اور جھٹکوں کی رفتار کم زیادہ کرنی شروع کردی۔ وہ دو ہلکے جھٹکے دیتا تھا تو تین شدید نوعیت کے، دیکھتے ہی دیکھتے عمران جو دنیا میں ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا اب آہستہ آہستہ ڈھیلا پڑتا جارہا تھا۔ اس کے ذہن میں جھٹکوں کا درداب ناقابل برداشت ہوتا جارہا تھا۔ لیکن پھر بھی عمران نے ہار تسلیم نہیں کی تھی، بہت سے لوگوں نے عمران کے برداشت کی آخری حد نہیں دیکھی تھی۔ کئی لوگوں کا خیال تھا کہ اس کا برداشت کرنے کا مادہ اتنا ہے جتنا سمندر میں پانی کے قطرے، تو کوئی کہتا تھا اس کے برداشت کی حد وہ ہے جتنا صحرا میں ریت کے ذرے وہ بھی لامتناہی ہیں اور عمران کی برداشت کی حد بھی کوئی نہیں۔ سر بلیک کوبرا کی یہ نئی حکمت عملی اثر کر رہی تھی۔ دونوں کی آنکھیں ابھی بھی ایک دوسرے پر گھڑی ہوئی تھیں اور دماغ ایک دوسرے سے گھتم گھتا تھے۔ وہ پندرہ منٹ آدھے گھنٹے میں بدلے تو عمران کی صبر کی وہ حد بھی ختم ہوگئی اور اس نے سرینڈر کردیا۔ ایک عجیب منظر تھا عمران اپنا سر تھامے اب سیل کے فرش پر گرنے ہی والا تھا کہ سر بلیک کوبرا نے اس بار ہپناٹزم سے اسے کنٹرول کرلیا

"علی عمران تمہارا دماغ اب میرے کنٹرول میں ہے۔۔۔۔۔۔۔ جو میں کہوں گا تم ویسے کرو گے۔۔۔۔۔"

سر بلیک کو برا نے گرجتے ہوئے کہا

''ہاں تم جو کہو گے میں وہ کروں گا۔۔۔۔''

عمران جو شاید فرش پر گر کر ڈھیر ہو جاتا اسے سر بلیک کو برا نے کنٹرول کر کے دوبارہ اپنی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''تم اب میرے محکوم ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم اب سر بلیک کو برا کے محکوم ہو''

''ہاں میں اب تمہارا محکوم ہوں۔۔۔۔اب میں سر بلیک کو برا کا محکوم ہوں''

''اب میں تمہیں جو حکم دوں گا، وہ تم کرو گے۔۔۔جو حکم اب تمہیں سر بلیک کو برا دے گا تم ویسا ہی کرو گے۔۔۔۔۔۔بولو کرو گے۔۔۔''

''ہاں جو تم کہو گے میں بالکل ویسا ہی کروں گا۔۔۔۔۔۔جو سر بلیک کو برا کہے گا میں ویسا ہی کروں گا''

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کے تم کل عدالت میں جا کر اپنا جرم قبول کر لو گے کے تم نے سر داور کو قتل کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔بولو قبول کر لو گے۔۔''

''ہاں میں کل عدالت میں جا کر اپنا جرم قبول کر لوں گا۔۔۔۔۔کے میں نے ہی سر داور کو قتل کیا ہے۔''

''تم نے انہیں انکی کوٹھی میں قتل کیا ہے۔۔۔۔تمارے ساتھ جوزف اور جوانا بھی تھے۔۔''

''ہاں میں نے انہیں انکی کوٹھی میں قتل کیا ہے۔۔۔۔۔۔اور میرے ساتھ جوزف اور جوانا بھی

تھے۔۔۔۔۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کے جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں تم نے بالکل وہی بیان عدالت میں دینا ہے۔۔۔۔۔۔"

اس کے بعد سر بلیک کوبرا عمران کو ہپناٹزم کے ذریعے ہدایات دینے لگا کہ وہ کل عدالت میں کیا بیان دے گا۔۔۔وہی عمران جو دوسروں کو اپنی انگلیوں پر نچاتا آیا تھا آج خود سر بلیک کوبرا کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔وہی علی عمران جو پوری دنیا کی سیکرٹ سروسز کے لئے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا آج ہمیشہ کے لئے تسخیر ہو گیا تھا۔

آٹھواں باب

علی عمران ہینگ ٹل ڈیتھ

فورسٹار ایک کار میں بیٹھے آندھی طوفان کی طرح وجاہت عباسی کے ہل پوائنٹ پر واقع اس کے فارم ہاؤس پر سر بلیک کوبرا سے ٹکرانے کے لئے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی بیٹھا ہوا تھا، برابر والی سیٹ پر صدیقی جبکہ انکے پیچھے خاور اور چوہان براجمان تھے۔ آج عمران کا فل کورٹ میڈیا ٹرائل تھا اور انکی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح سے سر بلیک کوبرا پر قابو پا کر، اس کی تحویل میں موجود اس رات کی میٹنگ والی خفیہ ریکارڈنگ حاصل کر لیں۔ تا کہ وہ ریکارڈنگ عدالت میں پیش کر کے، احمد منیر کو مجبور کیا جا سکے کہ وہ عدالت کے سامنے جواب دہ ہو۔ اس ریکارڈنگ سے وہ علی عمران کو سزا سے تو نہیں بچا سکتے تھے، مگر انہیں تھوڑی بہت امید ضرور تھی کہ وہ اس ریکارڈنگ سے اور احمد منیر کی عدالت میں پیشی سے کیس کی نوعیت پر کچھ نہ کچھ فرق ضرور ڈال سکتے تھے۔ اس ریکارڈنگ سے عدالت کو سوچنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا کے سرداور کے قتل کا علی عمران سے ہٹ کر کوئی دوسرا رخ بھی ہو سکتا ہے۔

فورسٹارز کو یہ بھی ڈر تھا کے سر بلیک کوبرا اگر فارم ہاؤس پر نہ ہوا تو اسے تلاش کرنا پھر تقریباً

ناممکن ہوجائے گا۔ یہ اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف تھااورانکے پاس یہ آخری موقعہ تھا۔اس کی کامیابی کی بھی کوئی خاص امید نہیں تھی ،مگراس کے بغیراورکوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

ہل پوائنٹ پاکیشیا کے کیپیٹل سے کوئی آدھے گھنٹے کے فاصلے پر تھا، جہاں پر بہت سے فارم ہاؤسز،ہٹس اور دیگر رہائشی مکانات تھےمگر ایک دوسرے سے ہٹ کر تھے۔ اس وقت صبح کے سات کا عمل تھا اور دو گھنٹے بعد فیڈرل کورٹ آف جسٹس کی کاروائی شروع ہوجانی تھی۔انکے پاس زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ تھا۔فارم ہاؤس کی چند خاص نشانیاں انہوں نے وجاہت عباسی سے پوچھ لیں تھیں۔کار میں ہر قسم کا ضروری اورجدید ترین اسلحہ موجود تھا۔اس کے علاوہ انہوں نے سوپر لینز بھی آنکھوں میں اتارے ہوئے تھے۔کچھ دیر بعد انکی کار ہل پوائنٹ پر پہنچ گئی، جسے مصنوعی طور پر کئی بڑی چٹانوں کو ملا کر پھران پر گاس، درخت اور دیگر پودے لگا کرخوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

ٹھنڈی ہوا سے لمبی لمبی گاس اور درختوں کے پتے لہراتے ہوئے بہت دلکش لگ رہے تھے۔سورج کبھی کبھی بادلوں کی اوٹ سے نکل کراپنی موجودگی کا احساس دلاتا تھااور پھرتھوڑی دیر جھانک کردوبارہ بادلوں میں خودکو چھپالیتا تھا۔ہل پوائنٹ کے درمیان ہری بھری گاس کو کاٹتی ہوئی ایک پختہ سڑک تھی ،جس پرڈرائیونگ کا اپنا ہی لطف تھا۔ہل پوائنٹ تفریح کے لئے ایک بہترین جگہ تھی، یہاں اکثر فیملیز آکر چھٹیاں گزارتی تھیں۔ دو پرائیوٹ کمپنیوں نے حکومت سے باقاعدہ لائسنس لیکراپنا بزنس بنایا ہوا تھا۔ یہ کمپنیاں یہاں پرلوگوں کوکرائے پر

ہٹس اور فارم ہاؤسز دیتی تھیں۔ کچھ وجاہت عباسی جیسے لوگ جن کی دولت کی کوئی حد نہیں ہوتی تھی، وہ اپنے لئے سالانہ ایڈوانس پیمنٹ کر کے بکنگ کروالیا کرتے تھے۔

نعمانی نے کار مین سڑک سے موڑ کر ہل پوائنٹ والی سڑک پر ڈال دی۔ کوئی دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وجاہت عباسی کا فارم ہاؤس آ گیا۔ جو بہت ہی خوب صورت چاکلیٹ کلر کا انگریزی طرز پر بنا ہوا تھا۔اس کا احاطہ بہت وسیع تھا، جبکہ ارد گرد بہترین تراشے ہوئے درختوں سے وہ گھرا ہوا تھا اور اس کے آس پاس کوئی آبادی نہیں تھی۔ نعمانی نے کار فارم ہاؤس سے قبل ہی ایک درخت کی اوٹ میں روک لی۔ وہ چاروں بہت محتاط انداز میں گاڑی سے نکلے، ان سب نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہاں بالکل خاموشی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے کوئی بھی نہ ہو۔ صدیقی نے آئی کوڈ لینگوئج سے سب کو اپنی حکمت عملی سے آگاہ کیا اور پھر اس نے سب سے پہلے خاور اور چوہان کو بے ہوش کر دینے والی گیس گنز کے ساتھ روانہ کر دیا۔ خاور درختوں اور اونچے اونچے پودوں کی اوٹ لیتا ہوا فارم ہاؤس کے مین ڈور کی جانب بڑھنے لگا۔ جبکہ چوہان ایک لمبا راستہ اختیار کرتے ہوئے فارم ہاؤس کی بیک سائیڈ پر آ گیا۔ دونوں خاور اور چوہان نے اپنی اپنی پوزیشنز لے لیں۔ جبکہ اس دوران صدیقی اور نعمانی وہیں کار کے پاس ہی موجود تھے۔ بظاہر فارم ہاؤس اور اسکے آس پاس اب تک کسی قسم کی کوئی نقل و حرکت نہیں ہوئی تھی۔ مگر وہ سربلیک کوبرا کے معاملے میں کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔ صدیقی نے اُن دونوں کی پوزیشنز کا جائزہ لیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنی گھڑی

کے ڈائل پر ایک بٹن پریس کیا تو دوسری طرف خاور اور چوہان کی گھڑیوں پر ٹک ٹک کی مدہم آواز آنے لگی، جو انکی ہتھیلیوں پر ضربیں لگا رہی تھی۔ یہ اشارہ تھا کہ شوٹ اس کے بعد، خاور نے اپنی گن ایڈ جسٹ کی اور پھر ٹریگر پر انگلی رکھ کر اسے دبا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوئی چیز دھویں میں لپٹی اُڑتی ہوئی فارم ہاؤس کے اندر جا گری، یہی عمل فارم ہاؤس کی بیک سائیڈ پر بھی ہوا اور چند لمحوں میں دھویں نے پورے فارم ہاؤس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس دھویں کی رینج محدود تھی لہذا اس کا اثر خاور اور چوہان کو نہیں ہوا۔ کوئی پانچ منٹ کے بعد جب اس گیس کا اثر بالکل ختم ہو گیا، تو انتہائی تیز رفتاری سے صدیقی اور نعمانی ایک دوسرے کے آگے پیچھے اپنے کندھے جھکائے، ہتھیار لئے دوڑتے ہوئے آئے اور فرنٹ ڈور پر پہنچ گئے۔ جبکہ اس دوران خاور ایک لمبا چکر کاٹ کر ڈورتا ہوا فارم ہاؤس کی بیک سائیڈ پر آ گیا۔ چاروں نے ایک ساتھ انتہائی پھرتی سے دھاوا بولا تھا، صدیقی اور نعمانی دونوں مین ڈور کے دائیں بائیں کھڑے تھے اور پھر نعمانی نے مین ڈور پر ضرور سے لات ماری اور سب سے پہلے صدیقی اپنی سائلنسر لگا پستول لئے اندر داخل ہوا۔ جبکہ بیک سائیڈ پر سب سے پہلے چوہان جمپ لگا کر فارم ہاؤس کی دیوار چڑھا اور پھر اس سے زیادہ پھرتی سے دوسری طرف ایک خوبصورت صحن میں کودا اور پھر رول ہوتا ہوا اچھل کر کھڑا ہوتے ہی اپنی جیب کی اندرونی جیب سے سائلنسر لگا پستول نکال لیا۔ اس کے پیچھے خاور نے بھی وہی عمل دہرایا۔

دوسری طرف صدیقی اور نعمانی اندر داخل ہو گئے تھے اور بہت محتاط انداز میں ایک ایک

کر کے ہر کمرے کو چیک کرتے جا رہے تھے۔اس اثنا میں خاور چوہان بھی آ گئے اور پھر کچھ ہی دیر میں انہوں نے پورا فارم ہاؤس چیک کر لیا وہاں کوئی نہیں تھا البتہ بیڈ روم میں ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر ایک خنجر کاغذ کے پرزے میں ٹیبل کی سطح پر گھونپا ہوا تھا۔صدیقی نے خنجر کھینچ کر اس کی نوک سے وہ کاغذ نکالا تو ایک عبارت انکا منہ چڑا رہی تھی۔جس کو پڑھتے ہی صدیقی نے غصے سے کاغذ اپنے ہاتھ میں مروڑ کر اسے زمین پر دے مارا۔عبارت تھی

''ویل ٹرائے مسٹر صدیقی! سوری بٹ سی یو اِن کورٹ''

☆☆☆

فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے روم نمبر تین میں اس وقت خاصی گہما گہمی تھی۔کیونکہ یہاں پر ہی عمران کا آج تاریخ میں پہلی بار فل کورٹ میڈیا ٹرائل ہونے والا تھا۔یہ خصوصی عدالت سرداور کے قتل پر حکومت پاکیشیا کی جانب سے ایک صدارتی آرڈیننس کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔جس کے اختیارات تو بہت وسیع تھے مگر اسے ایک ہی روز میں اپنی تمام کارروائی مکمل کرنے کا حکم ملا تھا۔اس کے علاوہ اس عدالت کو مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر بھی جلد از جلد ایک دو روز میں عملدرآمد کروائے۔فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے احاطہ کی اسکیورٹی ہائی الرٹ تھی،اس کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فوج طلب کر لی گئی تھی۔روم نمبر تین میں عام افراد کے جانے پر پابندی تھی،سوائے ان کے جو علی عمران کے عزیز تھے یا دیگر اہم شخصیات

جن کو حکومت کی طرف سے اجازت نامے ملے ہوئے ہونگے۔

جج صاحب کے علاوہ باقی سب لوگ آ گئے تھے۔ یہ ایک انتہائی جدید ترین کورٹ روم تھا، جسے شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔ یہ کورٹ روم ایک ریلنگ کی مدد سے دو حصوں میں تقسیم تھا۔ دیواروں پر بہت ہی قیمتی پردے لگے ہوئے تھے، جبکہ فرش پر بھی بیش قیمت قالین مزین تھا۔ چھت پر بہت سی ماڈرن، بڑی اور چوڑی لائیٹس فکس تھیں اس کی خوب صورتی میں اضافے کے لئے مزید چھوٹی چھوٹی کئی سفید لائیٹس دیواروں پر کہیں کہیں لگی ہوئی تھیں۔

جج صاحب کی اُونچی ریوالونگ چیئر کے دائیں جانب بڑا سا پاکیشیا کا جھنڈا ایک موٹے ڈنڈے سے لگا ہوا تھا، تاہم بائیں جانب اسی طرح کے ڈنڈے کے ساتھ فیڈرل کورٹ آف جسٹس کا جھنڈا موجود تھا۔ جج صاحب کی چیئر کے سامنے جو بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی، اس پر کاغذات کا پلندہ، مائیک، لکڑی کا ہتھوڑا، ایک عقاب کا مجسمہ جس کی چونچ میں ترازُو لٹکا ہوا تھا اور ایک قلم دان کے تین خانوں میں تین مختلف رنگوں کے قلم سجے ہوئے تھے۔ اس میز کے دو بڑے خانے تھے، ایک خانے میں چھوٹی سی ایل سی ڈی اور دوسرے خانے میں ایک چھوٹا سا کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔۔ جج صاحب کی چیئر کے پیچھے دیوار پر فیڈرل کورٹ آف جسٹس کا دیدہ زیب لوگو کندہ ہوا تھا۔ جج صاحب کی چیئر اور میز کو ایک چھوٹی اُونچائی والے پارٹیشن سے الگ کیا ہوا تھا، اس پورشن کے بعد ایک اور پورشن جو جج صاحب والے پورشن سے جڑا ہوا تھا وہاں پر دو کمپیوٹرز کے سامنے کورٹ رپورٹر اور کورٹ کلرک بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک

بہت بڑی ایل سی ڈی ایک اسٹینڈ پر لگی ہوئی تھی جس پر 'فیڈرل کورٹ آف جسٹس' کے الفاظ انگریزی زبان میں جھوم رہے تھے۔ان کا رخ عدالت میں آئے ہوئے دیگر لوگوں کی جانب تھا۔ان سے تھوڑے فاصلے پر ان کے دائیں جانب ایک پارٹیشن سے چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا جس میں ایک چیئر پر علی عمران شال لپیٹ کر نظریں جھکائے بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے جوزف اور جوانا کھڑے ہوئے تھے۔ان کے بالکل سامنے ویسا ہی ایک کیبن بنا ہوا تھا جس کی چیئر خالی پڑی ہوئی تھی ، اسے وٹنس اسٹینڈ کہا جاتا تھا۔اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک بہت بڑی میز کے پیچھے کرسیوں پر وکیلوں کی ایک بہت بڑی تعداد بیٹھی ہوئی تھی۔جبکہ انکی بیک پر ایک بڑی سی ریلنگ سے پارٹیشن کر کے لوگوں کے لئے آرام دہ صوفے رکھے ہوئے تھے جنہیں مختلف قطاروں میں بانٹا ہوا تھا۔ان قطاروں کو درمیان میں سے ایک چھوٹے راستے سے تقسیم کیا ہوا تھا۔دائیں ، بائیں کوئی دس دس قطاریں تھیں۔

عدالت میں اس وقت کیپٹن فیاض ، سر سلطان ، پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تقریباً تمام ارکان میک اَپ میں موجود تھے۔اس کے علاوہ اماں بی اور ثریا بھی موجود تھیں۔اس فل کورٹ میڈیا ٹرائل کی لائیو کورج کے لئے میڈیا کے بے حساب کیمرے اور رپورٹرز کے علاوہ پاکیشیا کے چوٹی کے صحافی بھی موجود تھے۔

علی عمران کا کیس پاکیشیا کے تمام بڑے وکیلوں نے میڈیا اور عوام کے دباؤ کے پیش نظر لینے سے انکار کر دیا تھا۔لہذا عمران کی طرف سے ایک سرکاری وکیل شرجیل اقبال وکیلِ دفاع کی

حیثیت سے وکالت کررہے تھے۔ جبکہ ان کے مقابل حکومت کی جانب سے پاکیشیا کے سب سے بڑے وکیلوں میں سے ایک وکیل کاشف حسین وکیل استغاثہ کی حیثیت سے موجود تھے۔

اتنے میں جج صاحب والا گلاس ڈور آٹومیٹک انداز میں کھلا اور اس میں سے ایک بڑی مونچھوں والا شخص نمودار ہوا اور سیڑھیاں چڑھ کر جج صاحب والے پورشن میں آ کر ایک اعلان کرنے لگا جس کو سننے کے لئے سب متوجہ ہو گئے۔

''حضراتِ گرامی ! اب سے کچھ دیر میں چیف جسٹس جناب جسٹس ایس کے ملک صاحب تشریف لے آئیں گے، آپ سب سے گذارش ہے کہ جب وہ آئیں تو ان کے احترام میں سب لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد عدالتی کاروائی باقاعدہ شروع ہو گی تو آپ سب لوگ عدالت کے احترام میں مکمل خاموش رہیں گے تاکہ عدالتی کاروائی بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہے۔ عدالت کا احترام آپ سب پر فرض ہے، اگر اس دوران کسی نے بھی عدالتی تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کی تو اس پر عدالت کی جانب سے بھاری جرمانہ عائد کیا جائے اور کوئی سخت سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ میڈیا کے لوگوں سے عرض ہے کہ وہ عدالتی کاروائی کے دوران کسی بھی قسم کی رکاوٹ کا باعث نہیں بنیں گے۔ تبصرہ یا تنقید کرنے کی اجازت نہیں ہو گی اور نہ عدالتی کاروائی کے دوران کسی بھی قسم کی مداخلت کی اجازت دی جائے گی۔ شکریہ۔۔۔۔''

اتنا کہتے ہی وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ البتہ اس دوران دونوں وکیل چل کر علی عمران والے

اسٹینڈ اور وٹنس اسٹینڈ کے درمیان آ کر ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے وکیلوں والا گاؤن پہنا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر میں جج صاحب تھری پیس سوٹ کے اوپر اپنا جج والا گاؤن پہنے پروقار انداز میں چلتے ہوئے آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے احترام میں سب لوگ عمران سمیت کھڑے ہو گئے البتہ دونوں وکیلوں نے تعظیماً اپنے سر تھوڑے سے نیچے جھکائے اور پھر جج صاحب کے بیٹھتے ہی باقی سب لوگ بھی بیٹھ گئے۔ جج صاحب کا سر بالوں سے عاری تھا، البتہ ان کی کنپٹیوں پر سفیدی موجود تھی۔ انکی ناک پر ہر وقت نظر کا چشمہ موجود رہتا تھا۔ پورے پاکیشیا میں انہیں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ انہیں فیڈرل کورٹ آف جسٹس کا چیف جسٹس بنے ابھی ڈیڑھ برس ہوا تھا اور انکے کئی اہم فیصلوں کو میڈیا سمیت عوامی سطح پر کافی پذیرائی ملی تھی۔ ان کی عمر پچپن برس رہی ہوگی اور ان کو سروس میں آئے ہوئے کوئی تیس برس ہو چکے تھے۔ شروع شروع میں انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز وکیل کی حیثیت سے کیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے وہ پاکیشیا کی سب سے بڑی عدالت فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے چیف جسٹس بن گئے تھے۔ آج بھی وہ بہت اہم کیس میں جج کی حیثیت سے موجود تھے۔

جبکہ اس دوران شرجیل اقبال وہاں سے چلتے ہوئے اپنی نشست کی جانب بڑھ گئے البتہ کاشف حسین وہیں موجود رہے۔

''پلیز کاشف صاحب سٹارٹ دی پروسیڈنگز۔۔۔۔''

چیف جسٹس صاحب نے کاشف صاحب کو عدالت کی کاروائی شروع کرنے کا کہا۔سب لوگ خاموشی سے متوجہ ہوکر کاشف صاحب کی جانب دیکھنے لگے، جو پراسیکیوشن لائیر تھے۔

''آنرایبل چیف جسٹس صاحب! یہ جو شخص اس وقت فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے سامنے ملزم کی حیثیت سے موجود ہے۔۔۔۔''

وکیل استغاثہ کاشف حسین نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اس نے اپنے دو پرسنل گارڈز کی مدد سے گذشتہ ہفتے اس ماہ کی گیارہ تاریخ کو رات دو بج کر پانچ منٹ پر پاکیشیا کے سب سے بڑے سائنسدان سرداور کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کردیا۔اس سفاک ملزم کو کیپٹن فیاض نے اسی رات موقعہ واردات پر رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کرلیا۔اس شخص نے پوری کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنڑول سسٹم تباہ کردیا تھا اور وہاں کے کیمروں میں ریکارڈ ہونے والی فوٹیج اس نے ایک ڈی وی ڈی میں سیو کرکے اس فوٹیج کی تمام میموری کمانڈ اینڈ کنڑول سسٹم سے ڈیلیٹ کردی۔ پھر اسی ڈی وی ڈی کو اس نے جوزف اور جوانا کے ہاتھ رانا ہاؤس بھجوادیا۔ جوزف نے یہ ڈی وی ڈی ایک محفوظ لاکر میں لے جا کر رکھ دی جسے بعدازاں کیپٹن فیاض کے کامیاب ریڈ نے ریکور کروایا۔عمران بھی وہاں سے فرار ہونے ہی والا تھا کے کیپٹن فیاض نے بروقت کاروائی کرتے ہوئے اسے آلۂ قتل سمیت اسے گرفتار کرلیا۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے کیس کی تمام تفصیلات عدالت کے گوش گزار کیں۔ابھی ان کی

بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ جوزف نے چیختے ہوئے کہا۔

''یہ یہ جھوٹ ہے، اس عدالت کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔۔۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔۔''

جوزف نے آپے سے باہر ہوتے ہو کہا تو چند پولیس آفیسرز دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے جوزف کو بڑی مشکلوں سے کنڑول کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پیچھے لے جا کر ہتھکڑیوں میں جکڑ دیئے۔

''مسٹر جوزف اگر اب آپ نے عدالت کی کاروائی میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو یہ عدالت آپ کو توہین عدالت کے زمرے میں سخت سزا دینے سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ یہ آپ کے لئے لاسٹ وارنگ ہے۔۔۔''

اس بار جج صاحب نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے جوزف کو لاسٹ وارنگ دی۔ البتہ جوزف برا سامنہ بنا کر بے بسی سے جج صاحب کی جانب دیکھنے لگا۔ شاید زندگی میں پہلی بار وہ اتنا مجبور و بے بس ہوا تھا۔

''کاشف حسین صاحب یہ تو وہی الزامات ہیں جنہیں ہم میڈیا کے ذریعے پہلے ہی جانتے ہیں، آپ یہ سب کچھ ثابت کیسے کریں گے؟۔۔۔''

جج صاحب نے اس بار قدرے نرم لہجے میں وکیلِ استغاثہ کاشف حسین کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی آنرایبل چیف جسٹس صاحب! میں اُسی جانب آ رہا ہوں۔ یہ رہا وہ مڈر آف ویپن جس

سے سرداور کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور اس پر علی عمران کے فنگر پرنٹس بھی موجود ہیں اور یہ ہے انٹیلی جنس بیورو کی فورنسک ٹیم کی رپورٹ۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے اپنے ہاتھ میں ایک خنجر لہراتے ہوئے کہا جو ایک ٹرانس پیرنٹ لفافے میں بند تھا اور اس کے اوپر 'ثبوت' کے الفاظ انگریزی زبان میں لکھے ہوئے تھے۔اس کے ساتھ ایک رپورٹ جو فورنسک والوں کی طرف سے انگریزی زبان میں دی گئی تھی وہ انہوں نے کورٹ کلرک کے حوالے کر دی اور پھر اس نے وہ سب کچھ جج صاحب کو پکڑا دیا اور جج صاحب اسے پڑھنے لگے۔

''میں اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے سب سے پہلے کوٹھی کے گارڈ جان محمد کو 'وٹنس اسٹینڈ' میں بلانے کی اجازت چاہتا ہوں۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے جج صاحب سے اس کیس کے پہلے وٹنس کو بلانے کی اجازت چاہی۔

''اجازت ہے۔۔۔''

جج صاحب نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔اتنی دیر میں دائیں جانب سے پانچویں قطار میں موجود ایک گارڈ جو اس وقت بھی وردی میں تھا چلتا ہوا 'وٹنس اسٹینڈ' کے اندر کرسی پہ جا کر بیٹھ گیا۔اس سے سب سے پہلے قرآن مجید پر حلف لیا گیا کہ وہ جو کہے گا سچ کہے گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہے گا۔

''مسٹر جان محمد! اُس دن کیا ہوا تھا اور تم زندہ کیسے بچ گئے؟ حالانکہ تمہارے دیگر ساتھی سوائے ایک کے باقی سب اس ہفتے کی رات مارے گئے تھے۔ یہ عدالت سچ جاننا چاہتی ہے کے اس رات کیا ہوا تھا سب کچھ سچ سچ بتا دو۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے جان محمد سے عدالت کے سامنے سب کچھ سچ بولنے کے لئے کہا۔

''جی جناب! اس رات ڈیڑھ بجے ہم کوٹھی کی پچھلی سائیڈ پر مجھ سمیت کوئی دس گارڈز ڈیوٹی دے رہے تھے کہ ہمیں سگریٹ کی طلب ہوئی۔ آپ تو سمجھ سکتے ہیں کہ سگریٹ اور چائے کے بغیر ہم سے ڈیوٹی نہیں ہو پاتی۔ اتفاق سے اس وقت ہمارے پاس سگریٹ موجود نہیں تھی۔ لہذا ہم دو گارڈز میں اور اللہ وسایا کوٹھی کے پچھلے گیٹ سے پاس ایک جنرل سٹور سے سگریٹ لینے چلے گئے۔ جو سرداور کی کوٹھی سے دو گلیاں چھوڑ ایک اور بلاک میں ہے۔ ہمیں واپسی پر کوئی بیس منٹ لگ گئے، لیکن جب ہم کوٹھی پہنچے تو کوٹھی حیرت انگیز طور پر مکمل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہم اپنے کواٹر کی جانب گئے جو کوٹھی سے تھوڑا ہٹ کر ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھی ایک کواٹر میں بہت بری طرح سے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے مرے پڑے ہیں۔ ہم وہاں سے دوڑ کر کوڑے ایک بڑے ڈرم کے پیچھے چھپ کر کوٹھی کا مشاہدہ کرنے لگے کہ کچھ دیر بعد یہ دو حبشی کوٹھی کے پچھلے دروازے سے برآمد ہوئے اور ایک بڑی سی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔۔۔''

گارڈ جان محمد نے اپنا بیان عدالت کے سامنے دیا۔

''جان محمد! تم اس کوٹھی کے چوکیدار نہیں تھے وہاں کے گارڈ تھے، وہاں کی حفاظت تمہارے ذمے تھی تو پھر تم نے آگے بڑھ کر کوٹھی میں جانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔؟''

شرجیل اقبال جو علی عمران کے ڈیفنس لائیر تھے انہوں نے ایک دم سے کھڑے ہوتے ہوئے جان محمد سے سوال کیا۔

''صاب ہم غریب آدمی ہے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ بیوی بیمار ہے، ہمیں جو مل جاتا ہے سرکار سے وہ ہم سے خرچ ہو جاتا ہے۔ ہمیں بہت ڈر اور خوف آیا کے کہیں ہم اندر گئے تو کوئی ہمیں مار نہ دے اس لئے نہیں گئے۔''

جان محمد نے ہاتھ جوڑ کر منت بھرے لہجے میں کہا۔

''چلو ڈر کی وجہ سے تم اندر نہیں گئے لیکن اس کے بعد کیپٹن فیاض کے ریڈ کے ٹائم تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ تمہیں پوری کالونی میں تلاش کیا گیا مگر تم وہاں نہیں تھے۔ پھر آخر تم تھے کہاں؟''

وکیلِ دفاع شرجیل اقبال نے ایک چھبتا ہوا سوال کیا۔

''آپ کی مشکل میں آسان کر دیتا ہوا۔ مسٹر ڈیفنس لائیر۔۔۔''

اس سے قبل کے گارڈ جان محمد جواب دیتا، وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے ایک دم گفتگو کے درمیان کودتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ان کو مسکراتا دیکھ کر وکیلِ دفاع شرجیل اقبال بھی مسکرائے

اورانہوں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بولنے کا موقعہ دیا۔

''وہ دونوں چونکے بہت ڈر گئے تھے اس لئے انہوں نے وہاں سے چھپ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔۔۔۔وہ وہاں سے تین گلیاں چھوڑ ایک بیوروکریٹ جناب صبحان احمد صاحب کے یہاں چلے گئے جن کے اپنے گارڈز جان محمد اور اللہ وسایا کے دوست ہیں۔وہ ڈر کی وجہ سے دوتین دن وہیں رہے پھران کے دوستوں کے سمجھانے پر انہوں نے خود کو کیپٹن فیاض کے حوالے کردیا۔اسی لیے وہ دوتین دن غائب رہے تھے جس کا ذکر کیپٹن فیاض نے اپنی پریس کانفرنس میں بھی کیا تھا۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے جان محمد کی جانب سے وضاحت کی اور پھر گارڈ جان محمد کو روانہ کر کے دوسرے گارڈ اللہ وسایا کو بھی بلایا گیا اس نے حلف کے بعد وہی بیان دیا جو پہلے گارڈ جان محمد دے چکا تھا۔اس کے بعد بیوروکریٹ صبحان احمد کو بلایا گیا،جس نے ان دونوں گارڈز کے بیان کی تصدیق کی۔ان سب کے بعد وکیلِ دفاع شرجیل اقبال پھر اٹھے اور جج صاحب کے سامنے مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

''مجھے لگتا ہے،میرے فاضل دوست کچھ بھول رہے ہیں۔کیا میرے مؤکل علی عمران ایک پوری کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم تنہا تباہ کر سکتے ہیں؟۔۔۔۔کیا اُن میں اتنی صلاحیت ہے کو وہ یہ سب کچھ کر سکیں۔۔۔۔''

وکیلِ دفاع شرجیل اقبال اپنی طرف سے ایک بڑا پیچیدہ نقطہ نکالا۔

''جی بالکل ایسا ہوسکتا ہے،لگتا ہے شرجیل اقبال صاحب آپ نے اپنا ہوم ورک نہیں کیا ہوا یہ جو آپ کے مؤکل ہیں یہ صرف لوگوں کو قتل کرنا نہیں جانتے بلکہ سائنس کے مضمون میں بھی مکمل عبور رکھتے ہیں۔موصوف نے اس کوٹھی کا پورا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم خود نصب کیا تھا اور جو یہ کام پہلی دفعہ اتنی مہارت سے کرسکتا ہے وہ اس کی تباہی بھی اسی مہارت سے کرسکتا ہے۔ کیوں مسٹر علی عمران میں نے سچ کہا نہ کے آپ نے ہی اس کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم نصب کرایا تھا؟؟''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین جو وکیلِ دفاع شرجیل اقبال کو جواب دے رہے تھے ایکدم اپنا رخ علی عمران کیطرف کردیا۔

''جی ہاں آپ درست کہہ رہے ہیں کہ میں نے ہی اس کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم نصب کیا تھا۔۔۔۔''

عمران نے اس بات کی تصدیق کی۔

''پوائنٹ ٹو بی نوٹڈ مائی لارڈ ایک بات تو ثابت ہوگئی کے جو اس پیچیدہ سسٹم کو ایک بار نصب کر سکتا ہے وہ اسے تباہ کرنا بھی خوب جانتا ہے۔۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری جانب جج صاحب نے اپنے قلم سے وہ بات نوٹ کرلی۔وکیلِ دفاع شرجیل اقبال نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے دوست شاید یہ بھول گئے کہ قتل کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔اگر آپ نے ثبوت اور

گواہ پیش بھی کر دیئے اور اگر آپ قتل کی وجہ نہ بتا سکے تو عدالت آپ کے تمام گواہوں اور ثبوتوں کو رد بھی کر سکتی ہے۔ کیونکہ وجہ قتل ان سب سے زیادہ ضروری ہے جناب''

''جی جج صاحب قتل کی بالکل وجہ ہے اور وہ بہت سادا سی ہے۔ حسد، شہرت کا نہ ملنا اور اپنی محنت کا سارا صلہ اور کریڈٹ کسی اور کو مل جانا۔ علی عمران کے ساتھ بھی بالکل ویسا ہی ہوا۔ کیونکہ آج تک سرداور کی جانب سے جتنی ایجادات کی گئی ہیں اُن میں علی عمران کا بہت بڑا حصہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر بعض موقعوں پر علی عمران ان کی مدد نہ کرتا تو وہ ریسرچ ہی مکمل نہ ہوتی۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ سرداور تین دفعہ کے نیشنل پرائز ونر ہیں اور علی عمران کا نام پہلی دفعہ پوری قوم کے سامنے آیا ہے کیا اس بات سے علی عمران کو جلن نہیں ہونی چاہیے؟ یہ بالکل عام سی بات اور یہ حسد ہی ہے جو انسان کو عام انسان سے آگے نکل کر ایک قاتل بنا دیتی ہے۔ کیا آپ سب لوگ یہ بات جانتے ہیں علی عمران کیمسٹری میں پی ایچ ڈی ہیں؟ ہی از ڈاکٹر۔۔۔ نہ صرف یہ بلکہ موصوف نے کرمنالوجی بھی پڑھی ہوئی ہے اور اپنے اسی علم کا انہوں نے بہت فائدہ بھی اُٹھایا ہے۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے بھرپور دلائل کے ساتھ لگتا تھا وکیلِ دفاع شرجیل اقبال کے علاوہ جج صاحب کو بھی قائل کر لیا ہے۔ ان دلائل کی اہم بات جج صاحب نے نوٹ کر لی تھی۔

''جج صاحب میں نے اب تک جتنے گواہ اور دلائل اس محترم عدالت کے سامنے پیش کئے ہیں اس سے صرف اور صرف ایک ہی مجرم سامنے آتا ہے، جس نے پورے پاکیشیا کی نیندیں حرام

کی ہوئی ہیں اور وہ ہے مسٹر علی عمران ۔اب میں آنرایبل فیڈرل کورٹ آف جسٹس کے سامنے وہ ثبوت رکھوں گا کہ جس کے بعد عدالت کو اپنا آخری فیصلہ سنانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہ ثبوت علی عمران کے خلاف اس کیس کے حوالے سے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا۔ یہ وہی ثبوت ہے جسے کیپٹن فیاض نے میڈیا کے سامنے شیئر کرنے سے معذرت ظاہر کی تھی۔جی ہاں وہی ڈی۔وی۔ڈی جس کے اوپر 'ٹاپ سیکرٹ' لکھا ہوا ہے۔جج صاحب آپ کی اجازت سے وہ ڈی۔وی۔ڈی میں پلے کرنا چاہتا ہوں۔"

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے اس بار انتہائی جوشیلے لہجے میں کہا، انکے گال بھی لال ہو رہے تھے اور آنکھوں میں خاص چمک آ گئی تھی۔شاید انہیں اپنی فتح قریب نظر آ رہی تھی اور لگ رہا تھا کہ وہ جلد ہی قومی ہیرو بننے والے ہیں۔جبکہ ان کے مقابل وکیل، واقعی ایک سرکاری وکیل ثابت ہو رہے تھے کئی پوائنٹس پر اگر وہ جرح کرتے تو وہ عدالت کے سامنے اس کیس کے کئی نئے پہلو لا سکتے تھے۔کیونکہ اس کیس کے بہت سے پہلو واقعی بہت کمزور تھے جن میں الجھا کر وکیلِ استغاثہ کاشف حسین کو پھنسایا جا سکتا تھا۔مگر شاید قدرت آج بھی عمران پر مہربان نہیں تھی اس کا برا وقت چل رہا تھا جس کا بھرپور فائدہ وکیلِ استغاثہ کاشف حسین اُٹھا رہے تھے۔

"اجازت ہے۔۔۔"

جج صاحب نے اپنے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر ڈی وی ڈی پلے کرنے کی اجازت دے دی۔

کچھ دیر بعد وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے وہ ڈی۔وی۔ڈی کورٹ کلرک کے حوالے کی، جو اس نے لے جا کر ایک پلئیر کے اندر ڈالی اور ریموٹ وکیلِ استغاثہ کاشف حسین کے ہاتھ میں تھما دیا۔انہوں نے وہ ریموٹ لیکراس پر ایک بٹن پریس کر دیا۔ایل سی ڈی کی اسکرین پر سرداور کی کوٹھی کا منظر نظر آنے لگا۔ویڈیو کی کوالٹی کافی لو تھی مگر پھر بھی لوگ پہچانے جا رہے تھے۔گارڈز پوری کوٹھی کا چکر لگا رہے تھے۔اسکرین پر بار بار منظر بدل رہا تھا اور پھر مختلف کمروں اور راہداریوں سے ہوتے ہوئے اب سرداور کی کوٹھی کے تہ خانے کا منظر ابھر کر سامنے آ گیا، جس میں سرداور اپنی لیبارٹری میں کام کر رہے تھے اور پھر ایکدم سے کوٹھی کا پچھلا حصہ نظر آنے لگا۔دیکھتے ہی دیکھتے اچانک کوٹھی میں دھواں پھیلنے لگا اور پھر اس دھویں نے پوری کوٹھی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اسکرین پر جلدی جلدی ٹائم چلنے لگا اور کوئی دس منٹ بعد جب دھواں چھٹا تو وہاں منظر ہی بدل گیا تھا۔پوری کوٹھی اندھیرے میں ڈوب گئی تھی۔مگر پھر بھی وہاں طاقتور کیمروں کی وجہ سے سب کچھ نظر آ رہا تھا لیکن ویڈیو کی کوالٹی لو تھی۔پھر دوسرا منظر ابھرا تو اس میں عمران جوزف اور جوانا کیساتھ کوٹھی کے اندر موجود تھا اور تمام گارڈز نیچے گرے ہوئے تھے۔ویڈیو کی آواز نہیں تھی ورنہ منظر میں اور بھی جان پڑ جاتی۔کچھ دیر بعد جانے کیا ہوا کہ ایک ایک کر کے کیمرے اپنی ورکنگ چھوڑتے گئے اور ان کی جگہ اسکرین پر مچھر آتے گئے اور جب سرداور کو کوٹھی میں ہونے والی ان عجیب وغریب حرکات کا علم ہوا تو وہ بھی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئے۔جو کیمرے کام کر رہے تھے ان میں جوزف اور جوانا گارڈز

کو اپنے کاندھوں پر لادے کوٹھی کے پچھلے دروازے سے ایک ایک کر لے جانے لگے۔اس دوران سرداور کوٹھی کے اوپر والے حصے میں آ گئے اور پھر اسکرین پر عمران اور سرداور واضح طور پر ایک ساتھ نظر آنے لگے۔وہ ایک کمرے میں کھڑے شاید کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ آن کی آن میں وہ بحث شدت اختیار کرتی گئی اور پھر عمران نے جیب سے خنجر نکال لیا اور پھر سب نے وہ بھیانک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا البتہ ثریا اور اماں بی نے اپنے چہرے دوسری طرف پھیر لئے۔عمران پر جنون سوار تھا اس نے بہت بے دردی سے خنجروں کے وار سرداور کی چھاتی اور پیٹ پر کئے کہ بے تحاشہ خون بہنے لگا اور پھر وہ وہیں فرش پر گر گئے مگر عمران کی وحشت ختم نہ ہوئی وہ وار کرتا چلا گیا اور پھر ایکدم وہ اٹھا اور کوٹھی کے تہ خانے کی جانب بڑھ گیا۔تہ خانے میں آ کر اس کا رخ کمانڈ اینڈ کنڑول سسٹم کی طرف تھا، پھر وہ اس کیبن میں آ کر ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا اور پھر کچھ ہی دیر میں کوٹھی کے تمام کیمرے ایک ایک کر کے بند ہو گئے یہاں تک کہ اسکرین بالکل ڈارک ہو گئی تو وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے بٹن پریس کر کے اسکرین آف کر دی۔جج صاحب یہ منظر اپنی ایل سی ڈی پر دیکھ رہے تھے۔ یہ ویڈیو ختم ہوتی ہی سب لوگوں کی کھسر پھسر شروع ہو گئی تو جج صاحب نے اپنا ہتھوڑا اٹھا کر اسے مارتے ہوئے کہا

''سائلنس اِن دا کورٹ پلیز۔۔۔۔''

''جج صاحب میں اب عدالت میں اس ویڈیو کی جانچ پڑتال کرنے والے انٹیلی جنس بیورو

کے فورنسک ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ڈاکٹر شکیل یونس صاحب کو وٹنس اسٹینڈ میں بلانے کی اجازت چاہوں گا۔۔۔۔"

"اجازت ہے۔۔"

جج صاحب نے اجازت چاہی تو ڈاکٹر شکیل یونس چلتے ہوئے وٹنس اسٹینڈ میں موجود کرسی پر جا کر بیٹھ گئے۔

"ڈاکٹر صاحب ذرا آپ عدالت کو بتائیں گے کہ کیا اس ویڈیو کے ساتھ کسی نے چھیڑ چھاڑ تو نہیں کی اور کیا یہ ویڈیو اصلی ہے۔۔۔۔۔۔"

"جی کاشف حسین صاحب یہ ویڈیو بالکل اصلی ہے، اسکی سائنٹیفک انداز میں تحقیق ہوئی اور میں آپکو اس کی آشورٹی دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر شکیل یونس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ کے چیک کرنے کا سائنٹیفک طریقہ کون سا ہے، ممکن ہے یہ ویڈیو جعلی ہو۔۔۔۔"

اس بار وکیلِ دفاع شرجیل اقبال نے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ویڈیوز کے چیک کرنے کا کام ایک ویڈیو چیکنگ کمپیوٹر سافٹ وئیر کے ذریعے ہوتا ہے اور وہ سافٹ وئیر ہم نے ایکریمیا سے لاکھوں ڈالرز کا منگوایا ہے۔اس کے اندر کسی بھی ویڈیو

کو ڈال کر ہم ویڈیو کے اصلی یا نقلی ہونے کا پتہ چلا لیتے ہیں اور سافٹ ویئر کی کوڈنگ اتنی زبردست ہے کہ آج تک اس نے کبھی غلطی نہیں کی۔''

''جی بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب امید ہے ہمیں آپ کو مزید تکلیف دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔تو مسٹر علی عمران تمہارا یہ مکروہ چہرہ سب کے سامنے اس ویڈیو میں نظر آ گیا، کیا تم اپنا گناہ قبول کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ دینا چاہو گے یا مجھے تمہاری زبان کھلوانے کے لئے کوئی اور ثبوت دینا پڑے گا۔۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے پہلے ڈاکٹر شکیل یونس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا پھر وہ بعد میں عمران کو غیرت دلانے لگے۔

''جی جج صاحب میں اپنے اس بھیانک جرم کو قبول کرتا ہوں۔اس کے علاوہ اب کوئی چارہ بھی نہیں۔سچ وہ جو ویڈیو نے دکھا دیا۔ہاں سرداور کا میں ہی قاتل ہوں اور میرا ساتھ اِن دو حبشیوں نے بھی دیا جیسا کہ آپ سب لوگ ویڈیو میں دیکھ چکے ہیں۔میں واقعی حاسد ہو گیا تھا، اسی حسد نے مجھے اندھا کر دیا۔یہ اندر ہی اندر میرا خون جلاتا رہا، حسد، شہرت کا نہ ملنا اور اپنی محنت کا سارا صلہ اور کریڈٹ سرداور کو مل جانا۔ان کے انٹرویوز میڈیا پر آنا اور حکومت کی طرف سے مجھے ایک ٹکہ سا بھی رسپانس نہ ملنا، اس سے میرا خون کھولتا تھا۔کیونکہ آج تک سرداور کی جانب سے جتنی ایجادات کی گئی ہیں ان میں میرا بہت بڑا حصہ شامل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر بعض اہم اور پچیدہ موقعوں پر میں ان کی مدد نہ کرتا تو انکی ریسرچ ہی ادھوری رہ

جاتی۔سرداور تین دفعہ کے نیشنل پرائز ونر ہیں اور مجھے حکومت نے کیا دیا کچھ بھی تو نہیں نہ عہدہ نہ جاب۔میں آج بھی فارغ ہوں اور اب تو شاید مرتے دم تک ہی فارغ رہوں۔ہاں میں قاتل ہوں جج صاحب اور مجھے سزا ملنی چاہیے۔۔۔۔''

عمران نے سر اٹھا کر جج صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا سارا بھیانک جرم قبول کر لیا۔اس کی آنکھوں میں سرخی آئی ہوئی تھی۔ثریا،اماں بی،سرسلطان اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبرز حیران و پریشان تھے کہ عمران کیا کہہ رہا ہے۔انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

عمران کا یہ بیان سنتے ہی اماں بی اور ثریا وہاں سے اُٹھ کر کمرہ عدالت چھوڑ کر چلے گئے۔

''مسٹر جوزف اور جوانا کیا آپ بھی اپنا جرم قبول کریں گے؟''

اس بار جج صاحب نے جوزف اور جوانا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''جی ہم زیادہ کچھ نہیں کہیں گے۔جو ہمارے باس نے کہہ دیا وہی ہمارے لئے حرف آخر ہے۔جب انہوں نے جرم قبول کر لیا تو ہم بھی کر رہے ہیں۔۔۔''

جوانا نے جوزف اور اپنی طرف سے مختصر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''دی پراسیکیوشن رسٹس مائے لارڈ۔۔۔۔''

وکیلِ استغاثہ کاشف حسین نے اپنا سر جھکاتے ہوئے اپنے دلائل ختم کرتے ہوئے کہا۔اس کے بعد جج صاحب نے سر کو ہلکی جنبش دی اور پھر اپنا قلم اٹھا کر وہ اپنا فیصلہ لکھنے لگے۔دونوں وکیل اب ساتھ ساتھ کھڑے تھے اور اب فیصلے کی گھڑی پاس ہی آنے والی تھی۔جج صاحب

کوئی پانچ منٹ تک لکھتے رہے اور پھر گویا ہوئے۔

''ابھی ایک بجا ہے، میں نے فیصلہ لکھ کر محفوظ کر لیا ہے۔ یہ عدالت وقفہ لے گی اور اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد اس کیس کا حتمی فیصلہ سنا دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔''

جج صاحب نے کہا اور پھر اُٹھ کر وہ کمرہ عدالت سے چلے گئے۔ جبکہ ان کے جاتے ہی باقی سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ کوئی دو گھنٹے کے وقفے کے بعد جج صاحب کمرہ عدالت میں اپنا فیصلہ سنانے آئے سب لوگ متوجہ ہو کر انہیں سننے لگے۔

''تمام گواہوں اور ثبوتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ فیڈرل کورٹ آف جسٹس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مسٹر علی عمران نے سرداور کا قتل اپنے حسد کی بنیاد پر کر کے پاکیشیا جیسی عظیم قوم پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ سرداور کو جس بے دردی سے قتل کیا گیا ہے، یہ فیڈرل کورٹ آف جسٹس علی عمران کو بھی اتنا ہی بے دردی سے مارنے کا حکم دیتی ہے۔ علی عمران کو پرسوں یعنی جمعہ کی صبح چار بجے 'پرانا قلعہ' میں سب سے پہلے دس منٹ تک برقی چیئر پر بٹھا کر اسے ہائی پاور الیکٹرک شاک دیئے جائیں گے۔ پھر اسے وہاں سے اٹھا کر ہینگ ٹِل ڈیتھ کر دیا جائے گا۔

Mr. Ali Imran will be hanged Till Death. The court is adjourned now.

جج صاحب نے ہتھوڑا مارتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا اور تیزی سے وہاں سے چلے گئے۔

نواں باب

دی ڈیڈلی اسٹریٹ فائٹ

جولیا اس وقت اپنے فلیٹ میں نہایت بے چینی سے ٹہل رہی تھی ،علی عمران کی سزا نے اسے بالکل اَپ سیٹ کر دیا تھا۔اُسے یہ قطعاً اُمید نہیں تھی کہ عمران کا کیس اس قدر کمزور ہونے کے باوجود،عدالت نے فیصلہ عمران کے خلاف سنایا تھا۔وہ عدالت کی کاروائی کے بعد وہاں سے سیدھا فلیٹ آ گئی تھی ،اس وقت شام چھ کا عمل تھا۔اس کا من کسی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی سب سے قیمتی چیز اس سے چھینی جا رہی ہو اور یہ بات اُسے بالکل ہضم نہیں ہو رہی تھی ۔اس نے فلیٹ آ کر چائے بنائی تو دو گھونٹ کے بعد ہی اس کا دل اُچاٹ ہو گیا تھا۔اس نے چائے چھوڑ دی۔

عدالت نے عمران کی سزا کا جو مختصر فیصلہ سنایا تھا اس کے تفصیلی فیصلے میں جوزف اور جوانا کو بھی عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی ۔اس فیصلے میں عمران کے لئے رحم کی دو اپیلوں کی گنجائش ابھی موجود تھی ۔عمران اگر چاہتا تو وہ صدر صاحب اور ایکسٹو سے اپنے لئے الگ الگ رحم کی اپلیں کر سکتا تھا۔اگر ان اپیلوں میں سے صدر صاحب عمران کی رحم کی اپیل مسترد کر دیتے اور

دوسری جانب اگر ایکسٹو علی عمران کی زندگی کے حوالے سے رحم کی اپیل کو قبول کر لیتے تو پھر وہ فائنل اتھارٹی ہوتا، اسے پھر پاکیشیا کی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس فیصلے کو میڈیا پر ڈسکس کرنا یا اس پر تنقید کرنا غداری کے زمرے میں آتا۔ اس طرح عمران پھانسی کی سزا سے بچ سکتا تھا۔ پھر یہ سزا پھانسی سے تبدیل ہو کر جوزف اور جوانا کی طرح عمر قید میں بدل جاتی۔ یہ بات جولیا کو معلوم تھی مگر ایکسٹو کو کسی بات پر راضی کرنا ہی سب سے بڑا مسئلہ تھا اور بعض حالات میں تو یہ ناممکن ہو جاتا تھا۔ اگر عمران اپنی رحم کی اپیلیں کر بھی دیتا تو یہ ضروری نہیں تھا ایکسٹو عمران کی سزا معاف کر دے۔

جولیا انہی سوچوں میں گم تھی اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس طرح سارا منظر ہی بدل دے۔ میڈیا کو بھی شک نہ ہو اور بس پرانے جیسے حالات پھر لوٹ آئیں، مگر یہ کوئی فلم نہیں تھی جہاں پر جیسا چاہا ویسے ہو گیا۔ سوچنا بڑا آسان تھا مگر اس کو عملی جامہ پہنانا ناممکن۔ شاید اب پاکیشیا سیکرٹ سروس ہمیشہ کے لئے عمران سے محروم ہونے والی تھی۔ اب تک یہ سب کچھ پاکیشیا سیکرٹ سرورس کی ناک کے نیچے ہوتا رہا اور سیکرٹ سروس حقیقتاً ہاتھ ملتی رہ گئی اور عمران کو سزا بھی ہو گئی۔ وہ مختلف زاویوں سے عمران کا کیس اور پھر اس پر عدالتی فیصلے کا تنقیدی جائزہ لے رہی تھی۔ کبھی کبھی اسے شک ہونے لگتا کہ یہ سب ایک ڈرامہ ہے، جس کا اسکرپٹ رائٹر خود علی عمران ہے۔ کیونکہ عمران کا ماضی دیکھا جائے تو وہ اسی قسم کے حیران کن ڈراموں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسا کام کرتا تھا کہ جس سے یا تو بندے کا دل کرتا

تھا کہ وہ خود ہی اپنا سر دیواروں میں ٹکرائے یا پھر اپنے ہی ہاتھوں اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔عمران کے اسی قسم کے نان سیریئس رویئے نے جولیا کو کئی دفعہ پاگل پن کے بالکل قریب پہنچا دیا تھا اور کئی بار حقیقتاً اس کا دل چاہا کہ وہ چائے میں زہر گھول کر پی جائے یا پھر عمران کو کچا چبا جائے۔ پر نہ جانے کیوں وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر پاتی تھی۔

علی عمران کو سمجھنے کے لئے یقیناً انسان کو پی ایچ ڈی ہونا چاہیے۔ جولیا کو لگتا تھا کہ نامی گرامی شاعروں نے اور بڑے بڑے فلسفیوں نے اب تک عورت پر اپنا مغز کھپا کر وقت برباد کیا ہے۔انہیں چاہیے تھا کے وہ عمران پر ہی اپنی شاعری اور فلسفے جھاڑ لیتے تو کم از کم جولیا کا اتنا قیمتی وقت تو برباد نہ ہوتا جو اب سوچ سوچ کر ہو رہا تھا۔وہ اس مسئلے پر جتنا سوچتی تھی اس کا ذہن اتنا ہی خراب ہوتا چلا جاتا تھا۔اسے ایک دم سے احساس ہوا کے اگر زیادہ سوچا تو کہیں اسکے چہرے پر جھریاں نہ پڑ جائیں اور رنگت ہی خراب نہ ہو جائے۔اس خیال کے آتے ہی وہ فوراً صوفے پہ آ کر بیٹھ گئی اور ریموٹ کنٹرول اُٹھا کر اس کا ایک بٹن پریس کیا تو ایل سی ڈی آن ہو گئی۔ پرائم چینل کی چٹ پٹی خبروں نے ماحول کو گرمایا ہوا تھا مگر اس نے وہ چینل چینج کر کے ایک نیا چینل ’اے فور پلس نیوز چینل‘ لگا لیا۔ جو سنسنی نہیں پھیلاتا تھا اور بیلنس رپورٹنگ کرتا تھا۔وہ آج کل اسے بھی کبھی کبھی لگا کر دیکھ لیتی تھی،اس چینل کی نشریات دیکھ کر احساس ہوتا کہ ملک میں اتنے ہنگامی حالات نہیں ہیں جتنے پرائم چینل پر دکھائے جاتے ہیں۔اس چینل کو تو دومنٹ برداشت نہیں کیا جا سکتا نہ جانے چینل لگاتے ہی ایک عجیب گھٹن کا احساس

ہوتا تھا۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس کا کوئی گلا دبا رہا ہو اور اگر چینل چینج نہ کیا تو کہیں وہ سچ میں ہی نہ مر جائے۔ابھی وہ انہی خیالوں میں کھوئی اے فور پلس نیوز چینل لگائے بیٹھی تھی کہ اس اثنا میں اس کا موبائل فون رنگ کرنے لگا۔اس نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو موبائل فون کہیں نظر نہ آیا۔آواز کہیں دور سے آرہی تھی اور پھر وہ آواز کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں پہنچ گئی اور پھر وہاں سے واش روم کا دروازہ کھول کر واش روم میں داخل ہوئی تو واش بیسن پر موبائل فون بری طرح سے اچھل کود رہا تھا۔ٹنشن میں وہ موبائل فون سیدھا واش روم لے گئی تھی جس کا اسے احساس تک نہ ہوا تھا۔خیر اسے دور سے ہی ایکسٹو کا نام اسپارک ہوتا ہوا نظر آ گیا تھا،اس نے جھپٹ کر فون اٹھایا اور پھر سکرین پر ایک مخصوص انداز میں اپنی پہلی انگلی گھمائی تو کال رسیو ہوگئی۔

''سس سوری چیف وہ لیٹ ہوگئی۔۔۔۔۔''

جولیا نے دھڑکتے دل سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''کیا سوری چیف؟۔۔۔۔اور تم اتنی دیر سے کہاں تھیں؟''

''سس سوری چیف۔۔۔۔وہ وہ میں واش روم میں تھی تو نکلنے میں لیٹ ہوگئی۔آئی ایم رئیلی سوری۔''

''بالکل نکمی ہوتی جا رہی ہو آج کل۔۔۔۔اگر یہی حالات رہے تو تمہیں فوراً اپنے عہدے سے فارغ بھی کیا جاسکتی ہے سمجھی۔۔۔۔میں نوٹ کر رہا ہوں کہ جب سے عمران والا کیس

شروع ہوا تم کام پر زیادہ توجہ نہیں دیتی ہو۔ دس اِز لاسٹ وارننگ فار یو۔۔۔۔ انڈر سٹینڈ۔۔۔۔"

"سس سوری چیف آئندہ آپ کو شکایت کا موقعہ نہیں دوں گی۔۔۔"

"سنو میں نے فیڈرل کورٹ آف جسٹس اور انٹیلی جنس بیورو سے عمران کی کیس کی تمام فائلیں اور ڈیٹا منگوالیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو انوسٹی گیشن انٹیلی جنس بیورو نے کی ہے اس کی تمام جانچ پڑتال صالحہ اور مہوش اعجاز کو ملا کر تم کرو۔ جو ثبوت عدالت میں پیش کئے گئے انکی پا کیشیا سیکرٹ سروس کے فورنسک ڈپارٹمنٹ کے ڈاکٹر منور اور ڈاکٹر مسعود کو بھجواؤ تا کہ وہ بھی اپنی فورنسک جانچ پڑتال کے بعد سیکرٹ سروس کی طرف سے رپورٹ مرتب کریں۔ اس رپورٹ کا مکمل ریکارڈ تیار کر کے اسے ایک ڈی وی ڈی میں ٹرانسفر کر کے اس کی ایک الگ رپورٹ بناؤ اور مجھے دو۔ تم یہ کام دانش منزل میں آکر کرو گی اور مجھے یہ کام فوراً ہوتا ہوا نظر آنا چاہیے۔۔۔۔ سمجھ گئیں۔۔۔۔ اور اگر اس دوران تمہیں عمران کے لئے پھر وہی اوٹ پٹانگ جذباتیت کا دورہ چڑھا تو میں تمہیں بغیر کوئی بہانہ سنے شوٹ کر دوں گا۔۔۔ گڈ بائے۔۔"

ایکسٹو نے دوسری طرف سے اپنے مخصوص اسٹائل میں ڈانٹ پلاتے ہوئے جولیا کو بہت ہی اہم کام سونپ دیا تھا جس کی جولیا کو قطعاً کوئی امید نہیں تھی۔ اس نے دو تین گہرے سانس لئے اور پھر مسکراتے ہوئے فون لیتی ہوئی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آگئی۔ وہ بالکل ایسا ہی کام کرنا چاہتی تھی اور پھر عمران کے کیس میں موجود لوپ ہولز کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس کے

مقابل میں وہ ایک بہت ہی مضبوط کیس ایکسٹو کے سامنے پٹ اَپ کر سکتی تھی۔اس رپورٹ کے بعد وہ ایکسٹو کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ علی عمران کی رحم کی اپیل کو فوراً قبول کر لیں۔

☆☆☆

بلیک زیرہ دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھا اطمنان سے کافی پی رہا تھا۔اس نے علی عمران کے کیس کا تمام ڈیٹا فیڈرل کورٹ آف جسٹس اور انٹیلی جنس بیورو سے منگوالیا تھا۔اس نے اس ڈیٹا کا خود بھی مطالعہ کیا تھا، اور پھر اسے دانش منزل کے میٹنگ روم جو لیا، صالحہ اور مہوش کے لئے رکھ دیا تھا۔ میٹنگ روم کے ساتھ ہی سرور روم تھا جس میں دنیا کے بہت ہی مہنگے سُپر کمپیوٹرز رکھے ہوئے تھے ،جس میں ویب سائٹ اور سیکرٹ سروس کے کارناموں کا مکمل ڈیٹا سیو تھا۔کمپیوٹر کے ہیوی سرورز میں سے ڈیٹا کو کنٹرول کرنے کے لئے مہوش اعجاز کو ہائر کیا گیا۔جبکہ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کواٹر دانش منزل کے پہلو میں موجود ایک اور عمارت عمران نے کسی ارب پتی سیٹھ سے خرید کر اسے سیکرٹ سروس کا فورنسک ڈیپارٹمنٹ بنا دیا تھا۔جس کے انچارج ڈاکٹر منور تھے اور وہ اپنے اسسٹنٹ ڈاکٹر مسعود کے ساتھ ملکر کام کیا کرتے تھے۔

مہوش اعجاز کو سیکرٹ سروس جوائن کئے ابھی ایک مہینہ ہوا تھا اور وہ وسٹرن کارمن سے کرمنالوجی میں پی ایچ ڈی کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ اور ویب سائٹ منیجمنٹ کا خصوصی کورس کر کے آئی تھی۔وہ زیادہ تر فیلڈ ورک کی بجائے ٹیبل ورک خوش اسلوبی سے کرتی تھی۔اس کا

انتخاب بھی عمران نے خوب جانچ پڑتال کے بعد کیا تھا اور بڑھتے ہوئے میڈیا اور انٹرنیٹ کے دور نے مہوش اعجاز جیسے ممبر کی سیکرٹ سروس میں شمولیت اب بہت ضروری کر دی تھی۔ مہوش اعجاز پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ویب سائٹ پر کام کرتی تھی اور مختلف کیسوں کا ریکارڈ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کے نام ظاہر کئے بغیر ویب سائٹ پر اَپ ڈیٹ کر دیتی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر اہم چیزیں بھی ویب سائٹ پر موجود تھیں۔ جس سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارنامے اب پوری دنیا میں پڑھے جانے لگے تھے۔ یہ کام صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس نے نہیں کیا تھا بلکہ ایکریمیا سمیت دنیا کی دیگر ٹاپ سیکرٹ سروسز نے بھی اپنی ویب سائٹس پر اپنی اپنی سیکرٹ سروسز کے کارنامے خوب مرچ مصالے لگا کر بیان کئے تھے۔ ہیکرز کے بڑھتے ہوئے حملوں کے پیش نظر عمران نے سائبر آرمی آف پاکیشیا کے چند نوجوانوں کو بھی خفیہ طور پر بھاری معاوضے پر ہائر کیا ہوا تھا۔ جن کا کام پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ڈیٹا اور ویب سائٹ کو کافرستانی اور اسرائیلین ہیکرز کے سائبر حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ اس طرح عمران نے جو نوجوان ہیکنگ کی وجہ سے بے راہ روی کا شکار ہوتے تھے، انہیں اچھے پیسوں کے عوض قومی دھارے میں شامل کر لیا تھا۔

بلیک زیرو حسب عادت بہت اطمنان سے بیٹھا تھا اور اس کو یہ ٹریننگ عمران نے دی تھی کہ حالات جتنے بھی خراب ہو جائیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ خاموشی سے حالات کا تجزیہ کرنا اور خوب سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اکثر

جذباتی فیصلے پوری گیم بگاڑ دیتے ہیں،اسے سربلیک کوبرا کی انتہائی پراسرار کارکردگی نے حیران ضرور کیا تھا مگراس نے اس بات کواپنے سر پرسوار ہونے نہیں دیا تھا۔سربلیک کوبرا نے جس طرح پوری سیکرٹ سروس سمیت ٹائیگر کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی،ان تمام واقعات کی مکمل تفصیل اسے معلوم تھی اوراسی علم کی بنیاد پر وہ حالات کا مکمل تجزیہ ٹھنڈے دماغ سے کررہا تھا۔اسے عمران کے اوپر ہونے والے ٹیلی پیتھی کے حملے کا بھی پورااحوال معلوم تھا۔وہ کیس کے مختلف پہلوؤں پرغور کرتے ہوئے کافی پی رہا تھا۔

عمران اسے ہمیشہ دانش منزل میں بٹھائے رکھتا تھا،کیونکہ اس کے بقول بلیک زیرو باقی سب ممبرز سے زیادہ اہم کام کررہا تھا اوراس کی فیلڈ سے زیادہ دانش منزل میں ضرورت تھی۔ عمران اس کواکثر کہا کرتا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کا ایسا نایاب پرل ہے جسے حفاظت سے سات پردوں میں چھپایا گیا تھا۔اسے بہت مشکل حالات میں یا انتہائی سنگین حالات میں میدان میں اتارا جاتا تھا۔۔۔اور ماضی میں ایسا ہی ہوتا رہا تھا کہ جب جب اسے میدان میں اچانک اتارا جاتا تووہ اپنی حیرت انگیز صلاحیتوں سے سب کوحیران کردیتا تھا۔تبھی اسے عمران نے اسے 'سُپریم فائٹر' کا ٹائٹل دے دیا تھا۔آج بھی حالات بہت خراب ہوگئے تھے ایسے میں کسی پرل کا آنا ناگزیر ہوگیا تھا۔بلیک زیرو کی چھٹی حس رہ رہ کراسے کہہ رہی تھی کہ اب اس کے میدان میں اترنے کا وقت آگیا ہے۔کیونکہ عمران کے بعدوہی سیکرٹ سروس کا لیڈر تھا۔وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اتنے میں جولیا دانش منزل کے میٹنگ روم میں آگئی اوروہ باقی

دوممبرز کا انتظار کرتے ہوئے علی عمران کے کیس کی فائلز اور دیگر ڈیٹا کا مطالعہ کر رہی تھی۔اس کے ساتھ ہی ایک لیپ ٹاپ بھی موجود تھا جس میں وہ ڈھیر ساری ڈی وی ڈیز کو ایک ایک کر کے ڈالتی اور پھر انکا جائزہ لیتی جا رہی تھی۔اس اثناء میں صالحہ اور مہوش بھی آ گئی تھیں اور پھر وہ بھی اسکے ساتھ ہی کام میں مشغول ہو گئیں۔رات کے کوئی آٹھ کا عمل ہو گا کے فون کی گھنٹی بجی تو بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

''ایکسٹو۔۔۔۔۔''

''ہیلو مسٹر ایکسٹو۔۔۔۔کیسے ہو؟۔۔۔۔ایکسٹو عرف بلیک زیرو۔۔۔۔۔میں تمہارا پراسرار دوست۔۔۔۔۔۔سر بلیک کو برا بول رہا ہوں۔۔''

''کام کی بات کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''کام۔۔۔۔کام بالکل سادہ سا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ تم ایکسٹو ہی رہو اور ایکسٹو سے ہٹ کر تمہاری بلیک زیرو والی پہچان میڈیا کے سامنے نہ آئے تو پھر تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔۔اور اگر تم نے وہ کام نہ کیا تو شاید پھر پاکیشیا کی عوام پرسوں علی عمران کی پھانسی والی بریکنگ نیوز نہیں بلکہ علی عمران عرف ایکسٹو ہینگ ٹِل ڈیتھ کی بریکنگ نیوز سن رہی ہو گی۔۔۔کیوں کیسا آئیڈیا ہے؟؟؟''

''کیا چاہتے ہو تم۔۔۔۔''

''تم سے ایک ملاقات مسٹر سُپریم فائٹر۔۔۔۔''

”کہاں پر۔۔۔۔۔“

”ڈارک اسٹریٹ فائٹ کلب۔۔۔۔۔۔“

”کب؟“

”آج رات ایک بجے۔۔۔۔۔“

☆☆☆

محمود شاہد پاکیشیا میں ان دنوں احمد منیر کے بعد بہت ہٹ صحافی جا رہا تھا۔اس کا رات کا اسپیشل ٹاک شو نو سے گیارہ چلتا تھا جس میں وہ بڑے بڑے سنسنی خیز انکشافات کرتا تھا۔اے فور پلس نیوز چینل ان دنوں پرائم نیوز چینل کے مقابلے پر جا رہا تھا۔جس کی بنیادی وجہ محمود شاہد کا تہلکا خیز شو 'ایکسپوزڈ' کے نام سے پاکیشیا کے طول و عرض میں دھوم مچا رہا تھا۔وہ اپنے آپ کو پاکیشیا کا قوم پرست صحافی کہتا تھا اور پاکیشیا کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو بغیر کسی خوف میں آئے ، بے نقاب کر دیا کرتا تھا۔تبھی اس کے شو کا نام ”ایکسپوزڈ“ تھا یعنی بے نقاب۔آج کل اس کا پرومو فور پلس نیوز چینل پر بہت ہٹ جا رہا تھا جس میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ عنقریب پرائم نیوز چینل کو ایکسپوز کر کے پورے پاکیشیا کو حیران کر دے گا۔اس کے ساتھ ساتھ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ اس شو میں ایسے ایسے انکشافات کرے گا کہ پاکیشیا کے سب سے بڑے پرائم نیوز چینل کی بنیادیں ہل جائیں گی اور بڑے بڑے صحافی اپنا منہ دیکھانے

کے قابل نہیں رہیں گے۔ پرومولگا تار ایک ہفتہ چلتا رہا تھا، اس دوران اس کو کئی صحافتی تنظیموں کی جانب سے اس کے گھر پر آ کر سمجھایا گیا تھا کہ وہ صحافیوں کو بے نقاب کرنے والے معاملے سے خود کو دستبرار کر لے، ورنہ ہم سب پیٹی بند بھائی آپس میں لڑ پڑیں گے اور اس کا فائدہ کسی اور پہنچے گا۔ ہم سب نے جو اتنی محنت سے یہ میڈیا کی عمارت کھڑی کی وہ دھڑام سے گر جائے گی۔ غرض اس کو ہر لحاظ سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح کے ڈراوے بھی دیئے گئے مگر اس نے کسی کی نہ سنی اور سب کو وہ یہی کہتا رہا کہ ہم جب دوسروں کو نیکی کرنے اور کرپشن نہ کرنے کا بھاشن دیتے ہیں تو ہمیں خود بھی اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔ اگر اب میڈیا کا احتساب نہ ہوا تو پھر کب ہوگا؟ اس کے نزدیک دوسروں پر کیچڑ اُچھالنے والے اپنے بیش قیمت کلف کے سوٹوں پر بھی توجہ دیں جن کے نیچے زمانے بھر کی میل چھپی ہوئی ہے۔ اگر اس گندگی کی صفائی نہ ہوئی تو پھر میڈیا جو ایک مافیا بن چکا تھا اور کی جڑیں پاکیشیا جیسے عظیم ملک کو اندر سے رفتہ رفتہ کھوکھلا کر دیں گی۔

آج اس کا اے فور پلس نیوز چینل پر شو تھا جس کا رٹاپ پرائم نیوز چینل تھا۔ جو لائیو ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا اور اس نے ابتدائیہ کے بعد اپنے جوشیلے اندز میں کہا

”میرے پاکیشیا کے عظیم لوگو! آج میں جس موضوع پر آپ لوگوں کے سامنے تہلکا خیز انکشافات کرنے لگا ہوں اس کا پرومو آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ یہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ پاکیشیا کی غریب عوام کو بے وقوف بنائے۔ آج آپ کو میں وہ کرپشن کی ہوشربا داستانیں

سناؤں گا کہ آپ حیران رہ جائیں۔ جی ہاں میں سنسنی نہیں پھیلا رہا۔آپ کا ہم سب کا جانا پہچانا پرائم نیوز چینل جو ریٹنگ کی خاطر کس کس طرح سے ہم سب کو بے وقوف بناتا ہے کہ آپ لوگ سوچ نہیں سکتے۔لیکن میں کوئی ہوا میں خالی خولی دعویٰ نہیں کرر ہا بلکہ جو کہہ رہا ہوں وہ آپ کے سامنے میں اسکرین پر بھی دکھاؤں گا۔اپنی ہر بات اور ہر دعوے کا ثبوت ایک کامیاب صحافی کے پاس ہونا چاہیے۔جن کے پاس ثبوت نہیں ہوتا وہ محض ریٹنگز کی خاطر شوز کرتے ہیں۔

آیئے میں آپ کو ذرا پرائم نیوز چینل کا تھوڑا سا بیک گراؤنڈ بتاتا ہوں،جس کے بغیر میری اگلی بات ادھوری رہے گی۔ یہ نیوز چینل ایک ارب پتی سیٹھ جناب ایم اے ندیم صاحب کا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ کسی بھی چینل کو چلانے کے لئے اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سارے کے سارے ایک سیٹھ صاحب پورے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک چینل کا عملہ ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتا ہے جو چینل کے کیمرے کے پیچھے ہوتا ہے اور وہ آپ سب کو نظر نہیں آتا۔ان سب کے اخراجات محض اشتہارات پورے نہیں کر سکتے کیونکہ چینل کے دیگر اینکرز اور میز بانوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور انکی تنخواہیں بھی لاکھوں میں ہوتی ہے۔سو ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے چینل مالکان کو دوسرے غیر قانونی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔جو میں آپ کو ابھی آپ کی اسکرین پر دکھاؤں گا۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی اسکرین درمیان سے پھٹی اور پرائم چینل کے مالک سیٹھ ایم اے ندیم کی فوٹو

نظر آئی جو کسی کے ساتھ ہاتھ ملا رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر میں ایک اور تصویر نظر آئی جس میں اور ایک اور شخص کے درمیان بینک چیکس کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ اسکرین پر بڑا بڑا گول دائرہ بنا ہوا تھا جس میں اس غیر قانونی کام کو ہائی لائٹ کر کے دکھایا جا رہا تھا۔ اتنے میں اسکرین کی ایک سائیڈ پر پھر محمود شاہد کی تصویر نظر آنے لگی اور وہ پھر گویا ہوا

''جی ویورز یہ جو شخص آپ اسکرین پر پرائم چینل کے مالک کے ساتھ دیکھ رہے ہیں یہ کوئی اور نہیں بلکہ بدنامِ زمانہ کافرستانی جاسوس شنکر داس گپتا ہے۔ یہ شخص پورے پاکیشیا کے خفیہ اداروں کی ریڈ ارلسٹ پر ہے۔ سب سے پہلے میں آپ کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ویب سائٹ دکھاتا ہوں جس میں آپ کو اس شخص کی فوٹو اور اس کا ڈیٹا پاکیشیا کی کرمنلز کی موسٹ وانٹڈ لسٹ میں پہلے نمبر پر نظر آئے گا۔۔۔۔''

اس کے بعد اسکرین پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ویب سائٹ کا وہ پیج نظر آنے لگا جس پر اس کافرستانی جاسوس شنکر داس گپتا کی ایک پرفائل فوٹو اور اس کے کرائمز کا ڈیٹا تحریر تھا۔

''اس شخص نے پاکیشیا میں گزشتہ برس پاکیشیا کے کیپیٹل کے آرمی ایریا میں بم بلاسٹ کروایا تھا۔ جس میں کم سے کم تیس فوجی شہید اور ایک سو بیس شدید زخمی ہو گئے تھے۔ اسے اس بلاسٹ کا ماسٹر مائنڈ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے گزشتہ سال ہی پاکیشیا کی سب بڑی ٹرین 'پاکیشیا ایکسپریس' کے ٹریک پر ایک پل سے نٹ بولٹ اپنے کارندوں کی مدد سے کھلوا کر ٹرین کا بھیانک ایکسیڈنٹ کروا دیا تھا۔ ٹرین کا انجن درمیان سے کسی کھلونے کی طرح دو

ٹکڑوں میں فولڈ ہو کر دیگر بوگیوں کی طرح پانی میں جا گرا تھا۔جس میں ٹرین کے ڈرائیورز سمیت ایک سو پندرہ افراد جاں بحق اور دو سو چوبیس شدید زخمی ہو گئے تھے۔اس حادثے میں کئی افراد ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو گئے تھے۔اس کے علاوہ اس کی بھیانک وارداتوں کا سلسلہ اس سال بھی چلتا رہا۔سال کے شروع میں اس کے کارندوں نے پچاس معصوم بچوں کی ایک اسکول بس جو پکنک پر جا رہی تھی کہ راستے میں اسے زبردستی روک کر تمام بچوں کو گن پوائنٹ پر اغوا کر کے پاکیشیا کے نواحی پہاڑوں میں لے جا کے نہایت سفاکی کے ساتھ ان کی پانچ ٹیچرز سمیت بالکل قربانی کے بکروں کی طرح چُن چُن کر ان کی شہ رگ پر تیز چھریاں چلا کر ذبح کر دیا تھا۔اس خوفناک اور دل کو ہلا دینے والی واردات کا ماسٹر مائنڈ بھی اسے بتایا جاتا ہے۔یہ ظالم اور سفاک شخص بس یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ آپ کو یاد ہو گا،اب سے کوئی چار ماہ قبل اس نے ایک فیکٹری کے تمام ملازمین کو زبردستی فیکٹری میں بند کر کے اس کے چاروں طرف زہریلا کیمیکل ڈال کر ایک بہت بڑے بلاسٹ کے ساتھ فیکٹری کو اُڑا دیا تھا جب فائر بریگیڈ والے آئے تو انہوں نے یہ خوفناک خبر دی کہ فیکٹری کے تمام ملازمین بری طرح سے کر جل کر اس بھیانک انداز میں جھلس کر مرے ہیں کہ اب انکی نشاندہی بہت مشکل ہو گی۔اب میں آپ کو ان وارداتوں میں سے ایک کا ذکر کرتا ہوں، جو میڈیا میں رپورٹ نہیں ہوئیں لیکن ان کی سنگینی سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔کچھ عرصہ قبل اس نے بذات خود پاکیشیا کے ائیر فورس کے ہیڈ کوارٹر میں گھس کر پورے ایئر فورس میں تھرتھری مچا دی تھی۔

جب اس نے پاکیشیا کا سب سے مہنگا کوبرا گن شپ ٹوئن انجن ہیلی کاپٹر ان کے ایک آفیسر پائلٹ احتشام الحق کے میک اَپ اور یونیفارم میں ہائی جیک کر کے بہادرستان لے جانے کی کوشش کی تو مجبوراً پاکیشیا کی فضائیہ کو میدان میں آ کر اس طیارے کو فضاء میں ہی بلاسٹ کرنا پڑا تھا۔تو یہ کافرستانی جاسوس شنکر داس گپتا اپنی جان بڑی مشکلوں سے پیراشوٹ کے ذریعے ایک قبائلی علاقے میں جھلانگ لگا کر بچا سکا تھا۔اگر وہ یہ ہیلی کاپٹر بہادرستان لے جانے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ ہیلی کاپڑ غیر ریاستی عناصر کے ہتھے چڑھ جاتا، جو پھر بعد میں پاکیشیا کے ہی خلاف استعمال ہونا تھا۔جب تک اس کی لوکیشن ٹریس کر کے کمانڈوز علاقے کو گھیر کر سرچ آپریشن کرتے تب تک یہ وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔انتہائی شاطر اور عیار شخص اگر پاکیشیا کے سب سے بڑے چینل کے مالک سیٹھ سے ملے اور انکے درمیان چیکس کا تبادلہ ہو تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ جی ہاں یہی مطلب ہوتا ہے جو آپ سوچ رہے ہیں ہم سب بطور پاکیشیائی اسے ملک کا غدار کہیں گے۔یہ کافرستانی جاسوس شنکر داس گپتا بہت پہلے پاکیشیا کی انتہائی حساس لوکیشنز کی ریکی کرتے ہوئے کئی دفعہ دیکھا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ جاسوس کہلایا گیا ،مگر بعد ازاں یہ ترقی کرتا ہوا دہشت گردوں کے ہینڈلرز سے ان کا ماسٹر مائنڈ بن گیا۔آپ سب لوگ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کیا کوئی بھی محبِ وطن پاکیشیائی اس شخص کے ساتھ کبھی ملاقات کرنا بھی گوارہ کرے گا؟۔۔۔‘‘

اس دوران کئی تصاویر گردش کرتی ہوئی اسکرین پر نظر آتیں اور پھر چلی جاتی تھیں۔

''خواتین وحضرات میرے محترم ویوورز! میں ایک وقفہ لوں گا اوراس کے بعد آپ کوملک کے سب بڑے صحافی احمد منیر صاحب کا اصل چہرہ دکھاؤں گا۔۔۔۔ایک دھماکے دار رپورٹ اور دوانتہائی خفیہ ویڈیوز جوآپ کو یقیناچونکنے پر مجبور کردی گیں۔۔۔''

اس بعد اسکرین درمیان سے پھٹی اور'ایکسپوزڈ' کا لوگا جھومتا ہوا نظر آیا اور پھر اشتہارات شروع ہو گئے۔کوئی پندرہ منٹ بعد پھر'ایکسپوزڈ' کا لوگا جھومتا ہوا نظر آیا اور اسکرین پر محمود شاہدنظرآنے لگا۔

''ویلکم بیک۔۔جی تو میں اب آپ لوگوں کوایک تہلکا خیز ویڈیودکھانے لگاہوں یہ رہے آپ کے ہم سب کے پاکیشیا کے سب سے بڑے صحافی احمد منیر صاحب ملک کے ایک ارب پتی بزنس مین سلیمان کے ساتھ۔''

اس کے بعد اسکرین سائیڈ سے ہٹی اور دوسرا منظر ہوٹل سٹارسی ون کا نظر آنے لگا۔جس میں سلیمان اسی تھری پیس سوٹ میں ملبوس احمد منیرکوایک چیک اور بعدازاں ایک چِپ دیتا ہوا نظرآیا۔یہ ویڈیوایک موبائل کیمرے کی مدد سے اس جگہ سےتھوڑادور'ایکسپوزڈ' ٹیم کے ایک رپورٹرنے بنائی تھی جواب اس پروگرام کا حصہ بن گئی تھی۔

''جی ہاں ہمارے معروف صحافی بس یہاں تک ہی محدودنہیں ہیں بلکہ اکثرغیر قانونی چیکس وصول کر کے ریٹنگز کی خاطر صحافتی اقدار کی دھجیاں اُڑادیتے ہیں۔یہ رہی ایک اورتہلکا خیز

ویڈیو جو آپ کے ہوش اڑا دے گی۔۔۔۔مسٹر علی عمران جسے ہم نے قومی مجرم بنا کر پرسوں ٹانگنے کا فیصلہ کر لیا دیکھیں اس کے خلاف کس قسم کی سازش ہو رہی ہے۔''

اس کے بعد اسکرین پر ایک اور منظر روشن ہو گیا جس میں ہوٹل سٹار سی ون کے ہی ڈائنگ ہال کا منظر نظر آنے لگا۔ جہاں پر جوزف ہوٹل میں بیٹھا جام پہ جام پی رہا تھا اور پھر وہاں پر عامر آجاتا ہے اور پھر اسے ایک وہی ڈی وی ڈی دے کر چلا جاتا ہے۔

''جی تو ویوورز یہ ڈی وی ڈی جو مسٹر عامر نامی شخص جوزف کو پہلی بار دے رہے تھے جس پر ٹاپ سیکرٹ لکھا ہوا تھا، اسی کی وجہ سے آج عدالت میں مسٹر علی عمران اور اس کے باڈی گارڈز کا دھڑن تختہ ہو گیا۔۔۔۔کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ مسٹر عامر کون ہیں؟ تو آپ کو سن کر اپنے کانوں پر یقین نہیں آئے گا کیونکہ یہ احمد منیر صاحب کے شاگرد اور پرائم چینل کے صحافی جو کیمرے کے پیچھے ویڈیو ایڈیٹنگ، دیگر سافٹ ویئرز کی کوڈنگ اور کمپیوٹر کی زبان جاوا اور سی پلس پلس کی پروگرامنگ کے ماہر ہیں۔جی جناب اور اس بھیانک واردات جس میں سرداور کو شہید کر دیا گیا اس میں پرائم چینل کے ملوث ہونے کے شواہد بھی تھوڑے تھوڑے ظاہر ہو رہے ہیں۔کیا علی عمران کے بعد اب پرائم چینل کا بھی احتساب نہیں ہونا چاہیے؟ جن کے پیچھے کافرستانی فٹ پرنٹس بھی مل چکے ہیں؟۔۔۔۔اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار آپ میرے ای میل ایڈریس محمود شاہد ایٹ ایکسپوزڈ ڈاٹ کام پر کر سکتے ہیں۔جبکہ ہمارے فیس بک پیج ایکسپوزڈ بائے محمود شاہد پر جا کر ہمارا پیج لائک کریں اور اپنی رائے کا اظہار کریں

شکریہ۔۔۔‘‘

☆☆☆

بلیک زیرو رات کے کوئی ساڑھے بارہ بجے اپنی جدید ترین اسپورٹس کار میں بیٹھا ’’ڈارک فائٹ کلب‘‘ کی طرف جارہا تھا۔ یہ کیپیٹل سٹی کا بدنام ترین فائٹ کلب تھا جہاں انڈر ورلڈ کے چھٹے ہوئے بدمعاش اور کچھ ٹاپ کے غیر ملکی بلیک بیلٹ فائٹرز آکر اپنی فائٹ کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس فائٹ کا سوائے ایک گولڈن اصول کے اور کوئی اصول نہیں ہوتا تھا اور وہ تھا ’’ڈیڈلی فائٹ‘‘۔ اس کلب میں فائٹ کے لئے دنیا جہاں کے درندے شرکت کرتے تھے اور ہر فائٹ کا انجام دو فائٹرز میں سے کسی ایک کی موت پر ہوتا تھا۔ وہاں سے کسی کو بھاگنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور اگر کوئی وہاں سے فائٹ چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش بھی کرتا تھا تو اسے کلب کی انتظامیہ سب کے سامنے شوٹ کردیتی تھی۔ یہاں مرد اور عورتیں دنوں فائٹرز ہوتے تھے۔ کلب میں باقاعدہ ایک رِنگ بنا ہوا تھا تاہم اکثر و بیشتر فائٹ کا انجام کسی ایک کی بھیانک موت سے رِنگ کے باہر ہوتا تھا۔ اس کلب پر کئی دفعہ پولیس اور انٹیلی جنس بیورو کا ریڈ ہوچکا تھا۔ کئی بار کلب کی انتظامیہ سمیت بہت سے فائٹرز کو گرفتار کرلیا جاتا تھا مگر سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا جاتا۔

بلیک زیرو اس کلب کی بلیک ہسٹری سے خوب واقف تھا۔ اس لئے ذہنی طور پر تیار تھا کہ

یہاں اس کے ساتھ کیا ہوگا یا ہونے کی توقع تھی۔اس کے کندھوں پر پوری سیکرٹ سروس سمیت علی عمران اور ٹائیگر کی بھرپور نا کامی کا بوجھ تھا۔اسے پوری سیکرٹ سروس کی عزت اور عمران کے شاگرد کی حیثیت سے رِنگ میں اترنا پڑسکتا تھا۔اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کی لاج اس کے ہاتھوں میں تھی۔اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ یہ بھی عمران کی طرح ذہن لاک کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا اور اسے بھی ہپناٹزم سے شکار کرنا ناممکن تھا۔مگر عمران کا 'کوبرالاک' کے ذریعے مائنڈ اَن لاک ہونے کے بعد اب اس کا بھی شکار ہونا آسان ہو گیا تھا۔لیکن وہ بھی عمران کا شاگرد تھا اس نے بھی کوبرالاک کو بریک کرنے کے حوالے سے پوری پلاننگ کر لی تھی۔اگر ایسی نوبت آجاتی تو بلیک زیرو اس بار سر بلیک کوبرا کو حیران کر سکتا تھا۔

اس نے چست لباس پہنا ہوا تھا کچھ دیر بعد اس کی اسپورٹس کار 'ڈارک فائٹ کلب' کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر اس کی پارکنگ میں چلی گئی۔ جہاں رنگ برنگی کئی کاریں اور ہیوی موٹر بائیکس موجود تھیں۔کار پارک کر کے وہ کلب میں داخل ہوا تو اس وقت رات کے کوئی پونے ایک کا عمل تھا۔سر بلیک کوبرا اور بلیک زیرو کی ملاقات کا وقت ایک بجے طے تھا۔کلب میں بہت ہی گندی شراب کے بھبُو کے اٹھ رہے تھے۔

وہاں ایک بہت بڑا ہال خطرناک مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔وہ سب کرسیوں پر بیٹھے دیسی اور ولایتی دونوں قسم کی شرابوں سے شغل کر رہے تھے۔سائیڈ پر ایک کاؤنٹر موجود تھا،جس پر بھیڑیئے جیسے دو مرد اور چڑیل جیسی ایک عورت کھڑی تھی۔ہال کے بیچوں بیچ ایک

بڑا سا ریسلنگ رنگ تھا جس میں اس وقت بہت خطرناک فائٹ چل رہی تھی۔دو گینڈے جیسی شکلوں والے گنجے تیز دھار خنجر اُٹھائے فائٹ کر رہے تھے۔دونوں خون میں نہائے ہوئے تھے،ایسا لگتا تھا کہ جیسے دونوں کسی خون والی نہر میں جا کر غوطہ لگا کر آئے ہوئے ہوں۔ایک کی آنکھ غائب تھی،اس جگہ خنجر گھونپے جانے کا نشان تھا اور اس میں سے بے انتہا غلیظ خون بہہ رہا تھا۔جبکہ دوسرے کی ناک کٹی ہوئی تھی جس میں سے جانوروں کی طرح بے تحاشہ خون بہہ رہا تھا۔اس کے علاوہ اس کے سامنے والے پانچ دانت فائٹ کے دوران ہی ٹوٹ گئے ۔الغرض دونوں کے مکروہ چہرے دیکھنے والوں کو خوب لطف پہنچا رہے تھے۔جب تک رنگ میں کسی فائٹر کا خون نہیں بہتا تھا ان کو مزا نہیں آتا تھا۔لوگ شراب کے بڑے بڑے گھونٹ لیتے اور ہر غلیظ ایکشن پر خوب شور مچاتے تھے۔اس منظر کو دیکھ کر قدیم دور کے وائی کنگز،تاتاریوں اور رومیوں جیسے وحشی درندوں کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔زمانہ بدل گیا تھا مگر آج بھی ان سفاک قوموں کی روحیں بھٹکتی ہوئی اس ماڈرن دور کے 'ڈارک فائٹ کلب' کے لوگوں کے جسموں میں داخل ہوگئی تھیں۔

بلیک زیرو نے سیدھا جا کر کاؤنٹر پر ان سے سگرٹ مانگ کر اسے سُلگایا اور خاموشی سے کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر رنگ میں وحشیوں کا میچ دیکھنے لگا۔ان میں سے ایک گنجا جو اپنے خنجر کو ہاتھوں میں اچھالتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کو پر لگ گئے اور وہ اڑتا ہوا الٹی قلابازی کھا کر دوسرے گنجے کے اوپر سے ہوتا ہوا اچانک اس کی پشت پر آیا

اور پھر اس نے اسے اپنے فولادی ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے اچانک خنجر اس کی شہ رگ پر چلا دیا۔ ایک دم پورے ہال پر گہرا سکوت طاری ہو گیا ہر کوئی آنکھیں پھاڑے تجسس بھری نظروں سے منہ کھولے وہ منظر دیکھ رہا تھا۔ دوسرے گنجے کی گردن پر خنجر کا گہرا کٹ ابھر آیا جس میں سے دیکھتے ہی دیکھتے خون کے بے تحاشہ فوارے نکلے اور وہ کرب سے بھرپور گھٹی گھٹی غرغراہٹ کے ساتھ دھڑام سے رنگ میں گر کر بری طرح سے تڑپنے لگا۔ اس کے گرتے ہی لوگ ایکدم سے اپنی کرسیوں سے اٹھ کر وحشیوں کی طرح خوشی سے پاگل ہو کر چیخنے چلانے لگے۔ پہلا گنجا اپنے ہاتھ بلند کر کے اپنی مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ لوگوں سے اپنی فتح کی داد وصول کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد جب وہ پہلا گنجا اپنے حصے کی خوب داد سمیٹ چکا تو وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ دوسرے گنجے کی بھیانک لاش کلب کی انتظامیہ اٹھا کر وہاں سے چلی گئی اور پھر کچھ اور لوگ گنجوں کا غلیظ خون صاف کرنے کے لئے اپنے ضروری سامان کے ساتھ دوڑتے ہوئے رنگ میں داخل ہوئے اور پھر رنگ کو چند منٹوں میں چمکا کر صاف کر دیا گیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں کچھ بھی نہ ہوا ہو اور جیسے سب کچھ نارمل ہو۔ اتنے میں وہی پراسرار شخص نہ جانے کہاں سے اچانک نمودار ہوا اور رنگ میں مائیک کے ساتھ چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میرے عزیز کلب کے ممبرز! میرا نام سربلیک کوبرا ہے اور میں یہاں آج ایک شخص کو آپ سب کے سامنے چیلنج کرنے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی لوگ جوش سے کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ لہرانے لگے۔

''کیا آپ یہ مقابلہ دیکھنا چاہیں گے۔۔۔۔۔''

لوگ اور زیادہ جذباتی ہو گئے اور خوشی سے جنگلیوں کی طرح خوب نعرے بازی کرنے لگے۔

''میں سمجھ سکتا ہوں آپ لوگوں کا یہ جوش وجذبہ قابل ستائش ہے۔۔۔۔۔''

''تو پھر آپ لوگ کیا کہتے ہو۔۔۔۔۔۔ہو جائے۔۔۔۔۔''

لوگ جوش اور خوشی سے پاگل ہو گئے انہوں نے وحشیوں کی پھر سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

''Are you readyyyyy......''

''Noo! I said are youuuu readyyyyy ......''

سر بلیک کو بڑا کمال کا فنکار تھا اس نے چند ہی لمحوں میں پورا ماحول گرما دیا تھا۔لوگ آپے سے باہر ہو رہے تھے ان سے صبر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا کریں تو ان کو تسکین ہو۔ان کی تسکین اب صرف مزید خون دیکھ کر ہی ہو سکتی تھی۔

''تو اس کلب کے تمام معزز ممبرز! آج اس رات کو جوان اور آپ سب کو مزید گرمانے کے لئے آپ سب کے درمیان ایک بہت ہی پیارے مہمان موجود ہیں۔ یہ حال ہی میں گریٹ لینڈ سے آئے ہیں اور وہاں پر یہ اسٹریٹ فائٹ چیمپئن ہیں۔جی ہاں اسٹریٹ فائٹ چیمپئن، ویسے تو یہ پاکیشیائی ہیں مگر کچھ ذاتی وجوہات کی بنا پر وہاں ہوتے ہیں۔آج وہ ہم سب کو اپنے فن کا مظاہرہ دکھانے ابھی رنگ میں آئیں گے اور میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ

مجھ سے فائٹ کریں۔ گریٹ لینڈ کے لوگ انہیں سُپریم فائٹر کہتے ہیں تو اب میں ان کو رنگ میں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔۔۔ جناب طاہر صاحب۔۔۔ عرف بلیک زیرو۔۔۔''

سر بلیک کوبرا نے ان چھٹے ہوئے بدمعاشوں اور جنگلیوں کے سامنے کچھ ایسی مخذب گفتگو کی تھی کہ ان درندوں کو بھی حیرت ہوئی ہوگی کہ کیا واقعی ہم لوگ مہذب ہیں جو ہمیں اتنی عزت کے ساتھ مخاطب کر کے گفتگو کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد سب لوگ ادھر ادھر دیکھ کر کسی بلیک زیرو نامی شخص کو تلاش کرنے لگے۔ جبکہ بلیک زیرو اپنی سگریٹ ختم کر کے اسے ایش ٹرے میں بجھا کر اطمینان سے رنگ کی جانب بڑھنے لگا اور نہایت ہی وقار کے ساتھ رنگ کی رسیاں ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ لوگوں کا جذبہ اور شور بلیک زیرو کی آمد پر دیدنی تھا۔ مگر ایکدم سناٹا ہو گیا، سب کو اچانک چُپ لگ گئی۔ بلیک زیرو اپنے ہونٹ سختی سے بند کئے سر بلیک کوبرا کی آنکھوں میں آنکھوں ڈالے کھڑا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے بغیر پلکیں جھپکائے تکے جا رہے تھے۔ علی عمران کے بعد بلیک زیرو وہ دوسرا شخص تھا جس نے سر بلیک کوبرا کی آنکھوں میں آنکھیں بغیر کسی لینز کے ڈال دیں تھیں۔ سر بلیک کوبرا کا وہی زہریلا چہرہ اور آنکھوں میں وہی پراسرار کشش عود آئی تھیں۔ دونوں بغیر بولے ایک دوسرے کو لگاتار دیکھے جا رہے تھے۔ ماحول میں عجیب پراسرار خاموشی چھا گئی تھی، سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ ہر کوئی دم سادھے خاموش بیٹھا تھا، ایسا کھا جانے والا سسپنس اور پراسرار سناٹا۔ کوئی اگر یہاں اچانک آ جاتا تو وہ یہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ یہاں کبھی شور ہوا ہی نہیں ایسی

خاموشی تھی۔مگراس خاموشی میں بھی بہت سے پیغام چھپے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔وقت تھا کہ جیسے تھم سا گیا ہو۔۔۔۔۔لوگوں میں عجیب سراسیمگی پھیل گئی تھی۔۔۔۔۔اس کیفیت کو بیان کرنا شاید لفظوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔۔۔ لفظ خود ہی گونگے ہوگئے تھے۔۔۔۔۔ شاید لفظوں میں بھی وہ قوت نہیں تھی کہ وہ منظر کی تاب لاسکیں۔۔۔۔۔۔۔پھراس خاموشی کوایک سانپ کی سی پھنکار نے توڑا تو ایسا لگا جیسے بم پھٹ گیا ہو۔

''تمہاری قبر آج اسی فائٹ کلب میں بنے گی۔۔۔۔۔۔۔۔''

یہ الفاظ سربلیک کوبرا کے تھے۔۔۔جس کا سحر شاید لوگوں نے تو محسوس کیا تھا مگر بلیک زیرو کے چہرے پر ذرا برابر فرق نہیں پڑا تھا اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ بلیک زیرو اس وقت اپنے اصلی حلیے میں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور پوری پاکیشیا سیکرٹ سروس کی پگ کو اس نے اپنے سر پر سجایا ہوا تھا۔آج یا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتی اور بلیک زیرو کو اپنی نماز جنازہ بھی نصیب نہ ہوتی یا پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف وہ معرکہ سرکر کے نکلتا جس کو آج تک سر کرنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی تھی یہاں تک کے عمران بھی اس عجیب وغریب شخص کے سامنے آکراس کا غلام بن گیا تھا۔

آن کی آن میں دونوں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر ہوگئے اوراب سب سے بڑی جنگ شروع ہونے والی تھی۔جس کا طبل سربلیک کوبرا نے ایک ہی جملہ کہہ کر بجا دیا تھا۔ بلیک زیرو نے پیچھے ہوکر سب سے پہلے رنگ کو تھامنے والی رسیوں کو کھینچ کھینچ کران کی مضبوطی چیک کی۔

ان دونوں کو الگ ہوتا دیکھ کر لوگوں کا پھر شور بلند ہوا، ان کے جوش وجذبے میں پھر اضافہ ہو رہا تھا۔ لوگ اب واضح دو حصوں میں بٹ گئے تھے، ایک بلیک زیرو کی سائیڈ پر جبکہ دوسرا سر بلیک کوبرا کی سائیڈ پر ہو گیا تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے پسندیدہ ریسلر کے نام زور زور سے پکار رہا تھا۔ وہاں باقاعدہ دنگل سج گیا تھا، دونوں کے چہروں پر بے پناہ سختی نے ہر ایک کی دلچسپی میں اضافہ کر دیا تھا۔

سر بلیک کوبرا نے باکسنگ سٹائل میں اچھل کود کرتے ہوئے دو تین خالی مکے چلائے اور بلیک زیرو غور سے سر بلیک کوبرا کی ایک ایک چال کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے فائٹ کرنے سے پہلے اسے تول رہا تھا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دونوں ایک دوسرے سے گھتم گھتا ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر ایک دوسرے سے زور آزمائی شروع کر دی۔ دونوں پروفیشنل ریسلرز کی طرح ایک دوسرے کی حقیقی طاقت کا اندازہ لگا رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سر بلیک کوبرا نے بلیک زیرو کو زور سے دھکا دیا تو وہ اچھلتا ہوا رنگ کی رسیوں سے ٹکرا کر نیچے گرتے ہی ایک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سر بلیک کوبرا نے اس سے بے نیاز ہو کر پھر سے جمپ کرتے ہوئے باکسنگ اسٹائل میں خالی مکے چلانا شروع کر دیئے۔ دونوں کے چہروں میں تھوڑا سا بھی تغیر نہیں آیا تھا۔ بلیک زیرو نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پھر کراٹے کے اسٹائل میں ایک ٹانگ آگے اور ایک ٹانگ پیچھے اور دونوں ہاتھ مخصوص اسٹائل میں اپنے سینے کے عین سامنے کھڑے کر لئے۔

اچانک سر بلیک کو برا باکسنگ اسٹائل کی پریکٹس کرتا ہوا اچھلا اور پھر اڑتا ہوا بلیک زیرو کے سر پر پہنچ گیا جبکہ دوسری جانب بلیک زیرو نہایت برق رفتاری سے ٹانگوں کو پھیلا کر بیٹھ گیا۔ سر بلیک کو برا نے اپنے بوٹ کی بھرپور ٹو اس کے سر پر مارنے کوشش کی ہی تھی کہ بلیک زیرو نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کر کے اسے بلاک کیا اور دوسرے ہاتھ سے کراٹے کا بھرپور وار سر بلیک کو برا کے پیٹ میں کیا جس سے سر بلیک کو برا کا بیلنس ایکدم سے خراب ہوا اور وہ پلٹ کر دوسری طرف گرنے ہی والا تھا کہ بلیک زیرو نے نہایت پھرتی سے اچھلتے ہوئے ایک دم اپنے دائیں کہنی کا بھرپور وار سر بلیک کو برا کی چھاتی پر کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ سر بلیک کو برا نے اسے نہایت پھرتی سے بلاک کر کے ایک بھرپور پنچ اسکے جبڑے پر لگا یا تو اس کے منہ سے خون کی پچکاری نکلی اور بلیک زیرو اڑتا ہوا دور جا گرا۔اس کے گرتے ہی دونوں برق رفتاری سے اچھل کر ایک ساتھ کھڑے ہو کر آمنے سامنے آ گئے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو البتہ بلیک زیرو کے منہ سے تھوڑا سا خون بہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ اتنا پھرتی سے ہوا تھا کہ سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

ایک بار پھر سر بلیک کو برا اڑتا ہوا اس بار کندھے کا بھرپور جھٹکا بلیک زیرو کی چھاتی میں مارنا ہی چاہتا تھا کہ بلیک زیرو نے انتہائی لچک کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمان کی شکل اختیار کر لی تو سر بلیک کو برا اپنے ہی زور پر بالکل تیر کی طرح اڑتا ہوا رسیوں کے درمیان سے ہوتا ہوا رنگ کے باہر لوگوں سے جا ٹکرایا۔ وہ دو تین لوگوں کو لیتا ہوا ان کے اوپر گرا ہی تھا کہ بلیک زیرو

ایکدم سیدھا ہوا اور پھر ساتھ کی رسیوں سے اپنی پشت ٹکراتا ہوا اپنا مومنٹم بنا کر وہ بھی رسیوں کے درمیان سے اڑتا ہوا سر بلیک کوبرا جواب تک اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا، بلیک زیرو اسے لیتا ہوا بھرپور انداز میں ٹکرایا اور دونوں زمین پر چت لیٹ گئے۔اس بار سر بلیک کوبرا کے سر پر بیک سائیڈ پر بھرپور چوٹ لگی تھی۔لوگ اچھل اچھل کر اپنے جوش وجذبے کا اظہار کر رہے تھے۔ چونکہ یہ اسٹریٹ فائٹ تھی اور اسے پورے ہال میں کہیں بھی لڑا جاسکتا تھا لہذا اب فائٹ رنگ کے باہر شروع ہوگئی تھی۔

بلیک زیرو نے ایکدم اچھل کر سر بلیک کوبرا کی ٹانگوں میں ٹانگے ڈال کر انکا لاک بنا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا، یہ سر بلیک کوبرا پر پہلا داؤ تھا۔سر بلیک کوبرا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا البتہ اسے تکلیف کا احساس نہیں ہورہا تھا۔وہ ہاتھ پیر مارتے ہوئے کسی طرح سے اس داؤ سے نکلنے کی کوشش کررہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے بلیک زیرو پر اٹھ اٹھ کر مکے برسانا شروع کردیئے جو بلیک زیرو کے جبڑے پر نہایت شدت سے پڑ رہے تھے۔ بلیک زیرو چونکے اپنا بیلنس رکھنے کے لئے لاک لگا کر دونوں ہاتھ فرش پر رکھے اپنی ٹانگوں سے اسکی ٹانگوں پر شدید جھٹکے دے رہا تھا اور لاک کی شدت میں اضافہ کرتا جارہا تھا اس لئے وہ سر بلیک کوبرا کے گھونسوں کا دفاع نہیں کرسکتا تھا۔سر بلیک کوبرا میں بھی بلا کی برداشت تھی،لگتا تھا کہ جیسے بلیک زیرو کی ٹانگوں کے جھٹکے سر بلیک کوبرا کی صحت پر کوئی خاص فرق نہیں ڈال رہے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے سر بلیک کوبرا کے بھاری مکوں نے کام دکھایا اور بلیک زیرو کی پکڑ ڈھیلی پڑگئی اور پھر

اس نے خود ہی لاک کھول دیا۔ سر بلیک کوبرا آزاد ہوتے ہی ایکدم سے اچھلا اور اپنے ٹخنے کا بھرپور وار اس نے بلیک زیرو کے سر پر کیا تو وہ الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ سر بلیک کوبرا اچھلا اور کھڑا ہو کر پھر رنگ کے اندر آ گیا۔ بلیک زیرو بھی اٹھا اور پھر وہ بھی چلتا ہوا رنگ میں داخل ہو گیا اب دونوں پھر سے آمنے سامنے تھے۔ سر بلیک کوبرا کو تو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا البتہ بلیک زیرو کی ناک اور منہ سے ہلکا ہلکا خون بہہ رہا تھا۔ اچانک سر بلیک کوبرا دیکھتے ہی دیکھتے رنگ میں اسی طرح پیٹ کے بل لیٹ گیا جس طرح وہ ٹائیگر کے سامنے لیٹا تھا۔ بلیک زیرو بھی تن کر اپنے مخصوص کراٹے کے اسٹائل میں کھڑا ہو گیا، اسے اسی حیران کن داؤ کی توقع تھی کہ کسی بھی وقت سر بلیک کوبرا اس کا استعمال کر سکتا ہے۔

اچانک سر بلیک کوبرا نے پھنکارتے ہوئے اپنا منہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر وہ اچھل کر اس پر حملہ آور ہو گیا، ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں بلیک زیرو نے بھی اڑ کر اس پر جھلانگ لگا دی۔ دونوں فضا میں ایک ساتھ لٹو کی طرح ایک ہی بار گھومے تھے کہ پھر بلیک زیرو اچانک پینترا بدل کر سائیڈ پر ہوا اور تھوڑا سا جھکا ہی تھا کہ سر بلیک کوبرا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے فضا میں ہی بلیک زیرو کی گردن کو ٹانگوں میں جکڑ لیا اور پھر اسے اچھالتا ہوا ایک طرف پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک بلیک زیرو انتہائی حیرت انگیز طور پر اسکی کی ٹانگوں سے نکلا اور اچھل کر رنگ کھڑا ہو گیا۔ جب تک سر بلیک کوبرا رِنگ میں واپس آ کر اپنا بیلنس بحال کرتا، بلیک زیرو اپنی پوزیشن لے چکا تھا، جوں ہی سر بلیک کوبرا فضا سے رنگ میں واپس آیا اتفاق سے

بلیک زیرو اسکی پشت پر تھا۔پس وہی لمحہ سر بلیک کوبرا پر بھاری پڑا پھر بلیک زیرو نے برق رفتاری سے سر بلیک کوبرا کو بھرپور انداز میں اپنا بازو اسکے سر کے اوپر سے گھما کر اسے اپنے آہنی ہاتھوں میں جکڑ لیا۔اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا گھٹنا سر بلیک کوبرا کے کمر کے آخری حساس مہروں پر رکھ کر ایکدم سے دو تین شدید جھٹکے دیئے ہی تھے کہ کھٹک کھٹک کی آوازوں کے ساتھ ہی سر بلیک کوبرا قوس کی طرح نیم گول ہوا اور اسکی زندگی میں پہلی بار چیخیں نکل گئیں ۔انتہائی حیران کن اور کرب ناک منظر تھا۔سر بلیک کوبرا رنگ میں پڑا پہلی دفعہ بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔سب لوگ منہ کھولے یہ نا قابل یقین منظر دیکھ رہے تھے۔سُپر یم فائٹر نے ایک بار پھر نا قابل یقین کام کر دکھایا تھا۔مگر اس سے پہلے کہ کوئی اسکی فتح کو قبول کرتا دو تین فائر ہوئے اور کیپٹن فیاض کلب میں داخل ہو گیا۔

''لپیٹو سب کچھ یہاں سے۔۔۔۔۔دیکھو کوئی بھاگنے نہ پائے۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی بلیک زیرو نہایت احتیاط کے ساتھ کلب کے بیک ڈور سے کھسک گیا۔کیونکہ وہ اب کسی قسم کے قانونی چکروں میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔

صبح کے پونے چار کا عمل تھا،اندھیرے نے ہر طرف اپنا راج جمایا ہوا تھا۔مگر قلعے میں اس وقت مدہم روشنی تھی۔پرانا قلعہ اس قدر پرانا تھا کہ خود اسے بھی اپنی تاریخ پیدائش بھول گئی

تھی۔ قلعے کی چھت پر کبوتروں اور مختلف رنگ برنگی پرندروں نے اپنا مسکن بنایا ہوا۔ بہت سے لوگ اسے بھوتوں کی آماجگاہ کہتے تھے، مگر وقت بدلتے ہی جوں جوں مشینوں نے ترقی کی لوگوں کے ذہنوں نے بھی ویسی ویسی ترقی کی۔ اب پاکیشیا کی حکومت نے اسے باقاعدہ سنٹرل جیل کی شکل دے دی تھی۔ یہاں پر صرف ہائی پروفائل قسم کے خطرناک مجرموں کو لایا جاتا تھا اور کچھ عرصہ ان کو وہاں رکھ کر انکی قسمت کا فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

علی عمران کا شمار بھی ان ہی ہائی پروفائل خطرناک مجرموں میں کیا گیا تھا۔ جیل کی انتظامیہ بہت سخت واقع ہوئی تھی، کیونکہ نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے یہ بہت ضروری تھا۔ یہاں کے قیدیوں کی باقاعدہ چھتر پریڈ ہوتی تھی، اس کے علاوہ یہاں کے جیلر صاحب ایک بہت ہی سخت گیر شخص تھے کسی کے ساتھ تھوڑی سی بھی رعایت نہیں برتتے تھے۔ عمران کی دونوں اپیلیں مسترد ہو گئی تھیں اور آخری ظلم یہ کہ اس کے ڈیتھ وارنٹ پر خود ایکسٹو نے دستخط کئے تھے۔ اس وقت ریاست پاکیشیا کے لئے عمران کو جلد از جلد فارغ کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ کیونکہ پاکیشیا کی عوام شدید مشتعل تھی اور ان کو قابو کرنے کا واحد حل تھا کہ عمران کو فوراً سے پہلے ایکسپائر کر دیا جائے۔ اس کا آخری میڈیکل چیک اَپ ہو گیا تھا اور حکومتوی ڈاکٹرز کی پانچ افراد کی ٹیم نے اسے مکمل فٹ قرار دیا تھا۔ اس نے اپنی آخری وصیت میں پاکیشیا کی قوم کے نام ایک پیغام دیا تھا جو اس کی موت کے بعد منظر عام پر آنا تھا۔ گھر والوں سے ملاقات کے ٹائم کوئی بھی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ کیونکہ سر عبدالرحمان نے اس کے اقبال جرم کے بعد گھر کے ہر فرد پر مکمل

پابندی لگادی تھی کہ اب ان سب کا رشتہ عمران سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔لحاظہ جب رشتہ ہی ختم ہو گیا تو ملاقات کیسی؟۔۔۔۔سواس سے کوئی بھی ملنے نہ آیا۔البتہ اس کے کچھ دوست ضرور ملنے آئے تھے جن کے بارے میں میڈیا کو بالکل خبر نہیں تھی کے وہ کون لوگ ہیں۔اس کے پاس ایک مولوی صاحب بھی آئے تھے اس کے علاوہ جو قانون کے مطابق دیگر ضروری کام تھے وہ سب پورے کئے گئے تھے۔

میڈیا لائیو کوریج کے لئے باقاعدہ پھانسی گاٹ میں موجود تھا اور انہوں نے اپنی نشریات میں خصوصی طور پر لکھا تھا کہ یہ نشریات بچے، بڑھے اور کمزور دل افراد ہرگز نہ دیکھیں۔عمران نے پوری رات اللہ کی عبادت میں گذاری تھی سر پر سفید ٹوپی اور ہاتھ میں تسبیح۔۔۔۔اس کے بلاوے کا ٹائم آیا تو اس نے وہ ٹوپی اتاردی اور تسبیح چھوڑ کر وہ پھانسی گاٹ کی طرف چل پڑا۔ اس کو زنجیروں اور بڑے بڑے کڑوں سے باندھا گیا تھا جب وہ چلتا تو چھن چھن کی آواز آتی تھی۔اس کو تین چار سپاہی گن پوائنٹ پر پھانسی گھاٹ کی طرف لانے لگے، وہاں اس کے لئے الیکٹرک چیئر بھی موجود تھی۔پورے پانچ منٹ قبل اسکی زنجیریں ہٹا کر اسے الیکٹرک چیئر پر بٹھادیا گیا، پھر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے مضبوطی سے بند کیا گیا اور بعدازاں اس کا چہرہ سیاہ کپڑے میں چھپادیا تھا۔جیل کے اطراف میں باقاعدہ فوج طلب کر لی گئی تھی اور وہاں اسکیورٹی ہائی الرٹ تھی۔وہاں جیلر صاحب، عدالت اور حکومت کی جانب سے ایک ایک نمائندہ موجود تھا۔الیکٹرک چیئر پر جیل انتظامیہ نے عمران کو بٹھا کر تمام تاریں اس کے جسم سے

لگائیں تھیں، البتہ پھانسی کے لئے جلاد لیور اور تختے کا پورا فنکشن چیک کر کے اسے تیل دے چکا تھا۔

جیسے ہی جیلر صاحب کی گھڑی نے چار بجائے انہوں نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو ایک آدمی جو الیکٹرک چیئر کے فنکشن کا اکسپرٹ تھا، اس نے چیئر کے پیچھے موجود ایک سرخ بٹن دبا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے عمران بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا۔ وہ کوئی آٹھ منٹ تک تڑپنے کے بعد بے ہوش ہو گیا البتہ آخری دو منٹ تک لگا تار اسے کرنٹ لگتا رہا۔ پھر جیلر صاحب کے اشارے پر بٹن بند کر کے اس کے جسم سے تمام تاریں اور کپڑا ہٹا کر اسے دو آدمی پکڑے تختے کے اوپر لے گئے۔ جبکہ عمران اس دوران بے ہوش رہا، وہاں اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ پھر اس کے چہرے پر سیاہ کپڑا ڈال دیا گیا اس کے بعد بہت ہی موٹا رسہ اسکے گلے میں ڈال کر اسے ٹائٹ کر دیا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد جیلر صاحب کے اشارے پر جلاد نے لیور کھینچ دیا۔ تختہ کھلا اور عمران ایک جھٹکے سے لٹک کر بری طرح سے تڑپنے، مچلنے لگا۔ کوئی آٹھ منٹ بعد اس کے جسم نے پھڑکنا بند کر دیا اب وہ صرف جھول رہا تھا۔ پھر اس کا جھولنا بند ہوا اور وہ بالکل ساکت ہو گیا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد اسے وہاں سے اتار کر ایک اسٹریچر پر ڈالا گیا تو اسکی زبان دانتوں میں آ کر بری طرح سے پھنسی ہوئی تھی۔ اس کے منہ سے لعاب بہہ کر سوکھ گیا تھا اور اسکی گردن اکڑ کر لمبی ہو گئی تھی۔

پھر سرکاری ڈاکٹرز کی پوری ٹیم نے عمران کو چیک کیا اور اس کی موت کی تصدیق کر دی۔

میڈیا والوں نے جم کر بریکنگ نیوز لگائیں۔

''سرداور کے سنگدل قاتل کا بھیانک انجام۔۔۔۔علی عمران کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔۔۔۔۔

خس کم جہاں پاک۔۔۔۔عمران کم پاکیشیا پاک

☆☆☆

دسواں باب

علی عمران ہم شرمندہ ہیں

محمود شاہد کے پرائم چینل کے خلاف شو نے پورے پاکیشیا کے سوشل میڈیا فیس بک، ٹوئٹر اور اردو فینز جیسے دیگر فورمز پر دھوم مچادی تھی۔ پرائم چینل کے خلاف پاکیشیا کے نوجوانوں نے سوشل میڈیا پر باقاعدہ تحریک چلادی تھی۔ اردو فینز کے شاؤٹ باکس میں اور مختلف تھریڈز پر صدر صاحب سے اور چیف جسٹس آف پاکیشیا ایس کے ملک صاحب سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ محمود شاہد کے پروگرام کا نوٹس لیا جائے۔ محمود شاہد کے شو میں تہلکا خیز ویڈیوز کو فیس بک اور ٹوئٹر پر لاکھوں کی تعداد میں شیئر کیا جارہا تھا۔ پاکیشیا کی یوتھ کا خیال تھا کہ ضرور ٹاپ سیکرٹ ڈی وی ڈی کو ایڈٹ کر کے تبدیل کیا گیا۔ لیکن وہ عمران پر بھی شدید غصے میں تھے، اس لئے عمران کی پھانسی پر کافی خوش تھے۔ ان کا خیال تھا کہ عمران کے علاوہ پرائم چینل پر بھی تفتیش ہونی چاہیے اور پرائم چینل جو پاکیشیا میں نوجوانوں اور پاکیشیا کی غریب عوام کو اتنے عرصے سے بے وقوف بنا رہا ہے اب اس کا احتساب ہونا چاہیے تھے۔

ایک نوجوان نے ٹوئٹر پر ٹوئٹ کرتے ہوئے کہا تھا کہ

''رسپیکٹ فار سر محمود شاہد صاحب، پاکیشیا میں آج تک انقلاب نہیں آیا مگر آج سر محمود شاہد صاحب کے پرائم چینل کے خلاف شو کے بعد پاکیشیا کی یوتھ کھڑی ہوگئی ہے،اور جہاں یوتھ کھڑی ہوجائے وہاں بڑے بڑے بت ٹوٹ جاتے ہیں۔اب پاکیشیا میں انقلاب آئے گا۔۔۔۔۔# سے نوٹو پرائم چینل سے یس ٹو محمود شاہد صاحب۔۔۔۔۔''

ایک لڑکی نے فیس بک پر کمنٹ کیا تھا کہ

''شیم آن پرائم چینل، کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے۔۔۔۔۔چیکس لیتے ہو اور پاکیشیا کی یوتھ کو بے وقوف بناتے ہو۔۔۔۔۔۔رسپیکٹ فار سر محمود شاہد صاحب۔سر آپ نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔۔۔اب ہم کبھی بھی ایک غدار چینل نہیں دیکھیں گے۔۔۔۔''

ایک اور کمنٹ میں ایک لڑکے نے لکھا تھا

''میرے خیال میں علی عمران کی طرح پرائم چینل کا بھی وہ انجام ہونا چاہیے کہ سر داور کی روح کو سکون آجائے۔سر داور ہم شرمندہ ہیں تمہارے ابھی کچھ قاتل باقی ہیں۔۔۔۔۔۔بین پرائم چینل ان پاکیشیا۔۔۔۔''

اردو فینز پر ایک تھریڈ پوسٹ کی گئی تھی جس میں پاکیشیا سے سے پرائم چینل کو بین کرنے کے حوالے سے ایک پول رکھی گئی تھی،اس میں بہت سے لوگوں نے ووٹ کاسٹ کیا تھا۔ اردو فینز پر ۹۹ پرسنٹ ووٹ پرائم چینل کو پاکیشیا سے بین کرنے کے حق میں ڈالے گئے تھے۔اردو فینز کے ممبرز سخت غصے میں تھے انہوں نے کہا کہ یہ تھریڈ ایک قرارداد کی حیثیت

رکھتی ہے پاکیشیا کی عوام نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔اب حکومت کو کسی بات کا انتظار کئے بغیر پرائم چینل کا لائسنس کینسل کر دینا چاہیے۔ہم ایک غیرت مند قوم ہیں کوئی غلام نہیں،کوئی بھیڑ بکریاں نہیں۔اگر اب احمد منیر اور عامر جیسے لوگ بچ گئے تو ہم قیامت کے روز سرداور کو کیا منہ دکھائیں گے؟

ایک لڑکی نے ٹوئٹر پر ٹوئٹ کیا تھا کہ

''سرداور جیسی عظیم ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔اگر پرائم چینل بھی ان کی شہادت میں ملوث ہے تو پھر ہمیں ایسی ریٹنگ پر لعنت بھیجنی چاہیے۔پاکیشیا کی قوم کا ایک ہی مطالبہ، علی عمران کی طرح پرائم چینل کے سیٹھ کو بھی ٹانگ دو۔۔۔''

الغرض سوشل میڈیا پر پاکیشیا کی یوتھ سخت غصے میں تھی اور ان کے کمنٹس سے تو لگتا تھا اب وہ ہونے جا رہا ہے جو آج تک نہیں ہوا۔

✡✡✡

صفدر،کیپٹن شکیل،تنویر اور کیپٹن عبداللہ سب میک اپ میں سی آئی ڈی کی کار میں بیٹھے پرائم چینل کی جانب بڑھے چلے جا رہے تھے۔ان کے کوٹس پر خصوصی طور پر سی آئی ڈی کے لوگوز لگے ہوئے تھے۔ان کے چہروں پر بے پناہ سنجیدگی تھی اور وہ خصوصی مشن کی طرف رواں دواں تھے۔کیپٹن عبداللہ ابھی حال ہی میں پاکیشیا کی ملٹری کے کمانڈو سیکشن سے ٹرانسفر

ہو کر آیا تھا اور اس کا انتخاب عمران نے کیا تھا۔ اس کی کارکردگی بہت اچھی ہونے کی وجہ سے ایکسٹو نے پاکیشیا کے آرمی چیف سے درخواست کر کے اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا تھا۔ کمانڈو سیکشن میں رہ کر اس نے اب تک کئی دہشت گردی کے حملوں کو روکا تھا بلکہ کئی دفعہ تن تنہا ہی دس بارہ دشمنوں پر یہ بھاری ثابت ہوا تھا۔ ملٹری میں اس کا نک نیم 'گولڈن ایگل' تھا اور یہ بالکل عقاب کی طرح دشمن پر جھپٹتا تھا اور پھر اس کے آہنی پنجوں سے بچ پانا ناممکن ہوتا تھا۔ اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر تنویر تھا، جبکہ اس کے ساتھ صفدر اور ان کے پیچھے کیپٹن شکیل اور کیپٹن عبداللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تنویر نے تیزی سے ایک گول چکر سے گاڑی کاٹ کر گاڑی پرائم چینل کے ایک بڑے آہنی گیٹ کے سامنے آ کر کار روک دی تو صفدر، کیپٹن شکیل اور کیپٹن عبداللہ کار کے ڈورز کھول کر جمپ لگا کر اترے اور گارڈ روم کے اندر گھس گئے۔ صفدر نے جیب سے سی آئی ڈی کا بیج نکال کر گارڈز کے سامنے رکھتے ہوئے کہا

''احمد منیر اور اس کا شاگرد عامر کہاں ہیں؟۔۔۔''

''صاب ابھی تو نہیں۔۔۔''

اس کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ صفدر کے بھاری ہاتھ کا ایک زناٹے دار تھپڑ گارڈ کے منہ پر لگا تو اپنا گال پکڑتے زمین پہ گر گیا۔

''یو ڈرٹی فول۔۔ بکواس کرتے ہو۔۔۔ آپ لوگ اندر چیک کریں کہیں وہ سی آئی ڈی کا سنتے ہی دونوں فرار نہ ہو جائیں۔۔۔۔''

صفدر نے پہلے گارڈ کو کہا اور پھر اپنا رخ موڑ کر کیپٹن شکیل اور کیپٹن عبداللہ کو کہا تو وہ تیز تیز چلتے ہوئے گارڈز روم سے ہوتے ہوئے وہ لوگ عمارت کے اندر چلے گئے۔ وہ نیچے ہر روم میں پوچھ گوچھ اور ٹھکائی کرتے ہوئے اوپر آنے لگے۔

پرائم چینل کی بلند و بالا بلڈنگ کے فورتھ فلور پر ایڈیٹنگ ڈیپارٹمنٹ میں عامر بیٹھا اپنا کام کر رہا تھا۔ اس کا کام عام اور سادہ ویڈیوز کی ایڈیٹنگ کر کے انہیں مزید جذباتی بنانا تھا اور پھر اسے پرائم چینل کے ناظرین کے لئے پیش کیا جاتا تو عام لوگ بھی مشتعل ہو جاتے تھے۔ وہ بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک ملازم نے آتے ہی اسے کہا

''سر پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں۔۔۔ وہ وہ سی آئی ڈی نے چھاپا مارا ہے۔۔۔۔ وہ بھوکے کتوں کی طرح آپ کو اور احمد صاب کو ڈھونڈ رہے ہیں، نیچے ایک اودھم مچا ہوا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔''

اتنا کہتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ فوراً اپنی کرسی سے اٹھا سائیڈ ٹیبل سے اپنے بیگ کی زپ بند کی پھر اسے اپنی کمر پر لادا اور بعدازں دوڑتا ہوا کمرے سے نکلتے چلا گیا۔ وہ باہر نکلتے ہی دائیں طرف مڑا ہی تھا کہ سامنے سے کیپٹن شکیل اور کیپٹن عبداللہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آ رہے تھے۔ اس نے فوراً اپنا رخ موڑا اور پھر ان کی مخالف سمت رخ پھیرتے ہوئے اس نے سیڑھیوں کی جانب دوڑ لگا دی۔ پھر وہ تیزی سے ان کے قریب پہنچا اور پھرتی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے کی جانب دوڑنے لگا اور پھر پارکنگ میں

پہنچتے ہی اس نے ایک بائیک کے لاک کو ایک جھٹکے سے توڑا اور پھر بائیک کو دو نمبر طریقے سے سٹارٹ کرتے ہی وہ وہاں سے بائیک مین سڑک پر لے آیا۔ وہ گیٹ نمبر دو سے فرار ہوا تھا، جبکہ دوسری سائیڈ پر گیٹ نمبر ون پر صفدر وغیرہ کھڑے تھے۔ اس کے پیچھے کیپٹن عبداللہ بھی تیر کی طرح ایک بائیک پر اس کے پیچھے لگ گیا۔

مین سڑک پر آتے ہی عامر نے بہت رش والے بازار کی جانب بائیک کر لی اور جتنی سپیڈ ممکن تھی اس سپیڈ پر دوڑا دی۔ کیپٹن عبداللہ بھی فل سپیڈ سے اس کا تعاقب کر رہا۔ کیپیٹل سٹی کے مشہور جہاز چوک پر خاصی گہما گہمی تھی، رنگ برنگی کارز اور اس سے زیادہ کلر فل بائیکس وہاں پر موجود تھی اور پورا چانس تھا کہ کیپٹن عبداللہ عامر کو مس کر دیتا۔۔۔ مگر پھر حیران کن طور پر کسی اسٹنٹ مین کی طرح کیپٹن عبداللہ نے ایک دم اسپیڈ بے انتہا تیز کرتے ہوئے ایک جمپ کے آتے ہی اس نے ایک بہت بڑے جھٹکے کے ساتھ بائیک کو فضا میں اڑا دیا اور کئی گاڑیوں اور موٹر بائیکس کے اوپر سے ہوتا ہوا، عامر کے عین پیچھے ایک جھٹکے سے پہنچا۔ دونوں بائیکس اپنی پوری رفتار سے چل رہی تھیں کہ کیپٹن عبداللہ نے اپنے بائیک سے ہاتھ ہٹا کر خود اپنا توازن رکھتے ہوئے بائیک کے اوپر دونوں پیر جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ عقاب کی طرح اڑتا ہوا فضا میں اپنی ٹانگیں کھول کر عین عامر کی بائیک کے اوپر اس کی پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ البتہ اس دوران اس کی بائیک اپنا توازن کھو گئی اور مڑتی ہوئی جہاز چوک کے گول چکر سے ٹکرائی اور سڑک پر گر گئی۔ کیپٹن عبداللہ نے عامر کی بائیک کا توازن خراب کرتے

ہوئے عامر کے ہاتھ کو دو تین شدید جھٹکے دیئے اور بائیک بے قابو ہوکر ایک جھٹکے کے ساتھ سامنے والی کار کی ڈگی سے بری طرح سے ٹکرائی اور پھر عامر سمیت دھڑام سے نیچے گر گئی۔ کیپٹن عبداللہ پہلے ہی اس کے لئے تیار تھا،لہذا وہ کود کر بائیک کے گرنے سے پہلے ہی سڑک پر موجود تھا۔جبکہ عامر بائیک کے نیچے پھنسا ہوا تھا اس کے فرار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔اس اچانک آفت سے اس کے بیگ کا ایک کلپ کھل گیا تھا جس کی وجہ سے بیگ اس کی کمر سے اتر کر سڑک پر گر گیا تھا۔

اس حادثے کے ہوتے ہی عامر والی بائیک کے پیچھے آنے والی گاڑیاں ایک جھٹکے سے بریک کے ساتھ چیختی ہوئی رکیں تو ان کے ٹائروں نے بھی احتجاج بلند کیا۔کیپٹن عبداللہ نے جیب سے سی آئی ڈی کا بیج جیب سے نکال کر سب گاڑیوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جہاز چوک پر اس وقت کوئی بھی ٹریفک پولیس والا موجود نہیں تھا۔کیپٹن عبداللہ ایک دم عامر کی جانب بڑھا اسک کے اوپر سے بائیک ہٹائی اور عامر کو اس کے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر لیا۔پھر کیپٹن عبداللہ نے عامر کو اس کے بالوں سے پکڑا اور پوری قوت سے پیچھے کھڑی ہوئی گاڑی کے سامنے والے بڑے شیشے پر اچھال دیا۔عامر اڑتا ہوا شیشے سے ٹکرایا اسکی چیخیں نکل گئیں اور گاڑی کا شیشہ ٹوٹ کر کئی چھوٹے چھوٹے شیشوں میں تقسیم ہوگیا۔ بہت سے شیشوں کے ٹکرے بری طرح سے عامر کے جسم میں پیوست ہو گئے اور اس کے سر سمیت جسم سے جگہ جگہ خون بہنے لگا۔ مگر کیپٹن عبداللہ کے کچھ اور ہی ارادے تھے، اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس

دوران گاڑی والا نیچے اتر آیا تھا۔کیپٹن عبداللہ نے عامر کو نیچے اتارا پھر دوبارہ پوری شدت کیساتھ اس کا سر گاڑی کی ایک ہیڈ لائٹ میں دے مارا۔عامر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے وہ بری طرح سے جھولتا ہوا دھڑام سے سڑک پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔اس دوران دوسرے طرف سے تنویر،صفدر اور کیپٹن شکیل سی آئی ڈی والی گاڑی لئے وہاں پہنچ گئے۔ کیپٹن عبداللہ نے جیب سے بہت سے بڑے بڑے نوٹ نکال کر اس گاڑی والے کو معذرت کے ساتھ دیئے جو اس کے ٹوٹل نقصان سے تین گنا زیادہ تھے۔اس کے بعد وہ اس بیگ کی جانب بڑھ گیا جو کلپ ٹوٹنے کی وجہ سے عامر کی کمر سے الگ ہو گیا تھا اس نے وہ بیگ اٹھایا۔پھر اس نے آگے بڑھ کر عامر کو اپنے کندھے پر ڈالا اور سی آئی ڈی کی کار کی جانب بڑھ گیا۔جبکہ اس دوران ٹریفک مکمل جام ہو گئی تھی اور لوگ گاڑیوں سے باہر نکل آئے تھے۔

۞۞۞

احمد منیر نے گاڑی اگلے چوک سے موڑی تو سامنے بڑی سی دس منزلہ کافرستانی ایمبیسی کی عمارت نظر آنے لگی جو سیاہ رنگ سے رنگی ہوئی تھی۔احمد منیر نے گاڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں میں داخل کی تو سب سے پہلے اس کا سامنا ایک چیک پوسٹ سے ہوا جہاں پر اس نے اپنا اسپیشل میڈیا کارڈ جیب سے نکال کر گارڈ کو دکھایا جس پر اس کی فوٹو اور دیگر اہم قوائف درج تھے۔گارڈ نے اسے چیک کرنے کے بعد اسے جانے دیا تو اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

عمارت کے عین اوپر کافرستانی جھنڈا لگا ہوا تھا جو ہوا نہ ہونے کی وجہ سے اپنے موٹے ڈنڈے سے لپٹا ہوا تھا۔کسی بھی ملک میں غیر ملکی ایمبیسی کا قیام اس وجہ سے کیا جاتا ہے تاکہ اس ملک کے دیگر ممالک سے سفارتی تعلقات قائم کئے جاسکیں۔ایمبیسی یعنی سفارت خانے کا ہیڈ کسی بھی ملک کا سفیر ہوتا ہے۔جو اپنے ملک کے شہریوں کو دوسرے ملک میں کسی بھی قسم کی تکلیف یا مشکل سے بچانے کے علاوہ دیگر اور کئی اہم سفارتی کام بھی سرانجام دیتا ہے۔ جس سے ملکوں کے درمیان تعلقات استوار ہوتے ہیں۔آج کل کی اس ماڈرن دنیا میں کوئی بھی ملک ایک دوسرے سے سفارتی تعلق قائم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔لہذا سفارت خانے کا قیام ناگزیر ہے اس سے ممالک کے درمیان دوستی و ہم آہنگی کی نئی راہیں اور نئی جہتیں کھلتی ہیں۔خیر احمد منیر اپنی کار سفارت خانے کی عمارت کے انڈر گراونڈ پارکنگ ایریا میں لے گیا اور کار پارک کر کے ٹوکن لے کر وہ گلاس ڈورز سے ہوتا ہوا سفارت خانے کی عمارت کے اندر چلا گیا۔یہ نہایت ہی جدید ترین عمارت اور بہترین انداز میں گلاس اور دیگر خوبصورت چیزوں سے سجائی گئی تھی۔سفارت خانے میں اپنی ڈیلی روٹین کا کام جاری تھا جبکہ احمد منیر سب سے بے نیاز لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔اسے لفٹ نے ففتھ فلور پر پہنچایا۔ایک طویل راہ داری اور ایک لائن میں مختلف نیم پلیٹس کے ساتھ کمروں کی ایک لمبی قطار تھی۔وہاں پر اس کی ملاقات سفارت خانے کے تھرڈ سیکٹری سے طے تھی۔ وہ اکثر یہاں پر آتا جاتا رہتا تھا اور سفارت خانے کے تھرڈ سیکریٹری سے اس سے قبل بھی اس کی بہت اہم میٹنگز ہوتی رہتی تھیں

اور اسے پاکیشیا کے خلاف ہر بڑی اسٹوری میں سفارت خانے کی طرف سے مکمل سپورٹ ہوتی تھی۔

سفارت خانے کے تھرڈ سیکریٹری سے ملاقات کے لئے اسے ویٹنگ روم میں اس کے پی۔اے کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنا پڑا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد تھرڈ سیکریٹری کے آفس کا روم کھلا اور وہاں سے چند کافرستانی باہر نکلے،تو پی۔اے نے فون پر احمد منیر کے بارے میں بتایا تو احمد منیر کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔

تھرڈ سیکریٹری کا آفس بہترین انداز میں سجا ہوا تھا۔دیواروں پر بہت خوب صورت پینٹنگز کے ساتھ چند مذہبی فوٹوز بھی لگی ہوئی تھیں جبکہ ایک جگہ تو دیوار کے ساتھ باقاعدہ ہندو عبادت کی چھوٹی سی جگہ بھی بنی ہوئی تھی۔ایک بہت بڑی سی میز کے پیچھے ایک ریوالونگ چیئر پر ادھیڑ عمر شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے منہ میں ایک سگار تھا۔اس کے علاوہ ایک شراب کی بوتل اور ایک گلاس بھی موجود تھا۔ٹیبل پر ایک چھوٹا کافرستانی فلیگ اور اس کے ساتھ ڈیجیٹل کیلنڈر بھی موجود تھا۔رسمی ہیلو ہائے کے بعد احمد منیر گویا ہوا

''میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ مجھے اپنے ذاتی ذرائع سے خبر ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس بھوکے کتوں کی طرح پرائم چینل کے پیچھے پڑ گئی ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں پرائم چینل بند ہی نہ ہو جائے۔یہ سب کچھ اس محمود شاہد کی اسٹوری کی وجہ سے ہوا ہے۔پورا سوشل میڈیا میرے خلاف ہو گیا ہے۔مجھے نامعلوم افراد کی جانب سخت دھمکیاں مل رہی ہیں۔''

''تو اب تم کیا چاہتے ہو مسٹر احمد۔۔۔۔۔؟''

''مجھے کافرستان میں سیاسی پناہ چاہیے کیونکہ میری جان کو شدید خطرہ ہے۔۔۔''

''یہ تمہارا پرابلم ہے مسٹر احمد ہمارا نہیں۔۔۔۔''

''لیکن میں نے آپ لوگوں کی اتنی خدمت کی ہے، اتنا عرصہ کام کیا ہے۔گزشتہ رات کچھ مشتعل افراد نے میرے گھر کا گھیراؤ کر کے میرے گھر کے مین گیٹ پر خوب پتھر اور ڈنڈے برسائے تھے۔وہ تو اتفاق سے میں کل رات اپنے ایک اور خفیہ پوائنٹ پر تھا جس کی وجہ سے میں محفوظ رہا ورنہ آپ جانتے ہیں مشتعل لوگوں کے بے ہنگم ہجوم کو کنٹرول کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔۔۔۔۔''

''مسٹر تم نے جو کیا، ہم نے اس پر تمہیں پے کیا۔ہم نے کوئی تمہاری ذمہ داری نہیں اٹھائی ہوئی کہ جان بھی ہم ہی بچائیں گے۔۔۔۔''

''لیکن ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ غلط ہے۔آپ نے مجھ سے بہت سے وعدے کئے تھے۔''

''کئے ہونگے مسٹر لیکن اس وقت جب تمہاری کوئی حیثیت تھی، آج تمہیں لوگ پاکیشیا کا غدار کہنا شروع ہو گئے ہیں۔۔۔تمہارا حال بھی اب علی عمران جیسا ہونے والا ہے۔ہمیں کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے جو ہم ایک ہارے ہوئے گھوڑے پر پیسے لگائیں گے؟۔۔۔''

''اس کا مطلب ہے میں نے جو تم لوگوں کی اتنی خدمت کی وہ سب فضا میں تحلیل ہوگئی۔''

''تمہارا وقت پورا ہوگیا، اب مجھے اور لوگوں سے ملاقات کرنی ہے جاؤ جا کر کسی اور

سفارتخانے سے مدد مانگو۔۔۔۔وہ رہا دروازہ اور ہاں دروازہ آہستہ سے بند کرنا کیونکہ اگر تم نے اسے غصے میں آ کر اپنی مردانگی دکھائی تو یہ احتجاجاً کرنٹ بھی لگا دیتا ہوتا ہے۔ دیٹس آل تھینک یو۔۔۔"

"مم میں تم لوگوں کو دیکھ لوں گا، تم جانتے نہیں میں پاکیشیا کا سب سے بڑا صحافی ہوں اور میری پہنچ وہاں تک ہے جہاں تک کافرستان کے جاسوس بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تم لوگ سمجھتے کیا ہو؟ اگر تھوڑا سا برا وقت آ گیا تو تم لوگ منہ موڑ لو گے اور میں تمہاری وجہ سے مزید مشکل میں پھنس جاؤں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔۔۔۔ہم بنی ہوئی عوام کے ووٹوں سے آئی حکومتیں گرا دیتے ہیں آخر تم لوگ کس کھیت کی مولی ہو۔ تم لوگوں کا پورا سفارت خانہ نہ بند کرا دیا تو میرا نام بھی احمد منیر نہیں۔ یاد رکھنا مسٹر تمہیں میں اس بڑی عمارت سے گرا کر فٹ پاتھ پر لے آؤں گا۔ تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو۔۔۔"

"آئی سیڈ گٹ آؤٹ۔۔۔اگر ایک پل بھی یہاں تم اور ٹکے تو پہلے گارڈز سے تمہاری چھترول ہو گی اس کے بعد تمہیں انڈر گراؤنڈ گٹر لائن میں پھینک دیا جائے گا۔ گندے غلیظ انسان، تمہارے اوپر ہاتھ رکھ کر ہم نے تمہیں اتنا بڑا صحافی بنایا ہے۔ آج ہماری دی ہوئی زبان ہم ہی پر چلا رہے ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے اور دوبارہ اپنی لعنتی اور منحوس شکل یہاں مت دکھانا، سمجھے۔ آج کے بعد تمہارا یہاں داخلہ بند۔۔۔۔ناؤ گٹ آؤٹ۔"

احمد منیر بری بری شکلیں بناتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ٹیبل پر موجود

ڈیجیٹل کیلنڈر اٹھا کر اسکے منہ پر دے مارے۔وہ سارا غصہ اندر ہی اندر دبائے دروازہ کھول کر پی اے کے روم سے ہوتا ہوا راہداری میں آیا اور پھر وہاں سے لفٹ کے اندر گھس گیا۔

۞۞۞

فور سٹارز اس وقت میک اَپ میں سی آئی ڈی کی کار میں موجود تھے اور اسٹیرنگ چوہان کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔انہوں نے وردی بھی سی آئی ڈی والی پہنی ہوئی تھی اور ان کا رخ ہوٹل سٹار سی ون کی جانب تھا۔ٹریفک سگنل کراس کرتے ہی چوہان نے گاڑی دائیں جانب موڑ کر ہوٹل سٹار سی ون کی سب سے بڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل کر دی۔وہاں سے گاڑی پارکنگ میں لے جا کر چوہان نے گاڑی روک دی۔تو سب لوگ اچھلتے ہوئے گاڑی سے نیچے اترے اور سیدھا ہوٹل سٹار سی ون کے آٹو میٹک گلاس ڈورز کے اندر چلے گئے۔صدیقی سب سے آگے تھا وہاں سے سیدھا وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا اور باقیوں نے اس کی پیروی کی۔ صدیقی نے جیب سے سی آئی ڈی بیج دیکھاتے ہوئے کاؤنٹر گرل سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''مس فوراً ہوٹل کے مینجر کو یہاں بلاؤ۔۔۔۔اِٹس ارجنٹ۔۔۔''

''اوہو۔۔۔یس سر۔۔۔۔۔میں ابھی کال کرتی ہوں۔۔''

یہ کہتے ہی اس نے فون کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر پریس کر لیا اور پھر دوسری جانب سے ویٹ

کرنے لگی۔

''سر وہ سی آئی ڈی یہاں آ گئی ہے۔۔۔ وہ آپ کو یہاں بلا رہے ہیں۔۔۔۔یس سر ۔۔۔رائٹ سر۔۔۔۔سر وہ آپ کو ارجنٹ بلا رہے ہیں۔۔۔۔سر۔۔۔۔اوکے سر میں کہہ دیتی ہوں۔۔۔۔آل رائٹ سر''

پھر اس نے فون رکھتے ہوئے کہا

''سر منیجر صاحب آ رہے ہیں۔۔۔۔آپ پلیز میرے ساتھ آ جائیں میں آپ کو گیسٹ روم میں بٹھاتی ہوں۔۔۔۔۔بس تھوڑی دیر اور لگے گی۔۔۔''

''نو ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم گیسٹ روم میں جا کر اپنا وقت ضائع کریں، ہم یہیں ویٹ کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اچھا مس یہ بتائیں کیا ہر فلور کا کوئی اپنا منیجر ہوتا ہے یا آپ کے ہوٹل کا صرف ایک ہی منیجر ہے۔۔۔۔''

''سر وہ ہر فلور کے سب منیجرز بھی ہوتے ہیں اور ابھی میں نے جن سے بات کی وہ یہاں کے ہیڈ منیجر ہیں۔۔۔۔''

اتنے میں سائیڈ سے لفٹ کھلی اور ایک پختہ عمر کا آدمی تھری پیس سوٹ میں صدیقی وغیرہ کے پاس آیا پھر رسمی سلام دعا کے بعد صدیقی نے کہا

''مسٹر ہیڈ منیجر صاحب ہمیں آپ کے ہوٹل کے میٹنگ رومز چیک کرنے ہیں اینڈ اِٹ اِز ارجنٹ۔۔۔۔''

''سر آپ میرے ساتھ آ جائیں۔۔۔''

اس کے بعد وہ فور سٹارز کو لئے لفٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ پھر وہاں سے وہ میٹنگ رومز والے فلور پر آئے اور پھر کچھ دیر بعد وہ سب لوگ سب منیجر کے آفس میں موجود تھے۔ آفس بہترین انداز میں سجایا ہوا تھا، سب منیجر نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا رسمی بات چیت کے بعد صدیقی گویا ہوا۔

''مسٹر ہم سی آئی ڈی سے آئے ہیں۔۔۔''

''جی فرمائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟۔۔۔''

''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان میٹنگ رومز میں خفیہ کیمرے لگے ہوئے ہیں، جن کی مدد سے میٹنگ رومز میں ہونے والی بظاہر خفیہ بزنس میٹنگز کی آپ لوگ ریکارڈنگ کر کے آپ اس ملک کے شریف بزنس مینوں کو بلیک میل کرتے ہیں۔۔۔''

''یہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب، آپ کو یقیناً کسی نے مس گائیڈ کیا ہے۔ یہاں ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اور بائے دا وے۔۔۔''

وہ ابھی بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ صدیقی کا تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ گال پکڑے پورا گھوم گیا۔ تھپڑ اتنا شدید تھا کہ اس کی انگلیوں کے نشان اس کے گالوں پر ثبت ہو گئے تھے۔

''یو ڈرٹی فول۔۔۔۔۔۔۔بکواس کرتے ہوئے۔۔۔۔۔۔جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے قانون کو اتنا اندھا سمجھ لیا ہے کہ تم جو مرضی کرتے جاؤ تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں؟ سی آئی ڈی کے

ہوتے جرم کرنا ناممکن ہے سمجھ گئے؟ چلو دکھاؤ وہ ریکارڈ روم ۔۔۔۔۔ورنہ تمہارے جسم سے ایک ایک بوٹی نوچ لوں گا میں ۔۔۔۔"

اس بار اس میں بولنے کی ہمت نہ ہوئے البتہ ہیڈ منیجر تو ایسا انکشاف سن کر ہی چونک گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سی آئی ڈی آفیسر کس قسم کا الزام لگا رہا ہے۔اس نے ڈرتے ڈرتے صدیقی سے کہا

"سس سر یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔اس قدر محنت سے ہم نے ہوٹل سٹار سی ون کو کھڑا کیا پھر لوگوں کے آگے ایک نام بنایا ہے۔ یہ ضرور ہمارے کسی مخالف نے بلیک میلنگ کا جھوٹا الزام لگایا ہے ایسا کوئی سلسلہ یہاں پر نہیں ہوتا جناب۔۔۔"

"مسٹر منیجر شاید آپ کو معلوم نہیں یہاں کیا کیا ہو رہا اور سی آئی ڈی کی ایک نہیں بہت سی آنکھیں ہوتی ہیں۔ وہ ہزار پردوں میں بھی چیزیں دیکھ لیتے ہیں، یہ سب کچھ مسٹر عباسی کے اقبال جرم کرنے والی ویڈیو اور آڈیو سے ہمیں پتا چلا ہے۔اس کو اس کے مخالف دشمنوں میں سے کسی ایک نے بہت تشدد کا نشانہ بنایا اور پھر اس کی ریکارڈنگ کر کے وہ ٹیپ اور اس کی لاش ہمارے ہیڈکوارٹر کے سامنے ڈال گئے۔ہم نے جب تحقیقات کیں تو پتہ چلا کہ وجاہت عباسی سچ میں ایک بلیک میلر ہے۔اس کے اس سفاک دشمن کا بھی کھوج لگایا جا رہا ہے لیکن ہمیں اب آپ لوگوں کا ریکارڈ روم دیکھنا ہے جس میں تمام ویڈیوز کی فوٹیجز موجود ہیں بلکہ پورا سیٹ اپ موجود ہے۔۔۔۔۔"

صدیقی کی بات کے بعد مجبوراً سب منیجر کو انہیں اپنے ساتھ لے جانا پڑا۔سب منیجر کمرے کی الماری کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے الماری کے پٹ کھول کر وہاں موجود شرابوں کا ایک پورا کیس ہٹایا تو اس کے پیچھے ایک خلا سا نظر آیا۔سب منیجر کی یہ حرکت دیکھ کر ہیڈ منیجر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ واقعی الماری کے پیچھے کوئی خلا بھی ہوسکتا ہے۔اس کے بعد وہ سارے اس خلا میں داخل ہو گئے یہ ایک کاٹھ کباڑ کی جگہ تھی۔ وہاں مختلف خالی ڈبے اور دیگر فالتو ردی پڑی ہوئی تھی۔سب منیجر نے ایک ڈبے کے پاس آ کر اس کے ساتھ دیوار کو ایک مخصوص انداز میں دبایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے نہ جانے کیسے اور کہاں سے اس کے ہاتھ میں ایک سائلنسر لگا پستول آ گیا۔اس نے گھوم اس کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

''خبردار اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو۔۔۔تو۔۔۔۔''

اس سے پہلے کہ کوئی ہوشیار ہوتا ایک فائر ہوا اور سب منیجر دھڑام سے فرش پر گر گیا۔اس نے حیرت انگیز طور پر اپنی کنپٹی پر پستول رکھ کر خودکشی کر لی تھی۔

۞۞۞

اسرائیل کے دارالحکومت یروشلم کے ایک مشہور معروف ''ڈیوڈ ہوٹل'' میں اس وقت جشن کا ساسماں تھا۔یہاں پر ملک بھر سے یہودی علی عمران کی پھانسی کا جشن منا رہے تھے۔ادھر

اسرائیل کی سب سے معروف حکومتی، وی آئی پی اور دیگر اہم شخصیات موجود تھیں۔ اسرائیلی حکومت نے علی عمران کی پھانسی کا دن یہودیوں کی عظیم فتح کے دن سے منانے کا اعلان کیا تھا اور آج اسرائیل کے صدر کا بہت اہم عبرانی زبان میں خطاب بھی سرکاری ٹی وی پر نشر ہونا تھا۔ ڈیوڈ ہوٹل کا سب سے بڑا ہال رنگ برنگی غباروں اور دیگر خوبصورت چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ ہال میں لاتعداد کرسیاں اور میزیں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے سامنے ایک بہت بڑی اسکرین پر سرکاری ٹی وی کی نشریات چل رہی تھیں۔ یہاں پر اسرائیلی سیکرٹ سروس کا نیا چیف کرنل ایرل آموس بھی موجود تھا۔ اس کے علاوہ اسرائیل کی دیگر اہم سیکرٹ ایجنسیوں کے سربراہان بھی موجود تھے۔ یہودیوں کا عمران کی پھانسی کا دن فتح سے منانے کی بنیادی وجہ سر بلیک کو برا تھا۔ جو کہ دراصل اسرائیل کا بھیجا ہوا ایک بہترین ایجنٹ تھا اور اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ایرل آموس کا دوست اور اسرائیل سیکرٹ سروس کا اعزازی ڈپٹی چیف تھا۔ جس نے تنہا ہی نہ صرف پوری پاکیشیا سکرٹ سروس کو تگنی کا ناچ نچایا تھا بلکہ علی عمران جو اب تک اسرائیل کے لئے ایک ناقابل تسخیر سمجھا جانے والا ایک بھوت تھا اور جس نے اب تک اسرائیل کو بے حساب نقصان پہنچایا تھا۔ اسے ایک کامیاب پلاننگ کی وجہ سے پھانسی ہوگئی تھی۔ سر بلیک کو برا کون تھا؟ اس کا ماضی کیا تھا؟ وہ کہاں کا رہنا والا تھا؟ اور اس نے اس قدر حیرت انگیز علوم کہاں سے سیکھے تھے؟ ان سب سوالات کے جوابات تو ابھی یہودیوں سے بھی پوشیدہ تھے۔ ان سوالات کے جوابات تو خود چیف کرنل ایرل آموس بھی نہیں جانتا تھا۔ مگر

ایک عرصہ ساتھ گزارنے کی وجہ سے دونوں کی دوستی ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے جوں ہی اسے اسرائیلی سیکرٹ سروس کے چیف کی آفر ہوئی تو اس نے ساتھ میں سربلیک کوبرا کو بھی اپنا اعزازی ڈپٹی بنالیا اور وہ اکثر مشکل کیسوں میں اس کی مدد کردیا کرتا تھا۔ وہ کسی کو جوابدہ نہیں تھا اور نہ سیکرٹ سروس کی کوئی میٹنگ اٹنڈ کرتا تھا۔ اس نے عارضی طور پر اسرائیل کے ایک مشہور و معروف ہوٹل میں رہائش رکھی ہوئی تھی اور بس اس سے زیادہ تو سربلیک کوبرا کرنل آموس کی نظروں سے اوجھل رہتا تھا اور اس کے حقیقی ٹھکانے کا اسے بھی پتہ نہیں تھا۔ اس کے حیران کن علوم سے متاثر ہوکر یہ اس کے قریب ہوگیا تھا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ سربلیک کوبرا نے اسے اپنا دوست بنایا تھا ورنہ کرنل ایرل میں اتنی ہمت کہاں کے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات بھی کر سکے۔

بہت عرصہ قبل جب کرنل ایرل فوج میں ہوتا تھا تو انٹارکٹیکا کے دشوار گزار پہاڑوں پر ایک فوجی مہم کے دوران یہ کسی وجہ سے اپنے فوجی کیمپ سے پیچھے رہ کر اکیلا ہوگیا تو ایک جگہ اچانک برفانی ریچھوں نے اس پر چاروں طرف سے حملہ سے کردیا۔ وہ کوئی تعداد میں پانچ تھے اس کے پاس اپنی ایک فوجی گن تھی۔ جس کی مدد سے وہ ایک دو ریچھوں کو تو فائر کر کے مار دیتا مگر باقی اس کی بوٹیاں نوچ کھاتے ،مگر اچانک ایک غار سے سربلیک کوبرا نکل آیا۔ اس کی ایک مخصوص سیٹی نے تمام برفانی ریچھوں کو جو شدید غصے میں دکھائی دیتے تھے ، اچانک سربلیک کوبرا کے سامنے جھکنے پر مجبور دیا اور پھر وہ وہاں سے غائب ہوگئے ۔ ۔اس رات وہ

سر بلیک کوبرا کے ساتھ غار میں گزار کر چلا گیا۔اس دن سے اب تک ان کے تعلقات کافی بہتر تھے۔سر بلیک کوبرا کی کشش نے اسے پاگل کر دیا تھا۔رفتہ رفتہ دونوں میں ملاقاتیں ہونے لگیں اور پھر یہ اچھے تعلقات ایک دوستی میں بدل گئے مگر دوستی بھی ایسی جس میں کرنل ایرل تو سر بلیک کوبرا کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا مگر سر بلیک کوبرا اس کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا۔اس نے کئی دفعہ سر بلیک کوبرا کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بارے میں بتائے مگر وہ غصہ میں آ کر اسے ڈانٹ کر خاموش کرا دیتا تھا۔وہ اسے اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ آم کھائے اور بس اس زیادہ اگر اس نے مجبور کیا تو یہ اس کی آخری ملاقات ہوگی۔آخر کرنل ایرل کو خاموش ہونا پڑا، کیونکہ وہ اس کی اکثر مدد کر دیا کرتا تھا۔جب کرنل ایرل آموس نے بطور چیف اسرائیلی سیکرٹ سروس چارج لیا تو یہاں پر اسے پہلا ٹاسک ہی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ملا تھا۔کیونکہ عمران نے اسرائیل کو بہت دفعہ نقصان پہنچایا تھا لحاظہ عمران کا کوئی نہ کوئی فوری سدباب کرنا ضروری تھا۔ورنہ اسرائیلی مفادات کو شدید خطرات لاحق تھے اور وہ اپنے خطے میں اپنے مستقبل کے پلانز پر عمل نہ کرسکتا تھا۔اس کے علاوہ دیگر اور دوسری نوعیت کے کیس بھی اس نے سر بلیک کوبرا کی مدد سے حل کئے تھے۔جب اس نے یہ بات سر بلیک کوبرا کو بتائی تو تھوڑی کوشش کہ بعد وہ یہ کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔کیونکہ جب کرنل ایرل نے کہا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اب تک مکمل ناقابل تسخیر ہیں تو سر بلیک کوبرا راضی ہو گیا۔مگر اس نے شرط رکھی کہ وہ تنہا ہی پاکیشیا جائے گا اور اسے کسی قسم کی کوئی مدد کی ضرورت نہیں۔وہاں وہ خود

پلان بنائے گا اور علی عمران کو خود ہی ٹریپ کرے گا۔اس دوران اس سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ کیا جائے۔لہذا ایسا ہی ہوا اور دو ہفتوں کے اندر ہی اسے سر بلیک کو برا کی کارکردگی کا نتیجہ نظر آ گیا تھا اور پاکیشیا کے میڈیا سے اسے عمران کی پھانسی کی خبر ملی۔جو پورے اسرائیل کے لئے سب سے بڑی خوش خبری تھی۔اب اسرائیل جب چاہتا پاکیشیا کو چٹکیاں بجاتے ہی مسل سکتا تھا۔ہال میں سب لوگ شراب پی رہے تھے اور اسرائیلی پریزیڈنٹ کے خطاب کا انتظار کر رہے تھے۔پھر تھوڑی دیر بعد اسرائیلی قومی ترانہ سرکاری ٹی وی پر نشر ہونے لگا تو سب لوگ کھڑے ہو کر بلند آواز سے اسرائیل کا قومی ترانہ پڑھنے لگے۔اسرائیل کا قومی ترانہ ہاتِکوّا یعنی اُمید کہلاتا ہے، اس قومی ترانے کے بول نفتالی ہرض لمبر ایک یہودی کی نظم جسے ۱۸۷۷ء میں لکھا گیا سے لئے گئے تھے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''جب تک یہودیوں کے دلوں میں جوش اور تڑپ زندہ ہے تب تک یہودیوں کی ہزاروں سال پرانی 'اُمید' کہیں کھو نہیں سکتی۔وہ امید جس میں ہماری زمین یعنی یروشلم کی زمین پر تمام یہودی آزادی کے ساتھ رہ سکیں۔'' قومی ترانہ نہایت جوش و جذبے کے ساتھ پڑھنے کے بعد سب لوگ اپنی کرسیاں پھر سے گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔اب اسکرین پر اسرائیلی صدر اسرائیلی پرچم کے ساتھ نظر آ رہے تھے۔رسمی ابتدائیہ کے بعد وہ کہنے لگے

''آج میں یہ بڑے فخر اور چوڑے سینے کے ساتھ اپنی قوم کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن جس کا نام علی عمران ہے اب اس دنیا میں موجود نہیں۔ہم نے نہ

صرف پاکیشیائی قوم کے سامنے اسے قومی مجرم بنا دیا بلکہ وہ ایسی سادہ قوم ہے کہ وہ اپنے ہی محسن کے تمام احسانات بھی بھول گئی اور پھر اس نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے محسن کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ مسلمانوں اور یہودیوں میں یہی بنیادی فرق ہے، ہمارے اندر چاہیے لاکھ اختلافات پیدا ہو جائیں ہم کبھی بھی یہودیوں کے قومی مسئلے پر تقسیم نہیں ہوئے ۔ جبکہ مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری ہی یہی ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو اپنی زندگی موت کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور پھر اس حد تک آ جاتے ہیں کہ اپنے ذاتی مسائل کو قومی مسائل پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر وہ تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہم لاکھ اختلافات کے باوجود اب تک تقسیم نہیں ہوئے ۔ اس لئے آج اسرائیل اور اس ملک کے یہودی پوری دنیا کی سیاست، دولت، میڈیا اور قدرتی وسائل پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف پوری دنیا کے مسلمان اتنی بڑی تعداد میں ہونے اور دنیا کی آدھی دولت اور وسائل پر قابض ہونے کے باوجود بھی انہیں ڈھنگ سے استعمال نہیں کر سکے ۔ بلکہ ان کی دولت بھی آج ہمارے کنٹرول میں ہے۔ ہم اپنے کسی محسن کو علی عمران کی طرح اپنے ہی ہاتھوں قتل نہیں کر دیتے بلکہ اپنے ہر یہودی کو اپنے سر کا تاج سمجھتے ہیں۔ پس میرے ملک کے عظیم لوگوں یاد رکھنا ہماری اس دنیا پر حکومت کرنے کا بہت بڑے پلان ہے ۔ جو صدیوں پہلے ہی ہمارے بڑے بنا کر گئے تھے ہم نے انہیں نہیں بھولنا۔ علی عمران کے بعد ایک خطرہ ختم ہوا مگر ابھی بہت سے اور مسائل باقی ہیں ۔ اس خوشی میں پڑ کر ہمیں اپنا اصلی مقصد نہیں بھولنا۔ اسرائیل نے صرف اتنا

نہیں رہنا بلکہ اس نے ابھی اور بھی پھلنا پھولنا ہے اور پوری دنیا کے لوگوں پر حکومت کرنی ہے۔ کیونکہ ہمیں ہمارے خدا نے چن لیا ہے اور ہم اپنے خدا کی وہ عظیم قوم ہیں جسے پیدا ہی پوری دنیا پر حکومت کرنے کے لئے گیا ہے۔ تو اس جشن کو منا کر پھر اسے بھول جانا اور کل سے پھر اپنے اپنے عظیم کاموں میں لگ جانا جسکے لئے خدا نے تمہیں چنا ہے۔ لانگ لِو اسرائیل ۔۔۔ مے گاڈ بلس اسرائیل ۔۔۔۔''

۞۞۞

ایک زوردار تھپٹر عامر کے منہ پر پڑا تو وہ ہڑ بڑا کر ہوش میں آ گیا۔

''مسٹر عامر جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے وہ سب کچھ سچ سچ بتا دو ورنہ تمہارے صحافی ہونے کا ذرا برابر بھی لحاظ نہیں کیا جائے گا اور تمہارے جسم سے پوری کھال ادھیڑ دی جائے گی ۔۔۔''

صفدر نے انتہائی سفاک انداز میں عامر کو گھورتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ لوگ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ سپاٹ پر اس کے ٹارچر روم میں تھے۔ صفدر کے ساتھ کیپٹن شکیل، تنویر اور کیپٹن عبداللہ بھی موجود تھے۔

''کک کک کیا جاننا چاہتے ہو تم لوگ ۔۔ تم لوگ انتہائی ظالم اور سفاک ہو۔ میں تعاون کے لئے پوری طرح تیار ہوں ۔۔ میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ میں مزید تشدد برداشت کر سکوں ۔۔۔ پوچھو ۔۔۔''

''احمد منیر کہاں ہے؟۔۔۔''

''اس کے کئی خفیہ سپاٹس ہیں ویسے ایک گھر کے بارے میں میں بھی جانتا ہوں۔اعظم کالونی کے سی بلاک کی کوٹھی نمبر پندرہ۔۔۔''

''تمہارے بیگ سے ایک لیپ ٹاپ برآمد ہوا ہے جس میں تم نے سرداور کی کوٹھی سے ملنی والی فوٹیج چینج کردی ہے کیوں کی تم نے؟ بولو۔۔۔۔۔۔''

''مجھ پر سر بلیک کوبرا اور احمد منیر صاحب کا پریشر تھا۔۔۔''

''سر بلیک کوبرا کے بارے میں کتنا جانتے ہو اور وہ اس وقت کہاں ملے گا۔۔۔''

''اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں وہ انتہائی پراسرار شخص ہے اس نے مجھے ہپناٹائز کر کے زبردستی یہ کام کروایا تھا۔۔۔''

''کیا تم جانتے ہو تم نے جس شخص کو بے گناہ پھانسی لگوائی اس جرم میں تم ایک قومی مجرم ہو۔۔۔''

''جانتا ہوں میں ایک قومی مجرم ہوں۔۔۔مگر میں بے بس تھا مجھے ہپناٹائز کر دیا گیا تھا۔میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔۔۔''

''جانتے ہو تم نے ایسا کر کے پاکیشیا سے غداری کی ہے۔۔۔جس کی سزا پھانسی ہے۔''

''میں قوم سے اپنے کئے پر معافی مانگتا ہوں کے میری ایک ایڈٹ کی ہوئی ویڈیو کی وجہ سے ایک بے گناہ کو پھانسی لگی۔۔۔''

''تو گویا تم تسلیم کرتے ہو کہ علی عمران واقعی میں بے گناہ تھا؟''

''ہاں میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ علی عمران بے قصور تھا مگر مجھے علی عمران کو پھنسانے کے لئے دس کروڑ روپے دیئے گئے اور مجھے ہپناٹائز بھی کیا گیا۔۔۔''

''جب تمہیں پیسے دیئے گئے تو ہپناٹزم کی ضرورت کیوں پیش آئی؟''

''مجھے پہلے سر بلیک کو برانے ہپناٹائز کیا، مجھ سے جو جو کہا گیا میں نے وہ کیا اور جب کام ہو گیا تو انعام کے طور پر اتنی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دی گئی۔۔۔''

''تمہارا یہ سارا بیان ریکارڈ ہو رہا جو عدالت میں پیش ہوگا۔۔۔کیا تم عدالت کے سامنے بھی اقبال جرم کرلو گے۔۔۔''

''مجھے سچ میں بہت شرمندگی ہو رہی ہے، میرے ضمیر پر سخت بوجھ ہے۔میں نے سر بلیک کو برا کا ساتھ دے کر بہت بڑی غلطی کی۔۔۔ میں عدالت میں جا کر خود کو عدالت کے حوالے کردوں گا پھر عدالت جو سزا دے گی وہی میرے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔۔۔ مجھے میرے والدین نے کمپیوٹر کی تعلیم اس لئے نہیں دلائی تھی کہ میں جا کر غیر قانونی کاموں میں پڑ جاؤں ۔۔۔ مجھے اپنے کئے پر ندامت ہے۔۔۔ جانے گھر والے کیا سوچیں گے میرے بارے میں۔۔۔کتنی بدنامی ہوگی میری وجہ سے انکی۔۔۔''

''جب ہم نے چھاپا مارا تو تم بھاگے کیوں؟''

''میں ڈر گیا تھا، مجھے میری آنکھوں کے سامنے پھانسی کا پھندا نظر آنے لگا تھا اس لئے وہاں

سے بھاگ کھڑا ہوا۔''

''کیا پرائم چینل واقعی کافرستان کے لئے کام کرتا ہے؟''

''سچ میں مجھے اس بارے کوئی معلومات نہیں ہیں۔۔۔۔۔اس بارے میں ضرور احمد منیر صاحب کو پتہ ہوگا یا پھر ہمارے چینل کے باس سیٹھ صاحب کو۔۔۔''

''اگر پرائم چینل واقعی کافرستان کے پیرول پر کام کرتا ہے تو تم نے یہ جاب چھوڑی کیوں نہیں۔۔۔''

''آپ یقیناً محمود شاہد کے پروگرام کا ریفرینس دے رہے ہیں۔۔۔میں نے بھی وہ پروگرام دیکھا تھا۔۔۔پر یقین جانیں میڈیا پر ریٹنگ کی خاطر اتنا کام ہوتا ہے کہ اس کی خاطر صحافی جانے کیا سے کیا کر دیتے ہیں۔۔۔اس پروگرام میں انہوں نے مجھ پر بھی الزام لگایا جو سچ تھا۔۔۔''

''تم اب جھوٹ بول رہے ہو اور اپنے چینل کا دفاع کر رہے ہو۔۔۔اگر تم پر لگایا ہوا الزام سچا تھا تو پھر تمہارے سیٹھ پر لگایا ہوا الزام اور احمد منیر پر لگایا گیا الزام جھوٹا کیسے ہوسکتا ہے؟؟؟''

''ہاں آپ صحیح کہتے ہیں، اگر مجھ پر لگایا ہوا الزام سچا تھا تو پھر احمد منیر صاحب پر لگایا ہوا الزام اور ثبوت بھی سچا ہوگا اور ہمارے باس پر بھی۔۔۔لیکن میں اتنا گہرا سوچتا نہیں آپ نے اس نکتے پر اب میری توجہ دلائی ہے۔۔۔یقین کریں میں جھوٹ نہیں بول رہا۔۔۔میں اس

پروگرام کو ریٹنگ کی خاطر سستی شہرت حاصل کرنے کے واسطے سمجھا تھا۔اس لئے زیادہ غور نہیں کیا۔۔۔میرا ذہن صرف کمپیوٹر پر زیادہ چلتا ہے۔باقی باتیں بہت کم ہی میرے پلے پڑتی ہیں۔۔۔۔''

''تو کوئی ایسی غیر معمولی بات سوچ کر بتاؤ کہ جس سے کوئی کلیو ملے کہ پرائم چینل واقعی میں کافرستان کے لئے کام کرتا ہے۔۔۔''

''مجھے زیادہ تو نہیں معلوم بس اتنا غور کرنے پر یاد پڑتا ہے کہ احمد منیر صاحب جب بھی کافرستان کے خلاف کوئی بھی خبر آتی تھی تو وہ کہتے تھے کہ یہ سین میں اس طرح ایڈٹ کروں کہ اس سے کافرستان کی دہشت گردی چھپ جائے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کافرستان اور پاکیشیا میں کوئی جنگ ہو۔ہم پاکیشیا کی قوم کی ذہن سازی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ کافرستان کو اپنا دشمن سمجھنا چھوڑ دیں۔میں تو سمجھا تھا کہ وہ واقعی ایک نیک کام کر رہے ہیں پر اب محسوس ہوتا ہے کہ واقعی کچھ گڑ بڑ ضرور تھی جس کا مجھے اب احساس ہوا ہے۔پاکیشیا اور کافرستان کبھی بھی دوست ملک نہیں ہو سکتے۔۔۔۔''

''ہم ابھی تمہیں احمد منیر کو کال ملا کر دیتے ہیں،تم اس سے بات کرو گے۔خبردار اسے کوئی اشارہ مت کرنا نارمل اور جنرل گفتگو کرنا۔سمجھ گئے؟''

''سر میں اب کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے پاکیشیا کو کوئی نقصان ہو۔آپ نے جو کہا ویسے ہی ہو گا۔''

اس کے بعد صفدر نے اسے اسکے نمبر سے احمد منیر کو کال ملا دی جب دوسری طرف سے کال جارہی تھی تو اس نے فون عامر کے کان سے لگا دیا۔

''ہیلو سر، میں عامر بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔''

''ہاں کیسے ہو عامر؟ اچھا کیا کہ تم نے کال کر لی میں ابھی تم سے ہی رابطہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔''

''جی سر کوئی خاص بات؟''

''کیا تم خیریت سے ہو؟ میں یہی کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک خفیہ اطلاع ملی ہے کہ محمود شاہد کے شو کے بعد حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس والے بھوکے کتوں کی طرح ہماری بو سونگتے پھر رہے ہیں۔انہوں نے ہی سی آئی ڈی کے روپ میں پرائم چینل پر ریڈ کیا تھا۔تم کہاں ہو اس وقت؟۔۔۔''

''سر میں نے آپ کو فون بھی اس لئے کیا ہے تا کہ آپ کو اپنی خیریت سے آگاہ کرسکوں۔ میں آپ کی بتائی ہوئی خفیہ کوٹھی پر آ گیا ہوں۔ میں راستے میں ہی انہیں رش میں چکما دے کر نکل آیا تھا۔۔۔''

''گڈ شو، بس کچھ عرصہ ہمیں انڈر گراؤنڈ رہنا ہے پھر ہم سامنے آجائیں گے۔ یہ بے چاری پاکیشیا کی عوام بہت جلد بھول جاتی ہوتی ہے۔ اس کی یاداشت بہت تھوڑی ہے۔ او کے بائے۔۔۔''

''گڈ شو مسٹر عامر جانتے ہو اس کال سے کیا ہوا۔۔۔''

''کیا سر؟۔۔۔''

''احمد منیر کی لوکیشن ٹریس ہو گئی ہے۔۔۔''

صفدر کی آنکھوں میں گہری چمک تھی اور پھر وہ تیز تیز قدموں سے عامر کو تنہا چھوڑ کر ٹارچر روم سے چلا گیا۔

✲✲✲

سب منیجر نے خودکشی کر لی تھی، صدیقی کا خیال تھا کہ اس نے وجاہت عباسی کے ٹاچر والا احوال سن کر تشدد سے بچنے کے لئے خود ہی خودکشی کر لی تھی۔ اس کے لئے شاید خودکشی کرنا آسان تھی مگر ٹارچر برداشت کرنا مشکل تھا۔ ہیڈ منیجر کے تعاون سے فورسٹاز نے تمام میٹنگ رومز کا وزٹ کر کے ان سے اپنی ایک کمپیوٹر ڈیوائس کی مدد سے تمام خفیہ کیمرے اور خفیہ مائیکس اتار لئے تھے۔ البتہ اس کباڑ روم کے بنانے کی ان کو کوئی منطق سمجھ نہیں آئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے اس کمرے کی تمام دیواریں اور زمین کو مخصوص انداز میں تھپتھپا کر دیکھ لیا تھا کہ مگر انہیں وہاں کوئی اور خفیہ دروازہ نہ ملا تھا۔ البتہ دیوار میں ایک خفیہ خانہ تھا جس میں پستول رکھا ہوا تھا۔ جسے مخصوص انداز میں دبانے سے وہ خانہ کھل گیا تھا اور پھر بعدازاں سب منیجر نے اسی پستول سے خودکشی کر لی تھی۔ اس کے بعد ہیڈ منیجر کے ہی تعاون سے وہ لوگ

وجاہت عباسی کے آفس پہنچے جو لاک تھا اور اس کی چابیاں بھی وجاہت عباسی کے پاس تھیں۔ مگر صدیقی کے لئے لاک کھولنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے جیب سے ماسٹر کی نکال کر اس کی مدد سے لاک کھولا اور وہ لوگ اندر چلے گئے۔ وہ ایک بہترین انداز میں سجی ہوئی آفس تھی اور بڑی سی میز کے پیچھے ایک ریوالونگ چیئر رکھی ہوئی تھی۔ پورے کمرے کی تلاشی کے دوران وہاں بھی انہیں الماری کے پیچھے خفیہ راستہ ملا۔ وہ چھوٹا سا راستہ ایک بڑے سے کنٹرول روم میں کھلا جہاں بہت سے ٹی وی اور کمپیوٹرز رکھے ہوئے تھے۔ اس سے منسلک ایک ریکارڈ روم تھا جہاں پر تمام بلیک میلنگ ویڈیوز رکھی ہوئی تھیں۔ کئی گھنٹوں کی تلاش کے بعد انہیں ماسٹر کمپیوٹر سے سر بلیک کوبرا اور احمد منیر والی ڈلیٹ ویڈیو مل گئی لیکن وہ ویڈیو خالی تھی اس میں کچھ نہیں تھا۔ کیونکہ سر بلیک کوبرا کے خوف سے وجاہت عباسی نے ریکارڈ واش کر دیا تھا۔ چوہان نے اپنے ایک بیگ سے ایک ڈی وی ڈی نکال لی۔ پھر وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر اس میں موجود لاکھوں ڈالرز کا سافٹ ویئر انسٹال کرنے لگا۔ انسٹالیشن کے بعد پھر اس نے اس کی مدد سے ڈیلیٹ شدہ ویڈیو دوبارہ ریکور کر لی۔ یہی وہ اصل ویڈیو تھی جس کی خاطر اتنی دردسری برداشت کرنی پڑی۔ تمام میٹنگ رومز انہوں نے ہیڈ منیجر کی وجہ سے سیل نہیں کئے تھے کیونکہ وہ بے قصور تھا اور اس نے اب تک ان سے مکمل تعاون کیا تھا۔ البتہ وہ تمام ریکارڈز انہوں نے وہاں سے اٹھا کر اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پھر سب منیجر کی لاش ایک تابوت میں بند کر کے اور پھر ہیڈ منیجر کو بہت ضروری ہدایات دے کر فورسٹار وہاں سے چلے گئے۔

پا کیشیا پورٹ پر اس وقت ایک بہت بڑا بحری جہاز روانگی کے لیے تیار تھا۔اس میں مختلف تجارتی سامان کے علاوہ انسان بھی سفر کرتے تھے۔اس بحری جہاز میں خفیہ طور پر غیر قانونی چیزیں بھی سمگل ہو کر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جاتی تھیں۔اسمگلنگ ہونے والی چیزوں میں اکثر نادر اور مہنگی ترین شراب،غیر قانونی تیل ، جدید ترین اسلحہ، کوکین، ہیروئین، ہر قسم کی منشیات اور انسانی اسمگلنگ بھی شامل تھی۔بحری جہاز آج بھی قدیم وقتوں کی طرح اسمگلرز کے لئے اسمگلنگ کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اسمگلنگ کے پرانے طریقے ہوتے تھے اور انسانوں نے کم ترقی کی تھی مگر اب جیسے جیسے انسان ترقی کر رہے ہیں۔ بالکل ویسے ہی اسمگلنگ کے بھی دائرہ کار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔اسمگلروں نے بھی نیوی،فوج اور پولیس سب کو ملا کر دھوکہ دینے کے ایسے ایسے طریقے دریافت کر لئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اس بحری جہاز کا روٹ ایکریمیا سے شروع ہو کر آسٹریلیا تک تھا اور پھر وہاں سے واپسی۔ راستے میں جس جس بڑے ملک کی بندرگاہیں بنی ہوئی تھیں وہاں یہ رکتا تھا کچھ سامان کارگو ہوتا کچھ اتار لیا جاتا اور یوں بحری جہاز کی زندگی کی گاڑی رواں دواں تھی۔راستے میں کئی بار صومالیہ سے گزرتے ہوئے وہاں کے بحری جہاز کو لوٹ لیتے تھے یا پھر اس میں موجود عام مسافروں کو یرغمال بنا لیتے تھے۔ان بحری قزاقوں سے جہاز کو بچانے کے لئے ایکریمیا کا ایک بحری بیڑا ہمیشہ پاس ہی سمندر میں موجود رہتا تھا۔جو قریب کے ایک جزیرے سے اپنی

نیوی طلب کر کے بڑی مشکلوں سے یہ بحری جہاز چھڑاتے تھے۔ کیونکہ صومالیہ کے قزاق بحری جہاز کے عملے اور دیگر مسافروں کو دشوار گزار جنگلوں اور چٹانوں میں لے جا کر انہیں چھپا کر یرغمال بنا لیتے تھے۔ پھر اس بحری جہاز کا سارا تجارتی سامان لوٹ لیتے تھے جو اربوں ڈالرز کا ہوتا تھا۔ بلا آخر بحری جہاز کا روٹ ہی چینج کرنا پڑا تب جا کر جان چھوٹی۔ بحری قزاق نہ صرف بحری جہاز لوٹ لیتے تھے بلکہ جن لوگوں کو یرغمال بنایا ہوتا تھا ان کے بدلے ایکریمین نیوی سے بہت سا تاوان بھی مانگ لیتے تھے۔

اس وقت بحری جہاز کے عرشے کی ریلنگ کے اوپر ہاتھ رکھے کافرستان کا بدنام زمانہ جاسوس شنکر داس گپتا بھی میک اپ میں موجود تھا۔ رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا، کچھ دیر بعد جہاز میں چلنے کا اعلان ہوا اور کوئی پندرہ منٹ میں جہاز چل پڑا۔ اس جہاز کی اگلی منزل کافرستان پورٹ تھی، شنکر نے جیب سے مہنگا سگریٹ نکالا اور پھر اسے لائٹر سے جلا کر سگریٹ کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ اس کی اس جہاز میں موجودگی کسی بہت ہی اہم کام کے ہونے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ جہاز کے عملے سے اس کی خاصی جان پہچان تھی جو اسے اکثر غیر قانونی طور پر پاکیشیا لانے اور پھر لے جانے کا کام کرتے تھے اور پاکیشیا کی پولیس اور نیوی کو اس کی ذرا برابر بھی بھنک نہیں پڑتی تھی۔ ہر چکر میں وہ کسی نہ کسی اہم مشن پر آیا ہوتا تھا اور ہر بار ایک نئے میک اَپ میں ہوتا تھا۔ اس بار اس نے تھائی لینڈ کے ایک بزنس مین کا روپ دھارا ہوا تھا۔ جو پاکیشیا میں اپنی ایک بزنس ڈیل ہونے کے بعد واپس تھائی لینڈ جا رہا تھا۔ مگر

حقیقتاً اسے تھائی لینڈ نہیں کافرستان جانا تھا۔کئی دفعہ نیوی کی سختی کے باعث اسے اپنا روٹ لمبا کرتے ہوئے کافرستان کراس کر کے آگے کسی اور ملک کے پورٹ پر اتر جاتا تھا۔بعدازاں وہاں سے کسی اور متبادل طریقے سے واپس ایک نئے میک اپ میں کافرستان آجاتا تھا۔جہاز کی رفتار کافی سست تھی اور اسے اب بھوک کافی شدید سے محسوس ہورہی تھی۔وہ سگریٹ ختم کرکے اسے اپنے پاؤں سے کچلنے کے بعد زینے سے اترتے ہوئے نیچے ایک طویل راہداری میں آگیا۔جہاں پر دائیں بائیں لاتعداد کمرے تھے۔وہ سیدھا ڈائننگ ہال میں چلا گیا جہاں مدہم روشنی میں بہت سے لوگ رات کا کھانا کھانے اور مہنگی شراب سے شغل کرنے مصروف تھے۔وہاں ہلکی ہلکی موسیقی دل کو بھلی لگ رہی تھی،وہ ایک خالی ٹیبل کی جانب بڑھ گیا۔ہال میں غیر ملکی مردوعورتوں کی کافی تعداد موجود تھی۔جس میں کچھ لوگ محض سیر وتفریح کی غرض سے پوری دنیا کا چکر لگانے کے لئے بحری جہاز کا سفر کررہے تھے۔کچھ سمگلرز تھے اور بہت سے بزنس مین تھے جو اپنے کارگو کے ساتھ سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جارہے تھے۔شنکر ایک ٹیبل پر بیٹھ کر ادھر ادھر سب لوگوں کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے گھور رہا تھا۔ شاید وہ کسی جان پہچان والے بندے کو تلاش رہا تھا یا پھر اپنے ماحول سے ہوشیار ہورہا تھا۔ ویٹر کے آنے پر اس نے سینڈوچز کے ساتھ ایک بلیک ہارس کا بھی آرڈر دیا۔جو اسے زیادہ انتظار کروائے بغیر سرو کردیا گیا۔ماحول میں کسی خطرے کو نہ پاکر وہ سب سے بے نیاز اپنے پیٹ کی آگ کو بجھانے لگا۔اسے کھاتے ہوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک اجنبی اس

کے ٹیبل پر آیا اور اسے ایک کاغذ پر تحریر دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''مسٹر کیا آپ بتا سکتے ہیں مسٹر ٹام کہاں ہونگے۔۔۔۔''

''جی ضرور کیوں نہیں؟ آپ یہاں سے سیدھا راہداری میں جائیں پھر وہاں بالکل آخری روم لفٹ سائیڈ پر آپ کو خود ہی مل جائے گا۔۔''

''شکریہ آپ کا بہت بہت۔۔''

یہ کہتے ہی تیزی سے اس نے پرچی اپنی جیب میں ڈالی اور ڈائننگ ہال چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔کاغذ پر تحریر تھی 'آج رات سوا بارہ بجے۔۔' جو کہ دراصل کوڈ تھا باقی سب کچھ ایک دکھاوا اور کچھ نہیں۔کھانا کھانے اور ایک دوہ گلاس پینے کے بعد اس نے پیمنٹ کی اور اس کے بعد شکر وہاں سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔راہداری میں آنے کے بعد اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا جو یہاں کی انتظامیہ نے اسے ایک سو پندرہ الاٹ کیا تھا۔اس نے کی ہول میں چابی ڈال کر دروازے کا لاک کھولا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔کمرے میں اندھیرہ تھا اس نے دروازہ بند کر کے جیب سے جوں ہی لائٹر نکالا تو ایک گھونسہ اس کے منہ پہ لگا اور وہ اونہہ کی آواز کے ساتھ پلٹ گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور بھرپور گھونسہ اس کے پیٹ میں پڑا اور وہ دہرا ہو گیا۔نہ جانے وہ کون تھا جس نے اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر اس پر حملہ کر دیا تھا۔

✡✡✡

احمد منیر نے اپنا فون کھولا،اس کی بیٹری الگ کر کے اس میں سے سم نکالی اور پھر اسے کوڑے

کے ڈرم میں ڈال دیا۔اس کے بعد اس نے فون دنوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑا اور پھر اسے درمیان سے توڑ کر ڈرم میں ڈال دیا۔وہ اس وقت ائیر پورٹ کی پارکنگ میں کھڑا عامر سے بات کر کے تسلی کرنے کے بعد یہ سب کچھ کر رہا تھا۔پھر وہ اپنے سیاہ بیگ کندھے پہ ڈالے چلتا ہوا ائیر پورٹ کی جدید ترین عمارت کے گلاس ڈورز کے اندر داخل ہو گیا۔یہاں رنگا رنگ برینڈز کے اشتہارات کے لوگوز لگے ہوئے تھے اور سب سے اوپر ایک الیکٹرک بورڈ جو ایک خوب صورت نیلی روشنی سے سجا ہوا تھا۔اس کے اوپر جہازوں کی آمد و رفت کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہوا تھا۔اس کے نیچے اسی نیلی روشنی سے پورے ائیر پورٹ کی عمارت کا نقشہ بنا ہوا تھا۔احمد منیر الیکٹرک زینے کی مدد سے فرسٹ فلور میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے مختلف برینڈز کی شاپنگ مارکیٹ کی ایک لمبی قطار کے بعد وہ ائیر پورٹ کے اگلے حصے میں داخل ہو گیا تھا۔کوئی ایک گھنٹے میں وہ بورڈنگ کے عمل سے فارغ ہوا تو اسے تھائی لینڈ کا بورڈنگ پاس مل گیا اسکے بعد اسکیورٹی کلیرنس ہوئی تو وہ پسنجرز ویٹنگ ائیریا میں تھوڑا ویٹ کرنے لگا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد وہ جہاز کے اندر تھا مگر فلائٹ اپنے مقرر وقت پر روانہ نہ ہوسکی۔وہ اپنی فرسٹ کلاس سیٹ پہ بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔انتظار، انتظار اور پھر مزید پچیس منٹ کا انتظار۔اتنے میں چند غیر مانوس چہرے مانوس قسم کے کپڑوں میں اندر داخل ہوئے۔جن کو دیکھ کر احمد مینر کی حالت پتلی ہوگئی، وہ واش روم جانے کے لئے اپنی سیٹ سے اٹھا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے اسے گھمایا اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر

پڑا۔ یہ تھپڑ صفدر کے بھاری ہاتھ کا تھا جو اس کے گال کو لال کرتے ہوئے اپنی شدت کا نشان چھوڑ گیا۔

''ہاں تو مسٹر منیر سی آئی ڈی والے کون ہیں؟۔۔۔۔کیا بولا تھا کتے ہے ناں۔؟''

صفدر نے اسے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا تو اس کے ساتھ ہی کیپٹن شکیل نے اس کے ہاتھ پیچھے لے جا کر ہتھکڑیوں سے جکڑ لئے۔

''میں میں تم لوگوں کو دیکھ لوں گا۔۔۔تم جانتے نہیں کے تم کس سے پنگا لے رہے ہو۔ آئی ایم نمبر ون جرنلسٹ آف پاکیشیا۔۔''

ابھی وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کیپٹن عبداللہ نے جیب سے ٹیپ نکال کر اس کا تھوڑا حصہ اپنے دانتوں سے کاٹ کر اس کے ہونٹوں پر چپکا دیا۔

''جی جی مسٹر احمد منیر یو ور۔۔تم تھے بڑے جرنلسٹ۔۔لیکن اب نہیں۔۔۔ایک بلیک میلر اور کافرستان کے پیرول پر صحافی کبھی بھی پاکیشیا میں عزت نہیں پا سکتا۔ یو آر اے ٹریٹر مسٹر احمد منیر، تم ایک غدار ہو اور غدار کبھی بھی صحافی نہیں ہو سکتا وہ صرف ایک غدار ہوتا ہے۔تم پاکیشیا کے اتنے اچھے صحافیوں کے منہ پر کالک ہو۔ ایک سیاہ ترین دھبہ۔۔۔۔کیا کہہ رہے تھے مسٹر تم؟ سی آئی ڈی والے کتے ہیں۔۔۔۔پلیز ذرا پٹا نکالیں۔۔''

صفدر احمد منیر سے کاٹ دار لہجے میں بات کرتے کرتے اچانک اپنا رخ کیپٹن عبداللہ کی طرف پھیر کر اسے کسی پٹے کا کہا۔ تو کیپٹن عبداللہ نے اپنی جیب سے ایک کتے کا پٹا نکال کر اس کے

گلے میں ڈال کر اسے بند کر دیا جو اسے فٹ ہو گیا۔ پھر اس نے ایک اور جیب سے زنجیر نکال کر اسے پٹے کے ساتھ جوڑا اور زنجیر کا سرا صفدر کو تھما دیا۔ سب لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ اٹھ کر پہلے یہ منظر حیرت سے دیکھتے رہے پھر باقاعدہ کھڑے ہو کر شیم شیم کرنے لگے۔

''کتے تم ہو مسٹر احمد سی آئی ڈی نہیں۔ شیم آن یو۔ ڈرٹی ڈاگ۔''

یہ کہتے ہی صفدر اسے ایک جھٹکے کے ساتھ آگے لے جانے لگا۔ احمد منیر کی حالت غیر ہو رہی تھی زندگی میں پہلی بار اسے اتنی خفت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور وہ بھی سب کے سامنے۔ پہلے تو لوگ اسے پہچان نہیں رہے تھے مگر بعد میں جب انہیں تمام صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے بھی شیم شیم کہنا شروع کر دیا۔ صفدر اسے لئے جا رہا تھا تو ایک آدمی نے جذباتی انداز میں آگے بڑھ اس کے منہ پر تھوک دیا۔ کسی نے اپنے گلاس سے پانی نکال کر اس کے منہ پر پھینک دیا۔ ایک موٹی عورت جو چائے پی رہی تھی اس نے اٹھ کر نہایت غصے سے اس کے کپڑوں پر پوری چائے پھینک دی۔۔۔

''ٹم کو شرم آنا چاہے، چیکس لیٹا ہے۔ ہم کو الو سمجھٹا ہے۔۔۔''

ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اپنے جوتے اٹھا کر اسے دے مارے جو غلط نشانے کی وجہ سے دونوں ہی چوک گئے اور اس کے پاس سے ہوتے ہوئے دور جا گرے۔ وہ صحافی جو کل تک جس کی چاہے پگڑی اچھال لیتا، جس کو چاہے بلیک میل کر کے میڈیا پر ذلیل کر لیتا۔ وہ شخص جو عوامی ووٹوں سے آئی حکومتیں گرا کر اپنی من پسند کی حکومتیں لے آتا تھا، آج عوام کی عدالت

میں اس کی حیثیت ایک کتے جیسی تھی۔ بلکہ شاید کتوں کی عزت اس سے زیادہ تھی۔ جو کل تک پاکیشیا کا سب بڑا صحافی تھا لوگ اسکی بات حرف آخر جانتے تھے وہ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن تھا آج پاکیشیا کی عوام نے اسے عرش سے اٹھا کر فرش پر گرادیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند جذباتی نوجوانوں نے وہاں سی آئی ڈی کے حق میں اور احمد منیر کے خلاف نعرے بازی شروع کردی۔

''سی آئی ڈی ۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔۔۔۔سی آئی ڈی ۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔سی آئی ڈی آف پاکیشیا۔۔۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔۔چیتے ہیں بھائی۔۔۔شیر دے پتر نے۔۔۔۔احمد منیر کتا۔۔۔احمد منیر کتا۔۔۔احمد منیر کتا۔۔۔۔۔سی آئی ڈی۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔سی آئی ڈی۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔۔سی آئی ڈی۔۔۔۔زندہ باد۔۔۔۔احمد منیر کتا۔۔۔''

صفدر کسی بھی ہنگامی حالات کے پیش نظر تیز تیز چلتا ہوا طیارے سے جلد از جلد اتر جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ماحول بہت گرم ہو گیا تھا لوگ اس قدر مشتعل تھے کہ کوئی بھی غیر متوقہ صورت حال پیدا ہو سکتی تھی، جو وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ جہاز سے نیچے اترے تو میڈیا نے انہیں چاروں سے گھیر لیا۔ کیپٹن شکیل اور کیپٹن عبداللہ نے احمد منیر کے سر پر سیاہ کپڑا ڈال دیا اور پھر اسے تیزی سے ائیر پورٹ کے اسپیشل وے سے نکالتے چلے گئے جو بغیر پبلک میں آئے سی آئی ڈی کی کار تک انہیں پہنچا دیتا۔ جب کہ صفدر میڈیا سے گفتگو کرنے کے لئے رک گیا۔

''سر آپ نے احمد منیر کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے۔۔''

''پاکیشیا سے غداری اور پاکیشیا کے لوگوں کو بلیک میل کرنے کے جرم میں۔۔۔''

''سر لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک پاکیشیائی صحافی اپنے ہی ملک سے غداری کر لے۔۔۔''

''بالکل ہوسکتا ہے۔۔۔اس کے تمام ثبوت ہم نے اکھٹے کر لئے ہیں۔ کافرستانی سفارت خانے میں جا کر اس کی خفیہ ملاقات کی آڈیو ہم نے اچانک ٹریک کر کے جب ہم نے باقاعدہ اس کی ریکی کی تو ہمارے پاس ایک نہیں درجنوں ثبوت ہاتھ لگے۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احمد منیر ایک غدار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلیک میلر بھی ہے۔۔۔''

''سر لیکن اس قدر توہین؟ آپ نے اسے کتا بنا کر تمام صحافیوں کی تذلیل کی ہے۔۔۔''

''ہم نے کسی صحافی کی تذلیل نہیں کی۔ بلکہ ہم صحافت جیسے عظیم شعبے کی دل سے عزت کرتے ہیں۔آپ سب ہمارے لیے بہت محترم ہیں، پلیز آپ اسے پرسنل اِشو نہ بنائیں۔ جو شخص پاکیشیا کے اداروں کی عزت نہیں کرتا اور اپنے وطن کے ساتھ غداری کرتا ہے اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ہم اسے جلد ہی عدالت میں پیش کریں اور پھر جو عدالت فیصلہ دے گی ہم اس کا احترام کریں گے۔۔۔''

''سر یہ کیس تو کیپٹن فیاض کے ہاتھ میں تھے پھر وہاں سے سی آئی ڈی کے پاس کیسے آیا؟۔۔۔''

''اس کیس کو باقاعدہ حکومت نے سینٹرل انٹیلی جنس بیورو سے لیکر ہمیں ٹرانسفر کر دیا ہے اب ہم

اس کی تحقیقات کر رہے ہیں۔۔۔۔"

"سر یہ کیس تو علی عمران کی پھانسی کے بعد کلوز ہو گیا تھا، جس میں میڈیا نے کافی اہم رول پلے کیا تھا کیا اب آپ اسے میڈیا کے ساتھ نتھی کر کے دوبارہ شروع کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہم نے کسی کے ساتھ میڈیا کو نتھی نہیں کیا، پلیز میں آپ کو پھر کہہ رہا ہوں یہ میڈیا کے خلاف نہیں بلکہ میڈیا میں موجود کالی بھیڑوں کے خلاف ہے۔ ابھی علی عمران کا کیس کلوز نہیں ہوا، تاحال اوپن ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے یہ صرف علی عمران کی ذات تک محدود تھا اب اس کا دائرہ کار وسیع ہو گیا ہے۔کسی کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ پاکیشیا کی سادہ لوح عوام کو دھوکا دے کر ان کی رائے بدلے۔۔۔۔۔تھینک یو دیٹس آل۔۔۔"

یہ کہتے ہی صفدر نے جیب سے سیاہ چشمہ نکل کر اپنے چہرے پر سجایا اور وہاں سے چلا گیا۔

۞۞۞

جولیا نے تو اپنی رپورٹ اور ڈی وی ڈی مرتب کر کے ایکسٹو کو عمران کی پھانسی سے قبل ہی بھجوا دی تھی۔مگر بلیک زیرو نے ایک خاص مصلحت کے تحت اسے روک لیا اور اسے صدر صاحب تک بھی شیئر نہیں کیا تھا۔جولیا، صالحہ اور مہوش نے کمال رپورٹ مرتب کی تھی، اس میں سینٹرل انٹیلی جنس بیورو کی تفتیشی رپورٹ کو یکسر رد کر کے ایک نئی اور زبردست رپورٹ مرتب کی تھی۔ جس میں کیس کے نئے پہلو کھل کر سامنے آئے تھے، جولیا نے کیپٹن فیاض کی بھونڈی رپورٹ

کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ بلیک زیرو اس کی رپورٹ سے خاصہ خوش اور مطمئن تھا، کیونکہ یہی رپورٹ تھی جو وہ چاہتا تھا۔ مگر سیکرٹ سروس خود پریس کانفرنس کر کے میڈیا کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی۔ حالانکہ دنیا بھر کی ماڈرن سیکرٹ سروسز میڈیا پر باقاعدہ آتی تھیں اور اپنی کارکردگی سے لوگوں کو اور میڈیا کو آگاہ کرتی تھیں۔ مگر یہ عمران کا فیصلہ تھا جو اب حیات نہیں تھا۔ چونکہ پاکیشیا نے ابھی تک ترقی نہیں کی کہ وہ کھل کر میڈیا پر آ سکے۔ یہاں دیگر ادارے کمزور تھے ایک سیکرٹ سروس کا ادارہ اتنا اسٹرانگ تھا کہ اسے میڈیا کے سامنے لا کر اس پر سوالات کھڑے نہیں کئے جا سکتے تھے۔ اس لئے مصلحت کے تحت اس نے عمران کی پھانسی کا انتظار کیا۔ پھر اس کے بعد اب صفدر اور فور سٹار کی کارکردگی کے بعد ان کی طرف سے جو رپورٹس اور ثبوت ملے تھے وہ سب ایک فائل اور ایک ڈی وی ڈی میں شفٹ کر کے اس نے ایک نیا طریقہ نکالا تھا۔ اس نے ان تمام ثبوتوں کی کاپی محمود شاہد کو بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا کر محمود شاہد کا پرسنل نمبر ڈائل کیا اور کال ملتے ہی اس نے کہا

''ایکسٹو۔۔۔۔''

''یہ سر۔۔۔۔''

''تمہارے پرائم چینل کے خلاف شو نے واقعی مجھے متاثر کیا ہے۔ ویل ڈن اس لئے میں تمہیں عمران کے کیس کی مکمل رپورٹ ثبوتوں کے ساتھ دینا چاہ رہا ہوں۔۔۔''

''سر میں سچ کی تلاش میں ہوں۔ اگر وہ تمام ثبوت دل کو لگے تو میں ضمیر کی آواز پر شو کر دوں گا۔

میں نے کبھی کسی کا پریشر برداشت نہیں کیا۔ اگر میرے رب نے چاہا تو سرداور کے حقیقی قاتل ضرور سامنے آئیں گے۔"

"انشااللہ گڈ بائے۔۔۔"

✡✡✡

وہ جو کوئی بھی تھا شنکر سے زیادہ چالاک اور عیار نہیں تھا۔ شنکر جو اس وقت دہری حالت میں تھا اس نے اپنی چھٹی حس کا استعمال کرتے ہوئے۔ اس پراسرار شخص کے ہاتھوں کی حرکت کو اس کے حساس کانوں نے محسوس کیا۔ وہ جوں ہی اپنے ہاتھ سے دوبارہ اس پر حملہ آور ہوا شنکر نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اس مروڑ کر گھمایا اور پھر نہایت پھرتی سے اس کے بوٹوں پر اپنی ٹانگ چلائی تو اس کا بیلنس خراب ہوا اور وہ دھڑام سے منہ کے بل نیچے آ رہا۔ شنکر پھرتی سے اس کے اوپر آ گیا اور اس نے اس کی گردن پر گھٹنا رکھ کر اس کا سانس روک لیا۔ وہ بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔ پھر شنکر نے اپنا لائٹر اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے ڈھونڈ لیا جو فائٹ کے دوران اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے لائٹر جلا کر اس کی شکل اس میں دیکھی تو وہ اسے نہ پہچان سکا۔

"کون ہو تم جلدی بتاؤ ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بب بتاہوں۔۔۔ بب بتاہوں۔۔۔ پلیز میری جان نکل جائے گی مجھے نکالو۔۔۔"

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے روم میں داخل ہونے کی۔۔۔جلدی بولو ورنہ میں زور بڑھاتا جاؤں گا اور تمہاری حالت اور خراب ہوتی جائے گی۔۔۔''

''مم مجھے وکرم نے بھیجا ہے۔۔۔۔وہ چیک کرنا چاہتا تھا کہ تم جہاز پر کیا لے جارہے ہو۔۔۔۔''

وکرم کافرستان کی ایک پاورفل ایجنسی وکرم گروپ کا چیف تھا۔اس کا کام بھی جاسوسی وغیرہ کرنا تھا اور جاسوسی کر کے سرکار کو رپورٹ فراہم کرنا تھا۔یہ چونکہ شنکر کا مخالف گروپ تھا لہذا دونوں کی آپس میں خوب ٹسل چل رہی تھی۔ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی خاطر ان کے درمیان اکثر مقابلہ رہتا تھا۔

''اس وقت اور کون ہے تمہارے ساتھ۔۔۔''

''کک کک کوئی نہیں۔۔۔صرف میں۔۔۔''

''اوکے ڈن۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی شنکر نے اس کی گردن سے اپنا گھٹنا ہٹا کر اسے دونوں ہاتھوں میں تھام کر ایک جھٹکے کے ساتھ گردن توڑ دی۔پھر اس نے آگے بڑھ کر کمرے کی لائٹ روشن کر دی۔کمرا بہترین انداز میں سجا ہوا تھا۔اس نے سب سے پہلے بستر کی چادر اوپر اٹھا کر اس کے اندر وکرم کے آدمی کو گھسیٹ کر کر اندر کر لیا اور پھر چادر گرا دی تو وہ چھپ گیا۔رات بارہ بجے وہ کمرے سے نکل کر عرشے پہ جا کر پورا ماحول دیکھ آیا۔پھر وکرم کے آدمی کو اپنے کمرے سے

گھسیٹ کراس نے اسے اپنی کمر پر لادا اور عرشے پہ لا کر اسے سمندر کی موجوں کے حوالے کر دیا۔ پھر وہ واپس اپنے کمرے میں آیا تو بارہ بج کر پانچ منٹ ہو گئے تھے۔ اس نے دس منٹ انتظار کے بعد اپنے بیگ سے سیٹلائیٹ فون نکال کر اس پر کوئی نمبر پریس کرنے لگا۔ کال ملتے ہی وہ گویا ہوا

''یس ڈی ون۔۔۔۔۔۔''

''ڈی ٹو ہیر۔۔۔''

''رات بہت کالی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''۔۔۔اور آسمان پر بادل نکلے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔''

''ایس۔بی۔سی کہاں ہے؟۔۔۔''

''ہی از آل رائٹ۔۔۔۔۔''

''اینی پرابلم۔۔۔۔۔۔۔''

''پرابلم پہلے ہی حل ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''گڈ بائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

بات ساری کوڈ ورڈز میں ہوئی تھی۔ کال ختم ہوتے ہی شنکر نے فون بند کر کے واپس بیگ میں رکھ دیا اور پھر بیگ کے خفیہ خانے سے ایک مڑی ہوئی ننگی وائر نکالی اور پھر اپنے کمرے کو لاک کر کے وہ دوبارہ راہداری میں آ گیا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ زینے چڑھتا ہوا

دوبارہ عرشے پر آ گیا اور پھر وہاں سے دبے قدموں ایک اور روم کے دروازے کے سامنے آ گیا۔ جہاں پر جہاز کا سامان رکھا جاتا تھا۔ دروازے کے لاک میں اس نے وہی ننگی وائر ڈالی اور پھر اس کو دو تین بار مخصوص انداز میں گھماتے ہی اس نے وہ لاک کھول دیا۔ اندر آ کر اس نے جیب سے پینسل ٹارچ نکالی اور پھر اسے جلا کر دبے قدموں ایک تابوت کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں اور بھی دیگر سامان موجود تھا۔ مگر باقی سب کی پرواہ کئے بغیر وہ تابوت کے پاس آیا اس کے لاک میں بھی اس نے دو تین بار وہی وائر گھسائی تو کٹک کی آواز کے ساتھ تالا کھل گیا۔ اس نے تالا اتار کر جوں ہی تابوت کا کور ہٹایا تو اندر سر بلیک کوبرا کا جسم دیکھ کر شنکر کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ آ گئی۔

سر بلیک کوبرا اور بلیک زیرو کی فائٹ اس نے دیکھی تھی اور جب بلیک زیرو نے اس کی کمر کے مہرے ہلائے تو وہ رنگ میں پڑا تڑپ رہا تھا۔ اسی وقت کیپٹن فیاض نے چھاپا مار کر فائٹ کلب میں پکڑ دھکڑ شروع کر دی تھی۔ شنکر رنگ کے پاس ہی بیٹھا ساری فائٹ دیکھ رہا تھا۔ کیپٹن فیاض کے اعلان کے ساتھ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ جس کا فائدہ اٹھا کر شنکر رنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے سر بلیک کوبرا کو رنگ سے نیچے اتارا اور پھر اسے اپنے ساتھ ہی رنگ کے اندر لے گیا۔ رنگ کے اندر ایک جگہ میڈیکل کا ایک بڑا باکس پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہاں سے اسے ہٹایا تو اندر زینے جاتے ہوئے نظر آئے اس نے سر بلیک کوبرا کو اپنے کندھے پر لادا اور پھر زینے اترتا ہوا نیچے آیا تو ایک ٹنل جاتی ہوئی نظر آئی۔ پھر اس ٹنل سے ہوتا ہوا وہ

ایک دفعہ پھر اوپر جاتی ہوئی سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ اوپر لکڑی کا تختہ ہٹایا تو وہ ایک اندھیری گلی میں کھلا۔ پھر شنکر سر بلیک کوبرا کو کندھے پر ڈالے پاس کے ایک مکان میں لے گیا جہاں اس نے اسے ایک بستر پر لٹا کر اس کی کمر کے مہرے مخالف سمت میں کھینچ کر شدید نوعیت کے جھٹکے دیئے تو سر بلیک کوبرا کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر اس نے میڈیکل باکس سے ایک بے ہوشی کا انجکشن نکال کر اسے لگا دیا۔ یہ اس کا اپنا ہی ایک خفیہ مکان تھا۔ فائٹ کلب میں وہ اکثر آتا جاتا رہتا تھا اس لئے اسے وہاں کے اکثر چور راستوں کا پتہ تھا۔ کلب کے اصولوں کے مطابق مخالف کا خون نکال کر مارنا ضروری تھا اور فائٹ میں کسی ایک کا مرنا لازمی تھا۔ مگر سر بلیک کوبرا اب بھی زندہ تھا اس اعتبار سے ابھی تک وہ ہارا نہیں تھا۔ سو وہ اب بھی ناقابل شکست تھا۔ لیکن وہ بھی انسان تھا اور گیم میں اونچ نیچ تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ شنکر تابوت کھولے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے سر بلیک کوبرا کے تابوت کا کور بند کر کے پھر سے لاک لگا دیا۔ اب آگے اس کی منزل کا فرستان تھی، دنیا کا خطرناک ترین انسان اب اس کے ہاتھ میں تھا جسے طویل ترین بے ہوشی کا انجکشن لگا ہوا تھا۔

محمود شاہد کا آج دھماکے دار شو ہونے والا تھا جس کا عنوان 'آج ہم سب مجرم ہیں' تھا۔ محمود شاہد چینل کے دفتر آ کر ضروری تیاری کرنے کے بعد ایکسپوزڈ کے اسٹوڈیو میں داخل ہوا اور پھر کوئی پندرہ منٹ میں ابتدائیہ کے بعد اس نے کہا۔۔

''آج میں مجرم ہوں آپ مجرم ہیں، اس ملک کا ہر شہر مجرم ہے۔ اس ملک کے صدر، اس ملک

کی عدلیہ غرض ہم سب کو پھانسی پر جھول جانا چاہیے، جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ آج جو میں آپ کو دکھانے والا ہوں ۔اسے دیکھ کر آپ دوبارہ اپنا چہرہ آئینے میں نہیں دیکھ پائیں گے۔جی آج مجھے توہین عدالت لگتی ہے تو لگ جائے۔ میں نے بغاوت کا جو علم اٹھایا ہے اسے اپنے منطقی انجام تک پہنچاؤں گا۔ چاہے میرا پروگرام بین ہو جائے۔ چاہے مجھے پھانسی ہو جائے۔ میں سچ بولنے سے باز نہیں آؤں گا۔۔ مجھے ہے حکم اذاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ۔۔۔۔جانتے ہیں ہم نے دو دن قبل ہی ایک آدمی کو پھانسی پر چڑھا دیا۔۔؟ وہ کون تھا؟نہیں وہ علی عمران نہیں وہ اسرائیل کی موت تھا، کافرستان کی راتوں کا سکون چھین لینے والا ایک عظیم مجاہد تھا۔جس نے فلسطین جا کر مسلمان عورتوں کی ، ہماری ماؤں بیٹیوں کی عزت خود بچائی ہے۔وہ جس کے خوف سے اسرائیل کی پوری حکومت کانپ جاتی تھی۔وہ جس نے ہیون ویلی کی تحریک آزادی میں خود جا کر حصہ۔ہم نے پوری قوم نے مل کر اسے پھانسی پر ٹانگ دیا۔وہ جس کی وجہ سے دشمنوں کو کبھی جرات نہیں ہوئی کہ وہ پاکیشیا کے خلاف کبھی اپنی میلی آنکھ اٹھا سکیں ۔آپ نے، میں نے اور ہم سب نے ملکر اسے ٹانگ دیا۔۔۔آیئے میں سناتا ہوں آج آپ کو اس کی کہانی، اس محسن کی کہانی تمام ثبوتوں کے ساتھ جس کو ہم نے اپنے ہی ہاتھوں قتل کر دیا۔اسی لئے دنیا ہمیں محسن کش قوم کہتی ہے۔ کیونکہ ہم اپنے ہی ہاتھوں اپنے احسان کرنے والوں کو ٹانگ دیتے ہیں۔۔۔۔

آج میں وہ کیس لڑنے جا رہا ہوں جو پاکیشیا کی عدالت نے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔

مجھے نہ عدالتوں سے امید ہے اور نہ اس ملک کی حکومت سے۔۔۔ مجھے صرف اس قوم سے امید ہے پاکیشیا کی یوتھ سے امید ہے جو اس شو کے بعد سڑکوں پر نکل آئے گی اور اس وقت تک گھروں میں واپس نہیں جائے گی جب تک انصاف نہ مل جائے۔ جی ہاں انصاف۔ آج میں آپ کو اس شخص کی کہانی سناتا ہوں جسے ہم نے گالیاں دے دے کر اپنے ہی ملک میں رسوا کر دیا۔ سوچیں اس کی فیملی پر کیا بیتی ہو گی جس کا عدالتی قتل ہوا ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ گزشتہ ہفتے کی رات دو بجے کے تھوڑا بعد سر داور کا قتل ہوا اور ابھی مشکل سے ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم نے علی عمران کو ٹانگ دیا۔۔۔ کیوں؟ کیا دنیا کی تاریخ میں کبھی ایسا ہوا جو ہم نے کیا؟ آخر ہمیں کس بات کی جلدی پڑی ہوئی تھی۔ انصاف ہونا چاہے اور بالکل فوری ہونا چاہیے مگر اتنے اندھے طریقے سے بھی نہیں ہونا چاہے کہ ہم ظالم اور مظلوم میں فرق بھی نہ کر سکیں۔ میں آپ کو ایک کال سنواتا ہوں جو علی عمران کے فون ریکارڈ سے ہم نے حاصل کی ہے۔ سنیں اور ماتم کرتے جائیں کہ یہ سب کچھ کیا ہوتا رہا اور ہم نے بطور قوم کیا کر دیا۔۔''

اس کے بعد اسکرین درمیان سے پھٹی اور دو تصویریں نظر آنے لگیں ایک علی عمران کی اور دوسری سر داور کی اور درمیان میں ایک ٹیلی فون بنا ہوا تھا۔ یہ ایک آڈیو ٹیپ تھی۔

''عمران۔۔۔ میں داور بول رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ تم تم پلیز۔۔۔۔۔ جلدی میرے گھر آ جاؤ۔۔۔۔ میری۔۔۔ جج جان کو خخ۔۔۔ خخ۔۔۔ خطرہ۔۔۔۔۔'' پھر لائن ڈراپ ہو گئی۔

”تو جناب یہ کال علی عمران کو رات کے پونے دو بجے کی گئی۔۔۔علی عمران سے سرداور کے گھر کا کم سے کم تیس پینتیس منٹ کا فاصلہ ہے۔آپ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کیا کوئی آفیسرز کالونی پندرہ منٹ میں پہنچ بھی جائے اور دو بج کر پانچ منٹ پر ان کا قتل بھی کر دے اور پھر رنگے ہاتھوں پکڑا بھی جائے کیا یہ ممکن ہے؟ حیرت ہے۔لیکن آپ لوگوں کو محض آڈیو سے یقین نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس میں عمران کی اپنی آواز نہیں چلیں ٹھیک ہے اب یہ تصویر دیکھیں۔۔۔“

یہ کہتے ہی اسکرین پر سرداور کے فرنٹ ڈور کی تصویر آ گئی جس کے سامنے علی عمران کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔

”کیا کوئی اتنا شاطر آدمی، جو بہت ہی زیادہ چالاک ہو اور بقول کیپٹن فیاض کے اور پرائم چینل کے جس نے کرمنالوجی بھی پڑھی ہو اور نہ صرف پڑھی ہو بلکہ وہ اس میں مہارت بھی رکھتا ہو۔اس کے علاوہ وہ بلیک میلر بھی ہو۔اس کے علاوہ اس کے کئی خفیہ اکاؤنٹس بھی ہوں کیا وہ اتنی معمولی اور بنیادی غلطی کرسکتا ہے کہ سرداور کے فرنٹ ڈور پر اپنی گاڑی یوں کھڑی کر دے جیسے وہاں سرداور کا قتل کرنے نہیں بلکہ ان سے ملنے جا رہا ہو تو کیا وہ ایسا کرے گا؟ چھوٹی سی چھوٹی عقل رکھنے والا شخص بھی یہی کہے گا کہ اگر علی عمران سرداور کا قاتل ہوتا تو وہ اپنی گاڑی کوٹھی کی بیک سائیڈ پر کھڑی کرتا یا پھر کوٹھی سے دور کہیں اور تا کہ وہ واردات کرتے ہی فرار ہو جائے نہ کہ موقعہ واردات پر ہی خود کو گرفتار کروالے۔کیا یہ بات عقل میں آتی ہے۔جو

پوری کوٹھی کا کمانڈ اینڈ کنڑول سسٹم تباہ کر دے اور آخر میں خود کو ہی گرفتار کروا لے؟؟؟

اب آپ لوگ کہیں گے کہ وہ حاسد تھا اس نے قتل کیا اس کا کام ہو گیا لہذا خود ہی اس نے اپنے آپ کو کیپٹن فیاض کے حوالے کر دیا ہو گا۔۔۔اور اگر وہ مجرم نہیں تو اس نے عدالت میں اپنا جرم قبول کیوں کیا؟ یہ اور ان جیسے کئی سوالات کا میں آگے چل کر تفصیل سے جواب دوں گا اور آپ کو ہر سوال کا جواب تسلی بخش ملے گا۔اس کے بعد اب آ جائیں اس ویڈیو کی طرف جس کی وجہ سے عمران اور اس کے پرسنل باڈی گارڈز کو سزا ہوئی۔ میں آپ کو دکھاتا ہوں اصلی ویڈیو کون سی ہے اور جعلی کون سی۔۔۔؟''

اس کے ساتھ ہی اسکرین پر سرداور کی کوٹھی کی دو ویڈیوز برابر چلنا شروع ہو گئیں۔ایک کے اوپر اصلی لکھا ہوا تھا جبکہ دوسری کے اوپر جعلی۔اس کے علاوہ اصلی ویڈیو کی کوالٹی بہت ہائی تھی۔اس میں عمران کے بجائے سر بلیک کوبرا اور اس کے دو کارندے جوزف اور جوانا کی جگہ نظر آ رہے تھے۔وہی سارا منظر جو لوگوں نے عدالت کی کاروائی میں دیکھا تھا مگر اب کردار بدل گئے تھے۔

''جی ہاں آپ سب لوگوں کو چونکنے کی ضرورت نہیں۔۔۔اصلی اور نقلی ویڈیو کا فرق واضح ہے۔دونوں کی کوالٹی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔لیکن یہ جو شخص آپ کو ویڈیو میں نظر آ رہا ہے اس کا نام سر بلیک کوبرا ہے۔۔۔بس یہی ساری گیم کا ماسٹر پلانر ہے۔ابھی اس کے بیک گراؤنڈ کے حوالے سے تفتیش سی آئی ڈی کر رہی ہے۔۔۔اب آپ کے ذہن میں یہ سوال

ہوگا کہ سر بلیک کوبرا تو آفیسرز کالونی کے اصول کے مطابق آفیسرز کالونی میں داخل ہی نہیں ہوسکتا پھر یہ اندر کوٹھی میں کیسے چلا گیا۔تو اس کا جواب بڑا سادہ سا ہے اس کے ساتھ پرائم چینل کا ویڈیوایڈیٹر عامر ایک گاڑی میں اسے لیکر اندر گیا اور عامر نے آفیسرز کالونی کی چیک پوسٹ پر اپنے میڈیا کارڈ کا استعمال کیا۔جبکہ اس کی گاڑی کے کلرڈ شیشے تھے اس لئے چیک پوسٹ کے آفیسرز سر بلیک کوبرا اور اس کے کارندوں کو نہیں دیکھ سکے۔۔۔۔۔

جی جناب آپ کو یاد ہوگا کہ کیپٹن فیاض نے جب رانا ہاؤس نامی عمارت پر چھاپا مارا تھا تو جوزف چیختا رہ گیا کہ یہ ساری گیم عامر نامی کسی شخص کی ہے اس نے وہ ٹاپ سیکرٹ ویڈیو اسے دی ہے۔ وہی اسے اور عمران کو پھنسا رہا ہے۔مگر ہم پر ریٹنگ کا جنون سوار تھا، ہم پر تو علی عمران کو ٹانگنے کا جنون سوار تھا۔ہم نے کیوں خیال کرنا ہماری بلا سے کوئی چیختا رہے۔اس لئے میں نے بولا تھا کہ آج ہمیں بطور قوم پھانسی پر لٹک جانا چاہیے۔۔۔اب میں آپ کو ہوٹل سٹار سی ون کی ایک خفیہ ویڈیو دکھاتا ہوں۔۔جی ہاں آپ کے ہمارے اور ہم سب کے چہیتے پاکیشیا کے نمبرون صحافی احمد منیر صاحب کیا کر رہے ہیں۔آیئے اور دیکھیں۔۔''

اس کے بعد اسکرین پر احمد منیر اور سر بلیک کوبرا کے درمیان ہونے والی ویڈیو اور ایک بریف کیس کے تبادلے کے بعد محمود شاہد گویا ہوا

''جی جناب یہ تمام باتیں کوڈز میں ہوئیں اب میں آپ کو ان کوڈز کو ڈی کوڈ کر کے بتاتا ہوں۔۔۔چڑیا پھنس گئی مطلب علی عمران پھنس گیا۔۔۔کھیل شروع ہوگیا سے مراد علی عمران کو

پھانسی پر لٹکانے کا کھیل شروع ہو گیا۔ اور بقول سر بلیک کو برا کہ جس میں انہوں نے خود ہی اقبال جرم کر لیا۔۔'اس کھیل کی بساط میں نے بچھائی ہے۔۔۔۔اور اس بساط کا ہر مہرہ میری مرضی سے خانے چلے گا۔۔۔۔۔۔۔جیسے میں چاہوں گا ویسے ہوتا چلا جائے گا'۔۔۔اور سر بلیک کو برا نے بالکل صحیح کہا تھا، جیسے جیسے اس نے چاہا ویسے ویسے ہوتا چلا گیا۔۔۔۔کیوں کیا آپ اور میں اس ملک کی حکومت کیا ہم سب اس بھیانک کھیل کا حصہ نہیں تھے۔ کیا ہم سب ایک مہرے نہیں تھے، کیا ہم استعمال نہیں ہوئے۔۔۔۔اب میں اس سوال کی طرف آتا ہوں کہ علی عمران نے عدالت میں جا کر اقبال جرم کیوں کیا۔ اس سوال کا جواب آپ کو دو ویڈیوز کی مدد سے ملے گا۔ پہلے آپ عامر کے اقبال جرم کی ویڈیو دیکھیں۔''

اس کے بعد اسکرین پر عامر کی وہی اقبال جرم والی ویڈیو چلنے لگی جو صفدر نے اس سے ٹارچر روم میں مختلف سوالات کر کے اس سے باتیں اگلوائیں تھیں۔ ویڈیو کے ختم ہوتے ہی محمود شاہد پھر بولا

''اس میں عامر نے واضح کہا کہ اسے ہپناٹائز کیا گیا اب میں آپ کو سر بلیک کو برا اور علی عمران کی سینٹرل انٹیلی جنس کے سیل کی وہ تہلکا خیز ویڈیو دکھاتا ہوں جس میں سر بلیک کو برا علی عمران

کو ہپناٹائز کر رہا ہے۔''

اس کے بعد اسکرین پر سینٹرل انٹیلی جنس کے سیل کی ویڈیو نظر آنے لگی اور جس میں سر بلیک کو برا

علی عمران کو ہپناٹائز کر رہا تھا۔ ویڈیو کا اختتام ہوا تو اس نے پھر کہا

''جی ہاں تو اس ویڈیو کے بعد کون کس کا محکوم ہوا۔۔۔۔علی عمران سر بلیک کوبرا کا۔۔۔۔۔کیا ان تمام ویڈیوز کے بعد کسی کو تھوڑا ابھی شک رہ جاتا ہے کہ عدالتی قتل نہیں ہوا؟ آج میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علی عمران کون تھا جس کی اتنی تعریفیں اپنی تمہید میں کیں۔۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیے بطور فری لانس سیکرٹ ایجنٹ کام کرتا تھا۔ اور اس نے کئی دفعہ اسرائیل جا کر اسرائیل کی مسلمان ممالک کے خلاف جو اس نے لاتعداد سازشیں کیں اسے ناکام بنایا اس کی کئی لیبارٹریاں جو امت مسلمہ کے خلاف کام کر رہی تھیں انہیں تباہ کیا۔ جی وہ ہیون ویلی جا کر کافرستان کی فوج کے خلاف لڑا۔ ان کے کئی اہم ہیڈ کوارٹرز تباہ کئے۔ علی عمران کا نام سیکرٹ سروس کی دنیا میں ایک ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔۔۔۔ جتنا نقصان اس نے اسرائیل اور کافرستان کو پہنچایا ہے شاید اتنا نقصان اب قیامت تک علی عمران کے بعد کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی میلی آنکھ سے پاکیشیا کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا مگر ہم نے اس شخص کو ٹانگ دیا۔ آئی ایم سوری علی عمران ۔۔۔۔ ہم شرمندہ ہیں کہ ہم تیرے قاتل ہیں۔ آج سے میں ایک تحریک لیکر پاکیشیا کی سڑکوں پر آ رہا ہوں۔۔۔۔۔ ہماری تحریک کا نام 'علی عمران ہم شرمندہ ہیں' ہوگا۔ اب پاکیشیا کی یوتھ گھروں میں بیٹھ کر ٹوئٹر اور فیس بک استعمال نہیں کرے گی بلکہ سڑکوں پہ آ کر ایک ایسا خاموش انقلاب بپا کرے گی کہ جس میں نہ خون بہے گا اور نہ ہی کوئی جان جائے گی۔ کیونکہ میں تو قیامت کے دن اپنے اوپر یہ بوجھ لئے

خدا کے سامنے پیش نہیں ہوسکتا۔ میرے لیے نہیں علی عمران کے عدالتی قتل کے خلاف اپنی ضمیر کی آواز پر باہر نکلو اور انصاف چھین لو۔۔ ہمارے مطالبے واضح ہو نگے۔۔
پرائم چینل کو بین کیا جائے، پرائم چینل کے مالک سمیت دیگر انتظامیہ کو پھانسی دی جائے اس کے علاوہ صدر صاحب آپ اور فیڈرل کورٹ آف کے جج صاحب جو ایک عدالتی قتل کے مرتکب ہوئے ہیں وہ بھی ری زائن دیں۔ اور ہم کسی قسم کا غیر قانونی کام نہیں کریں گے ہماری تحریک پرامن ہوگی۔۔۔ گڈ بائے آل۔۔ پاکیشیا زندباد''

❁❁❁

پرائم چینل کا مالک سیٹھ ندیم سنگاپور میں کیسینو کی دنیا کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ تاش کے باون پتے اس کی تیز نظروں سے کبھی بچ نہیں پاتے تھے۔ وہ ایک بہترین شاپر تھا۔ آج تک اسے ہارتے بہت کم ہی لوگوں نے دیکھا تھا۔ بچپن سے ہی دو نمبر پیسے کمانے کا شوق تھا جو رفتہ رفتہ بڑھتا ہوا اسٹاک مارکیٹ میں لگانے کی لت تک پہنچ گیا۔ پاکیشیا سے وہ شدید نفرت کرتا تھا۔ اس کی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے رونما ہوئے جن کی وجہ سے اسے پاکیشیا سے شدید نفرت ہوگئی تھی۔ پاکیشیا کا سسٹم کرپٹ ہونے کی وجہ سے اس کا حق مارا گیا تو اس دن سے اس نے یہ طے کرلیا کہ وہ اب جب تک زندہ ہے پاکیشیا سے اس کا بدلہ لیتا رہے گا۔ اس نے دو تین زبردست قسم کے داؤ لگائے اور پھر سنگارپور آ گیا۔ اسے جو پیسہ ملتا وہ اسے کیسینو

میں لگا کر ضرب دے دیتا۔ آہستہ آہستہ وہ اتنا امیر ہو گیا کہ اسے خود اپنی دولت کا حساب نہ رہا۔ دنیا کے ہر کونے اور ہر بینک میں اس کی رقم رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسی پیسے سے پرائم چینل کی بنیاد رکھی اور اس کی خاطر اس نے دولت مند افراد کا انتخاب بھی کافرستان سے کیا۔ جو مسلسل اسے پیسے دے کر من پسند خبریں لگواتے اور پاکیشیا کی خوب جگ ہنسائی ہوتی۔ مگر سادہ لوح عوام پرائم چینل کی اسی سنسنی خیزی کو بہت اچھا سمجھتے اور یوں پرائم چینل کی عمارت اتنی بلند ہوئی کہ اس کا شمار پاکیشیا کے سب سے بڑے چینل کی حیثیت سے ہونے لگا۔ پھر اسے کافرستانی جاسوس ملنے لگے اور پھر اس پر مزید خرچ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ اس کی سنگاپور میں ایک محل نما کوٹھی تھی جو کئی مربوں پر محیط تھی اس میں دنیا جہاں کی ہر نعمت تھی۔ کوٹھی میں گھوڑوں کا باقاعدہ اصطبل تھا اور پھر اس کے ساتھ ان کا ایک وسیع میدان تھا۔ وہ سونے کے چمچے اور برتنوں میں کھانا کھاتا تھا۔ اس کی محل کی دیواروں پر حقیقی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ گھر کی ہر چیز پیسوں کی الٹیاں کر رہی تھی۔ اس نے محل میں پورا ایک شہر بسا رکھا تھا۔ اس کو جان کا خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے گارڈز بھی اس نے نہیں رکھے تھے۔ جو سوٹ ایک بار پہن لیتا تھا اسے دوسری بار پہننا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ اس کے محل میں صرف ملازمین کی فوج کے علاوہ وہ رہتا تھا۔ شادی اس نے زندگی بھر نہ کی تھی۔ کیسینو جا کر کھیل کھلنا اس کی دس سال پرانی عادت تھی وہ چاہتا تو کیسینو بھی خرید لیتا۔ مگر وہاں صرف اپنا شوق مٹانے جاتا تھا۔ اس کی بے تحاشہ دولت میں پاکیشیا کے کرپٹ سیاست دانوں کا بھی

حصہ شامل تھا جو لوٹ مار کرتے تھے تو سیٹھ ندیم ان کی جیبوں سے بھی بلیک میلنگ کے ذریعے نکال لیتا تھا۔آج بھی وہ گیم کھیل کر لیٹ نائٹ گھر لوٹا تھا اور نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔سب ملازمین کو وہ چھٹی دے کر گیا تھا۔لہذا آج سروس اس نے خود کرنی تھی۔مگر واپسی میں اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جو اسے اپنے پیلس کا مین ڈور کھلا ہوا ملا اور کوٹھی پوری اندھیرے میں نہائی ہوئی تھی۔خیر وہ جیسے تیسے لان کراس کر کے لیونگ روم میں پہنچا تو لائٹس حیرت انگیز طور پر لوٹ آئیں۔جب وہ کچھ مزید اندر آیا تو ایک شخص کو وہاں پر پا کر چونک گیا۔اس نے تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا اور سر پر فلیٹ ہیٹ اس طرح جھکائی ہوئی تھی کہ اس کو پہچاننا مشکل تھا۔وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔

''آؤ سیٹھ آؤ۔۔بلکہ بادشاہ سلامت کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔کیوں۔ٹھیک کہا نہ میں نے۔۔''

''تم تم کون ہو۔اور تمہاری جرات کیسی ہوئی میرے پیلس میں گھسنے کی۔۔میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔۔''

''اتنا ظلم نہ کرنا سیٹھ باہر میڈیا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔۔اور میں تمہیں گرفتار کرنے آیا ہوں''

یہ کہہ کر وہ ایک دم سے اچھلا اور اڑتا ہوا سیٹھ کے اوپر جا گرا۔اس کو دو تین گھونسے لگائے تو وہ وہیں فارغ ہوگیا۔اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ہتھکڑی نکال کر اسے الٹا کیا اور پھر اس کے ہاتھ پشت پہ لے جا کر اسے پہنا دی۔

''سیٹھ تمہیں کافرستان سے پیسے لینے،لوگوں کو بلیک میل کرنے،پاکیشیا سے غداری کرنے اور

نہ جانے اور کتنے غیر قانونی کاموں میں، میں یعنی سنیئر انسپکٹر صفدر سعید آف پاکیشیا سی آئی ڈی تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔تمہارا گندا اور مکروہ کھیل اب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔اس بھول میں نہ رہنا کہ تمہیں یہاں کوئی بچانے آئے گا۔ پورا سنگا پور کا میڈیا باہر موجود ہے اور تمہیں ایڈوانس خوش خبری سنا دوں۔غداری کی سزا صرف پھانسی ہے اور وہاں تمہارا ایک ٹکہ نہیں چلنا۔۔۔''

یہ کہتے ہی صفدر نے اسے ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

❁❁❁

پاکیشیا کی عوام سڑکوں پر آ گئی تھی اور ان کے ہاتھ میں بینرز اور شمعیں روشن تھیں جس پر بڑا بڑا تحریر 'علی عمران ہم شرمندہ ہیں' تھا۔ پاکیشیا کی یوتھ اور عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر پاکیشیا کے کیپیٹل میں پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے دھرنہ دے کر بیٹھا تھا۔ بہت سے لوگوں نے علی عمران کے پوسٹرز اٹھائے ہوئے تھے۔جو کام آج تک پاکیشیا میں کوئی نہ کر سکا تھا وہ محمود شاہد کے ایک دوشوز نے کر دکھایا تھا۔پورا پاکیشیا محمود شاہد کے سحر میں گرفتار تھا۔اس نے ایک بہت بڑی ریلی کی خود قیادت کی تھی۔جو مختلف شاہراہوں سے ہوتی ہوئی پاکیشیا کی قومی اسمبلی کے سامنے موجود تھی۔ابھی ریلی پہنچی ہی تھی کہ سینٹرل انٹیلی جنس کے سر عبدالرحمان اور کیپٹن فیاض نے ری زائن کر دیا تھا۔دنیا میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی پر امن انصاف کا علم لے کر اٹھے

اور حکومت کا تختہ الٹ دے۔ مظاہرین بہت مشتعل اور جذباتی تھے رہ رہ کر نعرے بازی کر رہے تھے۔ محمود شاہد نے اعلان کر دیا تھا کہ جب تک حکومت ری زائن کر کے گھر نہیں جائے گی وہ لوگ وہیں بیٹھے رہیں گے۔ چاہیے دھوپ ہو، چاہیے بارش آجائے، اولے پڑ جائیں۔ جہاں بھی یوتھ کھڑی ہو جائے وہاں انقلاب آجاتے ہیں۔ آج علی عمران کی روح ہمارے گریبان پکڑ کر اپنی بے گناہی پر ہمارے ضمیروں کو جھنجھوڑ رہی ہے۔ جب تک انصاف نہیں ہوگا وہ لوگ بیٹھے ہیں۔ انہیں بیٹھے ابھی ایک گھنٹہ گزرا تھا کہ ایک اور بڑی خبر آگئی کہ پرائم چینل کو پاکیشیا میں ہمیشہ کے لیے بین کر دیا گیا۔ تمام میڈیا اس دھرنے کی لائیو کوریج کر رہے تھے۔ محمود شاہد کے اس دھرنے نے پورے انٹرنیشنل میڈیا کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے محمود شاہد پاکیشیا کا سب سے بڑا لیڈر بن کر ابھر آیا۔ ہر ٹی وی چینل اس کا انٹرویو لے رہا تھا۔ اس پر سونے پہ سہاگہ یہ کہ محمود شاہد کی جذباتی تقریروں نے پورے ماحول کو گرما دیا۔ شاید تاریخ میں پہلی بار پاکیشیا میں ایک واقعی پر امن انقلاب آرہا تھا۔

✡✡✡

چیف جسٹس کے ساتھ ساتھ صدر صاحب بھی اپنے عہدے سے ری زائن کر گئے تھے۔ محمود شاہد اور پاکیشیا کی یوتھ نے انقلاب بپا کر دیا تھا۔ تاریخ رقم ہوگئ تھی۔ محض تین دن کے دھرنے نے پاکیشیا کا پورا نقشہ بدل گیا تھا۔ بڑے بڑے برج الٹ گئے تھے۔ پاکیشیا کی یوتھ

نے حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ ملک میں عام انتخابات کا اعلان ہو گیا تھا اس کے علاوہ سیٹھ ندیم سمیت احمد منیر اور عامر کا بالکل علی عمران کیطرح سرعام فل کورٹ میڈیا ٹرائل ہوا تھا۔ اس کیس کی سماعت پاکیشیا کے نئے چیف جسٹس نے حلف اٹھاتے ہی کی تھی۔ اور انہوں نے ریمارکس دیئے تھے کہ بلاشبہ علی عمران کا عدالتی قتل ہوا تھا اس پر تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اس کے علاوہ جج صاحب نے کہا کہ کافرستان کبھی بھی پاکیشیا کا دوست ملک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آئندہ کبھی بھی کسی کافرستانی نواز چینل کو لائسنس نہ دیا جائے۔ ٹرائل کے آخر میں سیٹھ ندیم سمیت احمد منیر اور عامر کو الیکٹر چیئر پر کرنٹ کے بعد دو دو بار پھانسیوں کی سزائیں سنائی گئیں تھیں۔ اس کے علاوہ جوزف اور جوانا کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا تھا اور عدالت نے ازخود ان سے معذرت کی تھی۔ پاکیشیا کی عوام جو بے انتہا جذباتی تھی آخر کار انہوں نے عمران کی روح کو انصاف دلا دیا تھا اور اس میں محمو شاہد کا بہت بڑا کردار تھا۔

٭٭٭

بلیک زیرو دانش منزل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص شیر کا ماسک لگا کر آپریشن روم میں داخل ہوا۔ تو بلیک زیرو اسے دیکھ کر چونک گیا۔

''کیا ہوا ڈر کیوں گئے پیارے۔۔۔''

''اوہ تو آپ ہیں۔۔۔ آپ تو سچ میں بھوت ہیں۔۔۔''

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور احتراماً کھڑا ہو گیا۔تو اس شخص نے اپنے چہرے سے ماسک اتار دیا۔وہ علی عمران تھا۔

''ہاں جی مسٹر ایکسٹو آپ نے تو ہمیں مارنے کی پوری پلاننگ کر لی تھی۔صدر صاحب کو مجھے کورٹ آف جسٹس کے حوالے کرنے کی تجویز پھر۔۔۔میرے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط آپ ہی نے کئے تھے مسٹر ایکسٹو۔وہ تو شکر کرو کے میں مر کر بھی نہیں مر سکتے کیونکہ ڈریکولا کبھی مرتا نہیں۔''

علی عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسکے سامنے ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔اس کے ساتھ بلیک زیرو بھی مسکراتے ہوئے بیٹھ گیا۔

''کیوں شرمندہ کرتے ہیں عمران صاحب۔میری بھلا کیا مجال کہ میں یہ سب کچھ آپ کی مرضی کے خلاف کرتا۔جس رات آپ کو پھنسا کر گرفتار کیا گیا اس کے اگلے روز میں حکومت کی طرف سے آپ کے پاس نمائندہ خصوصی بن کر گیا تھا۔اس میں آپ ہی نے مجھے آئی کوڈ لینگوئج سے ساری ہدایات دیں تھی۔۔''

''اچھا جی اب یہ جرم بھی ہمارے کھاتے میں پڑ گیا۔۔۔''

''اب یہ جرم تو آپ کو قبول کرنا پڑے گا عمران صاحب۔۔یہ ایکسٹو کی عدالت ہے''

بلیک زیرو کے اس فقرے کے بعد دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔

''عمران صاحب ایک دو باتیں سمجھ نہیں آئیں اس کیس کے حوالے سے۔۔۔اس کیس کو

شروع ہونے کے ٹائم پر بھی روکا جا سکتا تھا مگر آپ بات کو بڑھاتے رہے اور آخر کیس آپ کی پھانسی پر ختم ہوا۔''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ جو سر بلیک کوبرا کا طوفان ہمارے سامنے آرہا تھا اس کو روکنا ناممکن تھا۔ اس لئے حالات کو دیکھتے ہوئے دانش مندی یہی تھی کہ جیسے حالات جا رہے تھے جو بدنامی ہو رہی تھی وہ ہوتی جائے۔ اگر مجھے سر بلیک کوبرا اپنا ٹائز نہ بھی کرتا تب بھی میں عدالت میں جا کر اپنا جرم قبول کر لیتا لیکن اگر میں چاہتا تو عدالت میں ہی سب کو اس کیس کے پیچھے چھپی ہوئی ساری حقیقت کھول دیتا۔ مگر میں نے ایسا نہیں کرنا تھا کیونکہ ایک بساط سر بلیک کوبرا نے بچھائی تھی تو دوسری میں نے۔ سو اس کے مطابق جو حالات تھے اس کو ویسے چلنے دیا۔ فرض کرو اگر میں عدالت کے سامنے ساری حقیقت کھول دیتا تو میں پہلے ہی میڈیا کے سامنے آ کر بدنام ہو چکا تھا اور پھر میرا نام سیکرٹ سروس کے ساتھ نتھی ہو رہا تھا۔ اگر عدالت سے رہا ہو کر آجاتا تو سر بلیک کوبرا نے ایکسٹو کے راز کو میڈیا پر افشاں کر دینا تھا۔ وہ ایک الگ دردسری ہوتی اور پھر یوں ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ لہٰذا پھانسی ضروری تھی اور اس کے بعد دیکھو میں نے ایک تیر سے کتنے شکار کئے۔

یہ سسٹم پورا کرپٹ ہو چکا تھا اور بطور پاکیشیائی مجھے اس پر شدید تکلیف ہوتی تھی۔ میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس کو ٹھیک کیا جائے مگر کیسے؟ یہی سب سے بڑا سوال تھا۔ جب سر بلیک کوبرا مجھے پھنسانے کے لئے آیا تو میں نے اسی وقت ہی سوچ لیا تھا کہ تمہارے

ذریعے پورے سسٹم کو آخری موقعہ دیا جائے سو فیڈرل کورٹ آف جسٹس کا آئیڈیا سامنے آیا اور پوری عدالتی نظام کو اگر میڈیا کی ہی مدد سے ایکسپوز کیا جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ ہمارا سیاسی نظام ہمارا میڈیا کا نظام سب گل سڑ گیا تھا۔ ایک چیلنج کی ضرورت تھی سو محمود شاہد کی مدد سے اس بوسیدہ سسٹم کی دیوار کو آخری دھکا دیا اور پورا سسٹم گر گیا۔۔۔۔لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ اب جو نئے لوگ منتخب ہو کر آئیں گے وہ پچھلوں سے بہتر ہونگے۔ مگر بطور پاکیشیائی میں نے ایک چھوٹی سی کوشش کر دی جس میں میں کامیاب رہا۔

''اب آپ پبلک میں تو جا نہیں سکتے، ہر کوئی آپ کی شکل سے واقف ہو گیا ہے۔۔۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔ مگر مجھے اپنے بارے میں اتنی بھی خوش فہمی نہیں ہے جتنی شاید تمہیں ہے۔ ہماری قوم بیچاری سادہ لوح ہے اسے جس طرف لگائیں لگ جاتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ جہالت اور جذباتیت ہے پلس ہماری قوم کی یاداشت بھی کمزور ہے میڈیا ان کو پھر کسی اور مسئلے میں الجھا دے گا اور یہ سب مجھے بھول جائیں گے۔ یہ ایک وقتی غبار ہے، ایک جذبہ جو وقت کے بے رحم تھپیڑوں کے بعد سب کچھ ختم کر دے گا۔۔۔ میں کچھ عرصہ میک اپ وغیرہ میں رہوں گا پھر اپنی روٹین کی لائف کی طرف لوٹ آؤں گا۔۔۔۔''

''سر بلیک کوبرا کون تھا اور اس کے وہ پراسرار علوم؟''

''اچھا سوال ہے اور اس کا جواب تو تا حال میرے پاس بھی نہیں مگر اس کی ٹیلی پیتھی کا جواب اب میں نے سوچ لیا ہے۔ لیکن وہ وقت آنے پر خود ہی سامنے آ جائے گا۔ جو جواب تم سوچ

کر اس سے فائٹ کرنے گئے تھے میرا ابھی وہی جواب ہے۔ ویل ڈن بلیک زیرو آئی ایم رئیلی پراؤڈ آف یو۔۔۔۔۔لیکن اس سے ایک غلطی ہوگئی اور میرے لئے وہ اللہ کی رحمت ثابت ہوئی اور وہ یہ کہ اس نے مجھے صرف عدالتی ٹائم تک ہی تنویمی عمل میں رکھا اس کے بعد اثر ختم ہوگیا۔ ہاں وہ کون تھا اس بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن اس کے انداز سے لگتا ہے کہ اس کا کہیں نہ کہیں تعلق اسرائیل سے ہے۔ خیر یہ بھی ابھی قیاس ہے جو مستقبل میں ہی واضح ہوسکے گا۔ وہ ایک بہترین پلانر ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ وہ ابھی مرا نہیں ہوگا۔ تم جیت تو گئے مگر درحقیقت وہ اب بھی ناقابل شکست ہے یہ بات ہمیں تسلیم کرنی پڑے گی۔ مستقبل میں پھر کبھی اس سے سامنا ہوا تو دیکھیں گے کیا کیا جاسکتا ہے۔''

''آپ ماشااللہ اچھے خاصے زندہ سلامت ہیں خود کو ڈریکولا کیوں بولا آپ نے۔۔۔''

''یار دیکھو! اگر میری ریڈی میڈ کھوپڑی پھانسی سے ایک دن پہلے وہ ریڈی میڈ چھوٹا سا کمپیوٹر آلہ نہ ایجاد کرلیتی تو اب تک میں سچ مچ ڈریکولا ہی بن چکا ہوتا۔ کیونکہ اس کو میں نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی مدد سے اپنی گردن کے پیچھے فٹ کیا تھا اور بعد میں صفدر نے میک اپ کی تہہ سے اسے چھپا لیا تھا۔ اس آلے کی خوبی یہ تھی کہ اگر اس کا بٹن دبا دیا جائے تو کچھ دیر میں وہ گردن کی رگھوں میں ایک کھچاؤ پیدا کردیتی تھی جس سے گردن اکڑی ہوئی اور لمبی لگنے لگتی تھی۔ اس کا بٹن میں نے منہ میں چھپا لیا تھا۔ اور آخری ٹائم پر میں نے اسے پریس کیا تو اس نے اپنا کام کردیا۔ اگر نہ کرتا تو ڈرامہ فلاپ تھا۔ اس کے علاوہ جلاد نے ساتھ دیا اور

پھانسی کے رسے ڈبل رکھے جو فلموں میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھر میں نے وہ بٹن نگل لیا اور بعد میں جب میری لاش صفدر اور کیپٹن شکیل ایک ویگن میں لے جارہے تھے تو میں نے منہ میں انگلی ڈال کر قے کرتے ہوئے وہ بٹن پیٹ سے نکال لیا۔"

"اس کا مطلب اگر آپ اپنا ذہن لاک کر کے باقی ڈرامہ نہ کرتے تو واقعی پکڑے جاتے۔۔ تبھی آپ کو فلموں میں ہونا چاہیے۔ پاکیشیا کا کتنا بڑا ٹیلنٹ ضائع ہو رہا ہے آپ کی وجہ سے۔۔۔"

بلیک زیرو کی اس بات پر دونوں قہقہہ لگا کر پھر سے ہنسنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ سب کچھ پہلے جیسے ہو گیا ہے۔

اختتام
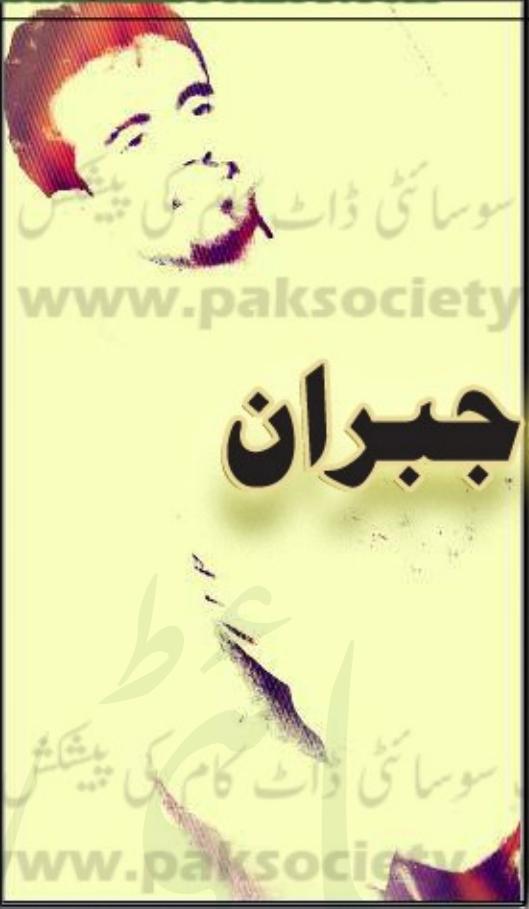
اس ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں
ان میں کسی قسم کی مطابقت محض فرضی ہوگی
جس پر مصنف اور پبلیشر ذمہ دار نہیں ہوں گے

محمد جبران

اُردو اور انگریزی زبانوں میں
مصنف کی دیگر تحاریر

- ☆ موت کا سفر
- ☆ شیطان کے دربار میں
- ☆ عمران سیریز کی یاد میں
- ☆ شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر
- ☆ لاڈلی جمہوریت
- ☆ میرے خواب اور پیار پاکستان

- ☆ DemocracyGoodOrWorstFormOfGovenmentInPakistan
- ☆ ThePhenomenaOfFourBloodMoonsAndTheLandOfIsrael
- ☆ WhyMuslimsAreSoOutdated
- ☆ WhyIBelieveDevil'sPyramidDecoded
- ☆ TheOutstandingDramaIHaveEverSeen–BreakingBad
- ☆ TheGreatestMartyroftheHistoryHusseinIbneAli

دھنک پبلیشر گروپ
اُردو فینز ڈاٹ کام